سلسلۂ مطبوعات انجمنِ ترقّیٔ اُردو (ہند) نمبر ۲۲۳

تاریخ الحکما

مصنفہ

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی

مترجمہ

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ام اے (عربی و فارسی)

ام او ال (عربی و فارسی) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل

لکچرار گورنمنٹ کالج کیمبل پور

شائع کردہ

انجمنِ ترقّیٔ اُردو (ہند) دہلی

پہلی بار سنہ ۱۹۴۵ء قیمت مجلد ؏ بلا جلد ؎

(مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی)

سلسلۂ مطبوعاتِ انجمنِ ترقیِ اردو (ہند) نمبر ۲۲۳

تاریخ الحکما

مصنفہ

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی

مترجم

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ام اے (عربی و فارسی)

ام او ال (عربی و فارسی) - پی ایچ ڈی - مولوی فاضل - منشی فاضل - ادیب فاضل

لکچرار گورنمنٹ کالج کیمبل پور

شائع کردہ

انجمن ترقیِ اردو (ہند) دہلی

پہلی بار سنہ ۱۹۴۵ء قیمت مجلد عہ بلاجلد ے

شکریہ

دیباچے کے ابتدائی چند صفحات اُس مقدمے سے ماخوذ ہیں جو ڈاکٹر جولیس لپرٹ نے تاریخ الحکما مطبوعہ جرمنی کے لیے سپردِ قلم فرمایا تھا۔ میں جرمنی زبان سے نابلد ہوں۔ میری التماس پر ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے اس مقدمے کا اُردو زبان میں ترجمہ فرما کر مجھے اس قابل بنایا کہ القفطی کے تفصیلی حالات دُنیا کے سامنے پیش کر سکوں۔ اس نوازش کے لیے میں ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز اپنے برادرِ حقیقی پروفیسر محمد نور الحق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے اسماء الرجال کی تحقیق میں میری مدد فرمائی۔

برق

فہرستِ مضامین

دیباچہ

(مترجم)

اس کتاب کا اصلی نام "تاریخ الحکما" ہے۔ اور اس کا مصنف جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی ہے۔ محمد بن علی بن محمد الخطیبی الزوزنی نے اس کتاب کا ایک اختصار تیار کیا تھا۔ جو "المنتخبات الملتقطات من تاریخ الحکما" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اختصار ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۳ء کو لیبک (جرمنی) میں چھپا۔ اور برلن یونی ورسٹی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر جولیس لپرٹ (DR. (GULUIS) LIPPERT) نے اسے ایڈٹ (EDIT) کیا۔

ڈاکٹر جولیس نے حواشی میں مختلف نسخوں کے اختلافات کا تو ذکر کیا ہے لیکن رجال و اماکن کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ مترجم نے اس پہلو کی طرف بھی توجہ دی ہے لیکن اسے اعتراف ہے کہ قلتِ وسائل کی وجہ سے اسما کی ایک کافی تعداد بلا حواشی رہ گئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض ہم نام ہستیوں کے تشریحی نوٹ ایک دوسرے سے بدل گئے ہوں۔ بہرحال اسے اپنی کوتاہیوں کا احساس اور اپنی ہیچ مدانی کا اعتراف ہے۔

القفطی کے حالاتِ زندگی

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبدالواحد الشیبانی القفطی ایک ممتاز خاندان کا رکن تھا۔ جو کوفے سے مصرِ صعید (سطحِ مرتفع) میں آکر آباد ہو گیا تھا۔ اس کے آبا و اجداد اچھے اچھے عہدوں پر رہ چکے تھے۔ چناں چہ اس کا دادا ابراہیم، جو القاضی الاوحد کے نام سے مشہور ہے، اور اس کا والد یوسف جو القاضی الاشرف کہلاتا تھا، ہر دو حکومت کے بلند مناصب پر فائز رہے

علی ۵۶۸ھ = ۱۱۷۲ء میں بمقامِ قفط پیدا ہوا۔ اُن دنوں علی کا والد یوسف

(وفات ۶۲۴ھ) بھی یہیں کسی عہدے پر مامور تھا۔ علی کی والدہ بدوؤں کے ایک قبیلے قضاعہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے بطن سے بعد میں ایک اور لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام دادا کے نام پر ابراہیم رکھا گیا۔ علی کی پیدائش سے چار برس بعد صلاح الدین کی حکومت کے خلاف ایک فاطمی دعوے دار پیدا ہو گیا جس نے ہر طرف کشت وخون کا بازار گرم کر دیا۔ اس ہنگامے سے گھبرا کر یوسف قفط کو خیرباد کہنے پہ مجبور ہو گیا۔ لیکن جب کچھ عرصے بعد الملک العادل (صلاح الدین کا بھائی) آتشِ فتنہ کو فرو کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یوسف واپس آگیا۔

تعلیم

آغاز میں علی قاہرہ کے مدرسۃ العلوم میں داخل ہوا۔ اس مدرسے کا نصاب تمام علوم مروجہ مثلاً تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ہیئت۔ ادب۔ ہندسہ۔ منطق۔ اور تاریخ وغیرہ پر مشتمل تھا۔ اس کے اساتذہ میں القاضی الاثیر محمد بن بنان الانباری اور صالح بن عادی بن عبداللہ الانماطی جیسے فضلا کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ موخرالذکر سے قفطی نے نحوی تعلیلوں اور الفاظ ادبیہ کے بارے میں استفادہ کیا تھا۔ جب علی پندرہ برس کا ہوا تو اس کا والد یوسف بیت المقدس میں القاضی الفاضل کا معاون مقرر ہوا۔ علی بھی ساتھ چلا گیا اور وہاں نہ صرف مختلف علوم حاصل کیے بلکہ بعض تصانیف کے لیے مواد بھی فراہم کر لیا۔ اس کی بعض تصانیف سے پتا چلتا ہے کہ یہ ۵۹۵ھ = ۱۱۹۸ء میں بیت المقدس میں تھا۔ لیکن جب صلاح الدین کی وفات کے بعد اس شہر پر الملک العادل نے قبضہ جما کر اپنے بھتیجے الملک الافضل کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تو العادل کے وزیر ابن شکر اور القاضی الفاضل کے درمیان کچھ اختلافات پیدا ہو گئے جن کی بنا پر یوسف وہاں سے (۵۹۸ھ = ۱۲۰۱ء) حرّان کی طرف چل دیا۔ یہاں العادل کا بیٹا الملک الاشرف حکمران تھا۔ اس نے یوسف کو وزیر بنا لیا۔ لیکن اس نے بہت جلد بددل ہو کر حج کے لیے اجازت مانگ لی۔ حج سے فارغ

ہو کر یمن میں پہنچا۔ اور یہاں اتابیگ سنقر کا وزیر مقرر ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد یہاں سے بھی اجازت مانگ لی اور گھر کو چل دیا۔ لیکن جب تک زندہ رہا اسے اتابیگ کی طرف سے معقول پنشن ملتی رہی۔

اُن دنوں حلب پر ظاہر غازی (الملک العادل کا بھتیجا) کی حکومت تھی اور وہاں میمون القصری (سنہ ۶۱۰ھ) بہ حیثیت سپہ سالار مقیم تھا۔ علی وہاں چلا گیا۔ چوں کہ میمون یوسف کا دوست تھا اس لیے علی پر خاص نوازش کرنے لگا۔ علی سال بھر نہایت اطمینان سے علمی مشاغل میں مصروف رہا۔ اس کے بعد ظاہر نے اسے صیغۂ مالیات کا مہتمم بنا کر قاضی الاکرم کا خطاب دے دیا۔ جب سنہ ۶۱۳ھ = سنہ ۱۲۱۶ء میں ظاہر کی وفات ہو گئی، تو علی نے فوراً استعفا دے دیا اور ظاہر کے نابالغ بیٹے کے اتالیق اتابیگ شہاب الدین طغرل نے اس کی پنشن باندھ دی۔ سنہ ۶۱۶ھ = سنہ ۱۲۱۹ء میں علی دوبارہ اسی اسامی پر مقرر کر دیا گیا۔ اور بارہ برس یعنی سنہ ۶۲۸ھ = سنہ ۱۲۳۱ء تک اس منصب پر فائز رہا۔

ظاہر ہے کہ اس بارہ سال کے عرصے میں علی نے سرکاری فرائض کے علاوہ کچھ علمی خدمات بھی انجام دی ہوں گی۔ چناں چہ یاقوت کے حالاتِ زندگی سے پتا چلتا ہے کہ جب یاقوت تاتاریوں سے بھاگ کر حلب میں آیا تو علی نے معجم البلدان کی تالیف میں اسے ہر قسم کی مدد دی۔ یہی وجہ ہے کہ یاقوت اپنی تصنیف میں جا بہ جا علی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

علی اہتمامِ مالیات سے سنہ ۶۲۸ھ = سنہ ۱۲۳۱ء میں سبک دوش ہوا اور مسلسل پانچ برس تک تالیف و تصنیف میں مصروف رہا۔ "تاریخ الحکما" کی تصنیف کا زمانہ بھی یہی ہے۔

علی کے نصیب میں فراغت نہ تھی۔ چناں چہ ۲۵ ذی القعدہ سنہ ۶۳۳ھ = سنہ ۱۲۳۶ء کو الملک العزیز نے اسے اپنا وزیر بنا لیا۔ بارہ برس تک فرائض وزارت سرانجام۔

دیے۔ پھر بیمار ہوگیا۔ اور ۱۳ ؍ رمضان ۶۴۶ھ = ۱۲۴۸ء کو صرصرِ فنا نے سرزمینِ مصر کا یہ روشن چراغ ہمیشہ کے لیے بجھادیا۔

علی کی تصویر

یاقوت نے اپنی تالیف میں القفطی کی بہت تعریف کی ہے چوں کہ یاقوت و علی کے مراسم ازبس دوستانہ تھے۔ اس لیے ہم اس ستائش کو غیر جانب دارانہ نہیں کہہ سکتے۔ تاریخ الحکما کے مطالعے سے علی کا تصور یوں قائم ہوتا ہے کہ وہ ایک اَن تھک محقق ہے، جو ہر واقعے کی تفاصیل نہایت دیانت داری سے بیان کرتا ہے۔ ماخذ کا حوالہ دیتا ہے۔ اپنی کوتاہیوں کا جابجا اعتراف کرتا ہے۔ اس کی بے لاگ تنقید اور غیر مبالغہ آمیز تصریحات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہدِ حاضر کا کوئی محقق ہے۔

علی مورخانہ تنگ نظری و تعصب سے بہت بلند تھا۔ اگر اُسے کسی نے بتلایا کہ حضرت عمرؓ نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلاڈالا تھا تو اس نے بلا خوفِ ملامت اس واقعے کا ذکر کردیا۔ ہر چند کہ علی ایک دین دار مُسلم تھا لیکن غیر مُسلم حکما کا ذکر بھی اسی خلوص و گرم جوشی سے کرتا ہے جس طرح کہ مُسلم علما کا۔ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حلب کا مشہور یہودی طبیب یوسف بن یحییٰ علی کا گہرا دوست تھا۔

سیرت نگاروں نے علی کی ایک نمایاں خصوصیت یعنی فراہمیِ کُتب کے شوق کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور اس خوبی کا ثبوت اس کتاب سے بھی ملتا ہے۔ تقریباً تیرہ مقامات پر علی فخراً ذکر کرتا ہے۔ کہ فلاں کتاب میرے پاس بھی موجود ہے۔ القفطی ظریف بھی تھا۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہوں وہ اشعار جو اس نے اہالیانِ دیر البلاّس کی نامہمان نوازی کے متعلق کہے تھے۔ (اصل کتاب ص ۲۵۲)

مختصر یہ کہ علی ایک بلند پایہ محقق و ناقد ہونے کے علاوہ اعلا درجے کا سیاسی؟ مدبّر، وسیع النظر مورّخ اور بے تعصب عالم تھا۔

تصانیفِ علی

کتبی، صفدی اور حاجی خلیفہ (مصنف کشف الظنون) نے القفطی کی تقریباً بیس تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ اور ان سب کا ماخذ یاقوت کی "معجم اہل الادب" ہے۔ چوں کہ یاقوت حلب میں ۶۱۹ھ = ۱۲۲۲ء سے اپنی وفات یعنی ۶۲۶ھ = ۱۲۲۹ء تک رہا تھا۔ اور "معجم اہل الادب" اسی زمانے کی تصنیف ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ علی نے جو کتابیں یاقوت کی وفات اور اپنی وفات (۶۴۶ھ) کے درمیانی وقفے میں لکھی ہوں گی۔ معجم اُن کے ذکر سے خالی ہوگی۔

قفطی کی بعض تاریخی موٴلفات کے نام یہ ہیں:-

(۱) کتاب اخبار مصر من ابتدائھا الی ایام صلاح الدین یوسف۔

(۲) کتاب اخبار المغرب ومن تولاّہا من بنی تومرت۔

(۳) کتاب تاریخ الیمن۔

(۴) تاریخ محمود بن سبکتگین و بنیہ۔

(۵) کتاب تاریخ السلجوقیہ منذ ابتداءِ امرہم الی انتہائہ۔

(۶) کتاب الاستئناس فی اخبارِ آلِ مرداس۔

علی نے حدیث اور چند دیگر علوم پر بھی کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن تاریخ کی طرف اس کا رُجحان زیادہ تھا۔ اسی لیے اس کی تاریخی موٴلفات کی تعداد دیگر تصانیف سے زیادہ ہے۔

یاقوت نے علی کی موٴلفات کے سلسلے میں "کتاب الکلامِ علی صحیح البخاری" اور "کتاب الکلامِ علی الموطا" کے متعلق لکھا تھا کہ لم یتم الی الآن۔ یعنی یہ کتابیں ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں۔ اور باقی اٹھارہ کتابیں مکمل ہو چکی تھیں۔ لیکن افسوس کہ آج قفطی کی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں۔

مسٹر آگسٹ ملر (AUGUST MüLLER) کی رائے یہ ہے کہ ۶۵۸ھ = ۱۲۶۰ء میں تاتاریوں نے حلب کو تباہ کر دیا تھا۔ اور اسی تباہی میں علی کا کتب خانہ بھی

بھی برباد ہوگیا تھا۔ یلر کی یہ رائے قرینِ صحت معلوم ہوتی ہے ورنہ ان تصانیف کے اچانک مفقود ہوجانے کی کوئی اور وجہ ہمیں معلوم نہیں

گو اس طوفانِ تاخت و تاراج میں علی کا ذاتی کتب خانہ برباد ہوگیا تھا لیکن اس کی چند تصانیف کے نسخے بعض دیگر لوگوں کے پاس موجود تھے۔ مثلاً ابن خلکان کے پاس علی کی دو کتابیں تھیں۔ یعنی تاریخ المغرب و کتاب النحاۃ۔ موخر الذکر کتاب کا ایک نسخہ علامہ ذہبی کے پاس بھی موجود تھا۔ اور تاج الدین احمد بن عبد القادر بن مکتوم نے وفات قفطی سے ایک سو برس بعد یعنی ۷۵۰ھ کے قریب "تاریخ الحکما" کا خلاصہ تیار کیا تھا۔

مقامِ افسوس ہے کہ یہ چند بچے کھچے اوراق بھی آج ناپید ہو چکے ہیں۔ کتاب النحاۃ کی تلخیص (مرتبۂ ذہبی) ملتی ہے۔ لیکن اصل کتاب گم ہے یہی حال تاریخ المغرب اور تاریخ الحکما کا ہے۔ اوّل الذکر کا تو صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ البتہ موخر الذکر کے چند نامکمل مخطوطات اور ایک خلاصہ موجود ہے۔ یہ خلاصہ علی کی وفات سے صرف ایک برس بعد محمد بن علی بن محمد بن الخطیبی الزوزنی نے تیار کیا تھا۔ جس کا ترجمہ آج آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ حاجی خلیفہ (جلد چہارم ص ۱۳۵) نے اس کتاب کے ایک اور خلاصے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو ابن ابی جمرہ عبداللہ بن اسعد الازدی نے تیار کیا تھا۔ لیکن یہ خلاصہ کہیں موجود نہیں۔

الزوزنی کے اس مخطوطے سے جو پیرس میں محفوظ ہے، ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب تاریخ الحکما کا خلاصہ ہے اور قفطی کی اصل تصنیف نہیں۔ اس حقیقت پر اندرونی شہادت بھی موجود ہے۔ مثلاً ابن ابی اُصیبعہ نے عیونُ الانبا فی تاریخ الاطبا میں دس مقامات پر قفطی سے اقتباس کیا ہے۔ جن میں سے سات حوالے اس کتاب میں موجود ہیں۔ ان کے مقابلے سے پتا چلتا ہے کہ ابن ابی اصیبعہ والے اقتباسات بہ لحاظِ الفاظ و معلومات زیادہ وسیع

وبسیط ہیں، اس لیے ہم اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجبور ہیں کہ یہ کتاب اصل نہیں بلکہ اصل کا ملخص ہو۔

الزوزنی نے نہ صرف تراجم (سوانح حیات) کا اختصار کیا ہو بلکہ بعض تراجم کو حذف بھی کر دیا ہو۔ مثلاً ابن ابی اصیبعہ نے رجبی کی جو تحریر[۵] غذا پر نقل کی ہو، وہ غالباً القفطی سے لی تھی لیکن اس ملخص میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اسی طرح عیون الانبا کی جلد دوم صـ۳۶ پر ابن جزار کی ایک تصنیف کا ذکر ملتا ہو جس کا ماخذ بھی القفطی ہی ہو لیکن اس کتاب میں اس کا کہیں تذکرہ موجود نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہو کہ الزوزنی نے ابن جزار اور رجبی کے تراجم حذف کر دیے ہیں۔ اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہو کہ ابوالفرج (صـ۴۰) بھی رجبی کا ذکر القفطی کے طرزِ بیان میں کرتا ہو۔ مثلاً حسن المعالجہ لطیف المباشرۃ وغیرہ۔ جو علی کا مخصوص اندازِ بیان ہو۔

تاریخ الحکما کے مختلف نام

یہ کتاب مختلف ناموں سے مشہور ہو۔ مثلاً:۔
(۱) تاریخ الحکما (مطابق مخطوطاتِ پیرس، وائنا، برلن، لنڈن اور قاہرہ) (۲) طبقات الحکما و اصحاب النجوم والاطبا۔ (شتراس برگ۔ میونخ یا ینشن۔ حاجی خلیفہ جلد چہارم صـ۱۳۴)۔ (۳) کتاب تراجم الحکما (ینشن۔ قاہرہ ۵۷)۔ (۴) کتاب اخبار العلما باخبار الحکما (ابن ابی اصیبعہ جلد دوم صـ۲۷) (۵) کتاب تذکرۃ الحکما۔

ان مختلف عنوانات کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کرنا کہ خود مصنف نے کتاب کا نام کیا رکھا تھا، قدرے مشکل ہو۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ الزوزنی نے اپنا ملخص مصنف کی وفات کے ایک سال بعد تیار کیا تھا اور اس کا نام المنتخبات الملتقطات من تاریخ الحکما رکھا تھا۔ یعنی تاریخ الحکما کا خلاصہ (نیز ملاحظہ ہوں مخطوطاتِ برلن۔ لیڈن

---

[۵] ملاحظہ ہو عیون الانبا فی تاریخ الاطبا جلد دوم صفحہ ۱۹۵

اور حاجی خلیفہ جلد چہارم صـ۱۶۶) تو اس قدیم ترین شہادت کی موجودگی میں ہمیں کسی اور ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اور ہم وثوق سے یہ کہ سکتے ہیں کہ مصنف نے کتاب کا نام تاریخ الحکما رکھا تھا اور دیگر تمام عنوانات ناسخین و کاتبین کے اپنے تجویز کردہ ہیں۔

مضامینِ کتاب

اس کتاب میں ۱۱۴ فلسفیوں، طبیبوں، ریاضی دانوں اور منجموں وغیرہ کے سوانح حیات ملتے ہیں، جن میں سے بعض مفصل اور بعض مجمل ہیں۔ ان حکما کا زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام سے لے کر مصنف کے اپنے عہد تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ کتاب کئی لحاظ سے اہم ہے۔ اوّل، اس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ عربوں نے یونانی علوم و فنون سے کہاں تک فائدہ اٹھایا تھا۔ دوم، اس میں یونانِ قدیم کے متعلق بعض ایسی معلومات درج ہیں جو خود یونانیوں کی تصانیف میں محفوظ نہیں رہے۔ مثلاً ارسطو کی فہرستِ مصنفات، جو اس کتاب میں بروایت بطلی موس دی ہوئی ہے۔

الزوزنی کا خلاصہ

الزوزنی کی تلخیص کے متعلق ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ اس نے بعض تراجم کو نہ صرف حذف کر دیا ہے بلکہ بعض مقامات پر کچھ اضافہ و تنقیص سے بھی کام لیا ہے۔ بعض عبارات کا ابہام اور خصوصاً جدالی مسائل کی مغلق بحث الزوزنی کے طریقِ کار کا نتیجہ ہے۔ کہیں کہیں غیر مانوس الفاظ کی تشریح بھی ملتی ہے۔ جسے تلخیص نگار کی طرف منسوب کرنا زیادہ قرینِ صحت ہوگا۔

استفادہ

تاریخ الحکما اور اس کے انتخاب کو علمی دنیا میں بہت قدر و منزلت حاصل ہے۔ اس کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ اس کے بعد اس موضوع پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں، ان میں القفطی کو بطورِ سند پیش کیا گیا۔ مثلاً ابن ابی اصیبعہ نے اصل کتاب کو طبقات الاطبا کے دوسرے ایڈیشن کے لیے استعمال

کیا۔ ابن العبری (م ۱۲۸۹ء) نے بھی۔ جو بارہ برس تک حلب کا بشپ رہا۔ مختصر الدول کے لیے اطبا وغیرہ کے حالات اسی کتاب سے لیے۔ اسی طرح ابوالفدا نے اپنی کتاب مختصر فی اخبار البشر میں یونانیوں کے حالات یہیں سے حاصل کیے تھے۔ ابوالفدا نے اسی کتاب کو" تاریخ فی اخبار الحکما "کے نام سے یاد کیا ہے۔ اگر" مختصر" اور " تاریخ الحکما" کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفدا نے کہیں کہیں اصل الفاظ حذف کردیے ہیں اور بعض مقامات پر طرزِ بیان کو بھی آسان بنادیا ہے۔

بعض جدید مولفات میں بھی اس کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً

BIBLIOTHECA - ARABIJO - HISPANA ESCURIALENSIS - OPGRA BY M. CASIRI

اس کتاب میں ۳۳ یونانی اور عرب حکما کے تراجم شامل ہیں جو قفطی سے ماخوذ ہیں۔

PROLEGOMENES DES TABLES ASTRNOMIGUES D'OLOUG BEG BY SEDILLOT. (PARIS 1847.)

اس کتاب میں بھی چند حکما کے حالات درج ہیں۔ جن کا ماخذ القفطی ہے۔

KITAB-UL-TIHRIST EDITED BY FLIIGEL LEIPZG

اس کتاب کی دوسری جلد میں جسے آگسٹ ملر نے ایڈٹ کیا تھا، چند مشہور حکما کے حالات درج ہیں جن کا مصدر القفطی ہے۔[1]

اُردو ترجمہ اس کتاب کا یہ ترجمہ پہلی مرتبہ اُردو داں حضرات کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ یہاں یہ عرض کردینا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ ہر فقرے کا لفظی ترجمہ نہیں۔ بلکہ سلیس اُردو میں مطلب خیز ترجمہ ہے۔ بعض غیر ضروری

---

[1] ڈاکٹر لپرٹ سے حاصل کردہ معلومات یہاں ختم ہوتے ہیں۔ بقیہ مترجم کی تلاش کا نتیجہ ہے۔ (مترجم)

مکررات کو ترجمے میں حذف کر دیا گیا ہے۔ ایک دو مقامات پر بعض فقرات کو جو میری ناقص سمجھ سے بالاتر تھے، بلا ترجمہ چھوڑ دیا ہے اور جگہ خالی رہنے دی ہے۔ اپنی وسعت کے مطابق ترجمے میں روانی و سلاست پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں کہاں تک کام یاب ہوا، مجھے معلوم نہیں۔ بہر حال اگر میری یہ حقیر سی کوشش پسند آجائے تو احقر کو دعائے خیر سے یاد فرمایئے گا۔

ابتدائے حکمت

عربوں کے ہاں حکمت ہر اُس فن کا نام ہے جس کی اختراع انسانی عقل و دانش کی رہینِ منت ہو۔ مثلاً طب۔ کیمیا۔ علم نجوم۔ فلسفہ وغیرہ۔ یہ علوم کوئی آج کی ایجاد نہیں بلکہ اِن کا سراغ ہزارہا برس پہلے تک چلتا ہے۔ مثلاً محققین کا خیال یہ ہے کہ علمِ ہیئت کے موجد اہلِ بابل تھے جہاں ۳۰۰۰سنہ قم میں آسمان کو ماپنے اور تعیینِ بروج کے متعلق کوششیں ہو رہی تھیں۔

ہوموسنٹرق (HOMOCENTRIC) کا نظریۂ نظامِ فلکی جس پر آج تک بحث جاری ہے، دراصل یوڈوکسس (EUDOXUS) (۶-۲۰۵سنہ قم) نے قائم کیا تھا جسے بعد میں ارسطو نے زیادہ شرح و بسط سے پیش کیا۔ علمائے نجوم کا باقاعدہ سلسلہ ہیورکس (۱۴۰سنہ قم) سے چلتا ہے۔ اس نے مشاہدات فلکی کو اس وضاحت سے بیان کیا کہ تین سو برس بعد بطلیموس نے اپنے نظامِ شمسی کی بنیاد بھی انھی مشاہدات پر ڈالی۔

کیمیا کی ابتدائی صورت تو غالباً حضرت آدم کے زمانے میں بھی موجود ہوگی۔ وہ لوگ بھی چند سادہ سادہ اجزا کے ملاپ سے کوئی نہ کوئی کارآمد مرکب بنا لیتے ہوں گے۔ لیکن اس کی ترقی یافتہ صورت کا پہلا سُراغ مصر میں ملتا ہے جہاں سے یہ یونان میں پہنچی اور وہاں سے اطراف عالم میں پھیل گئی۔

علم الاعضا کے متعلق ہم حتماً نہیں کہہ سکتے کہ اس کے موجد کون تھے۔ اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ اس فن کی تکمیل کا سہرا یونانیوں کے سر ہے۔ بقراط و جالینوس نے

علم الاعضا پر چند نہایت اچھی کتابیں لکھی تھیں جن سے بعد میں بوعلی بن سینا اور دیگر اطبائے ایران و عرب نے فائدہ اٹھایا۔ دنیا میں سب سے پہلی مرتبہ بقراط ہی نے یہ کہا تھا۔ کہ ہوا میں ایک ایسی چیز موجود ہے جو پھیپھڑوں کے راستے سے خون میں جاتی ہے اور خون کو صاف کرتی ہے۔ آج حکمائے مغرب نے اس چیز کا نام آکسیجن رکھا ہوا ہے۔

موسیقی کا آغاز کب ہوا اور کن منازلِ ارتقا سے گزر کر موجودہ صورت اختیار کی؟ کوئی نہیں جانتا۔ ہاں اتنا معلوم ہوا ہے کہ فیثا غورث (سنہ ۵۰۰ ۔ سنہ ۵۸۲ قم) پہلا حکیم ہے جس نے فنِ موسیقی پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے بعد ارسٹاکسین (سنہ ۳۲۰ قم) پھر بطلی موس (سنہ ۱۳۰ ع) اور پھر امبروز (AMBRORSE) (سنہ ۳۸۴ ع) نے چند رسائل سپردِ قلم کیے۔

اسی طرح علمِ نباتات کا آغاز محققِ حاضر کی آنکھ سے پنہاں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ نباتات کے خواص و الوان وغیرہ کی طرف پہلی مرتبہ کس نے توجہ دلائی تھی۔ ہاں کتاب السلاطین باب ۴ آیات ۳۱ ۔ ۳۳ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے۔

> "سلیمان کی دانش اہلِ مشرق و اہلِ مصر سے بہت زیادہ تھی۔ . . .
> اس نے تین ہزار امثال لکھیں۔ اس کے گیت ۱۰۰۵ تھے۔ اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی۔ سرو کے درخت سے لے کر جو لبنان میں تھا، اُس زوفہ تک جو دیوار پر اُگتا ہے۔ نیز چار پایوں، پرندوں، رینگنے والے جانوروں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا۔ تمام لوگ اور بادشاہ جو اُس کی دانش کا شہرہ سُن چکے تھے، سلیمان کی حکمت سُننے آتے تھے۔"

ارسطو (۳۸۴ ۔ ۳۲۲ قم) پہلا حکیم ہے جس کی تحریروں میں نباتات کا کچھ نہ کچھ ذکر ملتا ہے۔ تھیوفراسٹس (THEOPHRASTUS) ۲۸۶ ۔ ۳۷۰ قم) نے بھی

اس فن پر چند باقاعدہ رسائل سپردِ قلم کیے تھے جن کا ماخذ ارسطو ہی معلوم ہوتا ہو۔ پہلی صدی عیسوی میں یونان کے ایک ماہرِ نباتات نے ایک اہم کتاب لکھی تھی جس کا نام (MATERIA MEDICA) تھا۔ اور یہی وہ کتاب ہو جو بعد میں آنے والے علما کے لیے چراغِ راہ بنی۔

بقراط، اسقل بیوس (اس کا زمانہ قبل از طوفانِ نوح ہی) کے متعلق لکھتا ہو کہ اس کی لاٹھی خطمی کے درخت کی تھی۔ اور یہ اس لیے کہ خطمی کی تاثیر معتدل ہوتی ہو۔ اس وجہ سے معلوم ہوتا ہو کہ اسقل بیوس نباتات کی تاثیر سے آگاہ تھا۔

حکمائے قدیم کی طبیعی تصانیف

ارسطو نے جہاں نباتات پر ایک رسالہ لکھا تھا، وہیں چند دیگر فنون پر بھی اس کی کتابیں موجود تھیں۔ مثلاً:۔

فاری طوفیل (دریائے نیل پر)۔ فی طولِ اعمارِ الحیوانات۔ فی مسائل طبیعیہ۔ فاری طوفولین (حیوانات کی پناہ گاہیں) فی السماءِ والعالم۔ فی الکون والفسادِ۔ ناسیس توسیقا (طبیعات پر)۔ باریدیا قاطس (غذا پر)۔ کتاب فی الفلاحۃ۔ وغیرہ۔

اسکندر افرودیسی نظر جیسے مشکل مسئلے پر ایک کتاب لکھ گیا ہو۔ عنوان ہی:۔

الردّ علی من یقولُ انّ الابصار لاتکون اِلّا بشعاعات تنبعث من العین۔

الاسکندروس نے۔ جو جالینوس سے پہلے گزرا تھا، امراضِ چشم پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا علل العین وعلاجاتہا۔ اسی حکیم نے ایک اور کتاب پیٹ کے کیڑوں پر لکھی یعنی کتاب الحیّات والدیدان التی تتولّد فی البطن۔ اثافرودلطس نے فی الاثار العلویۃ تصنیف کی۔ ادسطن کی کتاب النفس سے معلوم ہوتا ہو۔ کہ یہ حکیم طبیعیات کا بہت بڑا فاضل تھا۔ ابلونیوس النجّار نے خطوطِ منحنیہ پر کتاب المخروطات لکھی جس کا مامون نے عربی میں ترجمہ کرایا۔ یہی وہ کتاب ہو جس سے حکیم اقلیدس نے فائدہ

اٹھا کر اپنی شہرۂ آفاق تصنیف مرتب کی تھی۔ اقلیدس علمِ ہندسہ کا امام سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب آج بھی بہ طور سند استعمال ہوتی ہے۔ اس کی چند دیگر تصانیف کے نام کتاب الارکان۔ کتاب المناظر اور کتاب تالیف اللحون ہیں۔

ارشمی دش (۲۱۳ سنہ قم) علمِ ریاضی کا بہت بڑا فاضل سمجھا جاتا ہے۔ اس نے دائرہ، کرہ، خطوطِ متوازیہ، اشکالِ مثلثہ اصولِ ہندسہ اور زوریا پر کئی کتابیں لکھیں جن میں سے دس کا ذکر اصل کتاب میں ملے گا

اقطمن، بطلی موس سے ۱،۵ برس پہلے گزرا تھا لیکن اُس کے مشاہداتِ فلکی بطلی موس کے عہد تک قابلِ اعتماد رہے۔ اسی زمانے میں کالڈیہ کا ایک حکیم ابرحسن نامی اس پائے کا منجم تھا کہ جب بطلی موس نے اُس کی تصنیف کتاب اسرارِ النجوم پڑھی تو تعظیماً سجدے میں گر پڑا۔ ارسطی فس کی کتاب الجبر اور قسمتہ الاعداد سے صدیوں تک دُنیا مستفید ہوتی رہی۔ ارسطحسن کی "کتاب الشمس والقمر" البیسقلاؤس کی "کتاب المطالع" اوطولوقس کی "کتاب الطلوع والغروب" اور ارستجانس کی "طبیعۃ الانسان" علمی دنیا میں بیش بہا اضافہ تھیں۔

بقراط (۳۶۰ سنہ قم) صرف علمِ طب کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن اس کی ایک تصنیف ہوا اور پانی پر بھی ملتی ہے۔ عنوان ہے کتاب الماءِ والہواءِ۔ بطلی موس منجم تھا لیکن جغرافیۂ عالم پر بھی ایک کتاب لکھ گیا، جس کا یعقوب الکندی نے عربی میں ترجمہ کیا باذی نوس نے طوفان نیز دُم دار ستاروں پر کتابیں لکھیں۔ پشدادی خاندان کے فرماں روا ضحاک کے زمانے میں بابل کے ایک حکیم تینکلوش نے "کتاب الوجوہ والحدود" سپردِ قلم کی۔ ثاذوسیوس کی تصنیف "کتاب الاکر" کو اس قدر اہمیت حاصل تھی۔ کہ اسے المجسطی سے کم اور اقلیدس سے بلند درجے کی کتاب سمجھا جاتا تھا۔ ثیوذوفروس نے کتاب اللیل والنہار جیسی مفید کتاب سپردِ قلم کی۔ جالی نوس کی ۱۷ تصانیف کا

ذکر اصل کتاب میں دیکھیے۔ ذیاسقوریذوش نے کُتاب الحشائش" تصنیف کی۔ طوریوس نے "کتاب الرویا" لکھ کر خواب کی حقیقت سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ فلوطرخس نے مسائل طبیعیہ پر تمام علماے طبیعی کی آرا جمع کرکے مجموعے کا نام "کتاب الآراء الطبیعیہ" رکھا۔ ثالیس المصری نے بارش اور موالید پر گیارہ کتابیں لکھیں۔ مورطس کی تصنیف کتاب" فی آلالۃ المصوتۃ اور نیقوماخس کی کتاب "کتاب النغم" ارباب موسیقی کے ہاں مدتوں بہ طورِ سند استعمال ہوتی رہی۔

حکمت اسلام میں

عہدِ امیہ (۶۶۱-۶۷۵۰) میں سلطنتِ اسلامی کی سرحدیں مغرب میں ساحلِ اوقیانوس، مشرق میں سندھ، جنوب میں بحر ہند اور شمال میں قفقاز تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مختلف اقوام باہم مل رہی تھیں۔ بصرہ و کوفہ کی یونی ورسٹیوں میں عرب، ایرانی، عیسائی، یہودی اور مجوسی تحصیلِ علوم کے لیے جمع ہو رہے تھے۔ ایک مُلک کے تاجر اپنے تمدن کا پیغام لے کر دوسرے ممالک میں جا رہے تھے۔ ایرانی تاجر و سیاح ایک طرف ہند و چین تک آتے تھے اور دوسری طرف یونان و رُوم تک جاتے تھے۔ بہ دیگر الفاظ یہ قاصدانِ حکمت تھے جو ہندستان سے امثال و حکایات، جوتش اور سحر لے جاتے تھے اور روم و یونان سے طب اور دیگر علومِ طبیعیہ لایا کرتے تھے۔ اہلِ شام مغرب کی ہر گلی کوچے سے آگاہ تھے۔ یہ تجارت کے لیے فرانس کے مغربی سواحل تک جاتے تھے۔ وہاں شراب و ابریشم بیچ کر بڑی بڑی رقموں کے ہمراہ مغربی تاثرات بھی لے آتے تھے۔ شام ایک ایسا ملک ہے جہاں اہلِ ایران و رُوم صدیوں تک ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ مختلف تہذیبوں کے آثار آج بھی قدم قدم پر یہاں ملتے ہیں۔ اُن دنوں شام کے مدارس میں یونانی علوم و فنون کا خاصہ چرچا تھا۔ اور محض علما یونانی کتابوں کو شامی زبان میں منتقل کر رہے تھے۔

نوشیرواں (۵۲۱-۶۵۷۹) نے جندی شاپور میں فلسفہ و طب کی ایک درس گاہ

کھول رکھی تھی۔ جس میں شام کے چند عیسائی عالم تدریس پر مامور تھے۔ ۵۲۹ء میں افلاطونی اسکول کے سات حکیم ایتھنز سے نکال دیے گئے تھے جنھیں نوشیرواں نے اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ گو اُن کا عرصۂ قیام مختصر تھا لیکن ایرانی علما پر اُن کے افکار کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑا ہوگا۔

سیاحوں تاجروں اور خود اہلِ علم کی اس آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بھی ان علوم کا شوق پیدا ہوگیا۔ خود اُن کے ہاں تو یہ علوم موجود نہ تھے اس لیے ہند و یونان اور مصر و بابل کے کتب خانوں کو عربی میں ڈھالنا شروع کردیا۔ اور رفتہ رفتہ عربی زبان کا دامن اِن گراں بہا ہیروں سے بھر گیا۔

تراجم

شامی زبان میں چوتھی صدی عیسوی سے تراجم شروع ہوگئے۔ ہمارے علم کے مطابق شام کا پہلا مترجم انطاکیہ کا ایک پادری طبیب پروبس (PROBUS) نامی تھا جس نے پانچویں صدی کے نصفِ اول میں ارسطو کی بعض منطقی تحریروں کو شامی زبان میں منتقل کیا تھا۔ اس کی وفات ۵۳۶ء کو قسطنطنیہ میں ہوئی۔

مُسلم فتوحات کے بعد وہی شامی جو پہلے اپنی زبان میں تراجم کیا کرتے تھے، اب عربی زبان کی خدمت میں لگ گئے۔ ان لوگوں نے کچھ تو براہِ راست یونانی کتب کے تراجم کردیے، اور بعض صورتوں میں شامی تراجم کو عربی میں بدل ڈالا۔ اُمیہ خاندان کے ایک خلیفہ خالد بن یزید (م ۷۰۴ء) کو علمِ کیمیا سے خاص دلچسپی تھی۔ اور اس مقصد کے لیے ایک پادری کو بہ طور اتالیق رکھا ہوا تھا۔ خالد نے کیمیا کی چند یونانی کتابوں کو عربی میں منتقل کرایا۔ بعض دیگر خلفا و امرا نے بھی اس طرف توجہ دی اور اس طرح چند دیگر یونانی رسائل کا بھی عربی میں ترجمہ ہوگیا۔ جب امیہ کے بعد عباسی سریر آرائے خلافت ہوئے تو منصور (۷۵۴ء - ۷۷۵ء) نے تراجم پر کافی توجہ دی۔ یونانی طبعیات، طب اور منطق کی چند کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ بعض پہلوی اور سنسکرت کی کتابوں کو بھی

عربی میں منتقل کرایا۔ الفزاری نے اسی خلیفہ کے حکم سے سنسکرت کی ایک کتاب سدھانتا (جوتش کی کتاب) کو عربی لباس پہنایا۔ تراجم میں ابن المقفّع نے منصور کی کافی مدد کی۔ طبعیات کی عربی اصطلاحیں اسی فاضل کی وضع کردہ ہیں۔ افسوس ہو کہ اس کا کوئی ترجمہ آج باقی نہیں رہا۔

نویں صدی کے مترجمین میں سے یحییٰ بن البطریق، عبد المسیح بن عبداللہ نعیم الحمصی اور قُسطا بن لوقا بعلبکی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بیسیوں دیگر علما شاہی درباروں میں اس خدمت پر مامور تھے۔ حُنین بن اسحاق (۸۰۹ - ۸۷۳ء) اس کا لڑکا اسحاق بن حُنین (سنہ ۹۱۰ء) اور اس کا بھتیجا حُبیش بن حسن مشہور مترجموں میں سے ہیں۔ جنھوں نے چند نئے تراجم کے علاوہ بعض پُرانے تراجم کی اصلاح بھی کی تھی۔ اسی طرح ابو بشر متّی بن یونس (سنہ ۹۴۰ء) ابو ذکریا یحییٰ بن عُدیّ المنطقی (سنہ ۹۷۴ء) ابو علی عیسیٰ بن اسحاق بن زُرعد (سنہ ۱۰۰۸ء) ابو الخیر الحسن بن الخمّار (پ سنہ ۹۴۲ء) ثابت بن قرّۃ۔ حجاج بن یوسف بن مطر الکوفی۔ ابو الوفا محمد بن محمد الحاسب۔ عیسیٰ بن یحییٰ۔ ابراہیم بن الصلت۔ عمر بن الفرخان اور یحییٰ بن ہارون کے تراجم، حواشی، اور دیگر تحریریں علمی دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔

اِن مترجمین کی توجہ زیادہ تر طب، منطق اور مواعظ و حکم پر مرکوز رہی اور یونان کی بہترین میراث یعنی شاعری، تاریخ، موسیقی اور نقاشی وغیرہ کو نظر انداز کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی تذکروں اور تاریخوں میں یونانی سلاطین و طبیبین کے نام تو ملتے ہیں لیکن یونانی مصوروں، شاعروں اور ناول نگاروں کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ یہ تذکرے یونانی زبان و تمدّن کے ذکر سے بھی خالی ہیں۔ اور آج ان اشیا کے متلاشی کو دیگر مصادر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہی۔

اسلامی علوم مغرب میں

سنہ ۷۵۰ء میں جب اُمیہ کو شام میں زوال آیا تو اس خاندان کا ایک فرد عبد الرحمٰن بن معاویہ بحیرۂ روم کو عبور کر کے

دیباچہ

اندلس میں جا پہنچا اور وہاں ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی جو تقریباً آٹھ سو برس تک جاری رہی۔ عبدالرحمٰن سوم (۹۱۲ - ۹۶۱ء) کے زمانے میں یہ سلطنت پورے عروج پر تھی۔ اور نویں صدی میں علوم وفنون کا جو آفتاب مشرق بغداد سے طلوع ہوا تھا۔ اب دسویں صدی میں اس کی تجلیاں سرزمینِ اندلس تک آپہنچی تھیں۔ ہر طرف علم وحکمت کی تڑپ پیدا ہوگئی تھی۔ اور یہاں کی یونی ورسٹیوں میں مشرق ومغرب ہر دو سے طلبا آنے لگے تھے۔

خلیفہ الحکم (۹۱۸ - ۹۷۷ء) علوم وفنون کا اتنا بڑا مربی تھا کہ اس کے دارالکتب میں کم از کم چار لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ گو ۱۰۱۳ء کے بربری حملوں سے یہ عظیم الشان سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی تھی۔ تاہم یہاں سے دیر تک بڑے بڑے حکما اٹھتے رہے۔ مثلاً ابوبکر محمد بن یحییٰ بن الصائغ بن باجہ (م ۱۱۳۸ء) ابوبکر محمد بن عبدالملک بن طفیل القائسی (م ۱۱۸۵ء)۔ ابوالولید۔ محمد بن احمد بن محمد بن رُشد قرطبی (۱۱۲۶ - ۱۱۹۸ء) اور فلسفۂ تاریخ کا موجد ابنِ خلدون (۱۳۳۲ - ۱۴۰۶ء) وغیرہ۔

خاتمہ ہمارے یہ اسلاف بڑے باہمت لوگ تھے۔ ان کی زندگیاں خدمتِ علم میں کٹ گئیں اور دُنیا سے رُخصت ہوتے وقت یہ لوگ تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ پیچھے چھوڑ گئے۔ وہ زمانہ نسبتاً تاریکی کا زمانہ تھا۔ ایجاد وتحقیق کے جو وسائل آج موجود ہیں، اُن کا تصور تک بھی اس زمانے میں نہیں آسکتا تھا۔ لیکن مقامِ صد حیرت ہو کہ اُس "تاریک زمانے" کے "کم علم" لوگوں نے تو کتابیں لکھ لکھ کر لائبریریاں بھر ڈالیں۔ اور دوسری طرف ہماری یہ حالت ہو کہ کتابیں لکھنا تو رہا ایک طرف، اُن کتابوں کو سمجھنے تک کی قابلیت نہیں رکھتے۔

ضرورت ہو کہ اُردو بولنے والے حضرات اپنے فرض کو پہچانیں اور اس مُفلس زبان کا دامن تراجم اور طبع زاد تصانیف سے بھر دیں کہ زبانیں اس طرح بنتی ہیں۔ اور ہر قوم کی تعمیر تہذیب اُس کے ادب پر اٹھائی جاتی ہو۔

والسلام

کیمبل پور۔ برق۔ ۵ مئی ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا قابلِ ستایش ہو وہ اللہ جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ جس کے ہمہ گیر علم سے کوئی چیز، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، باہر نہیں۔ جس نے ہمیں عقل کی نعمت بخشی اور جو کل قیامت کے دن ہمیں پھر زندہ کرے گا۔ خداوند تبارک و تعالا اپنی رحمتوں کی بارش انبیاے کرام پر برسائے۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص برکات کے لیے انتخاب فرمائے۔

پہلا حکیم یہ امر ہمیشہ زیرِ بحث رہا ہو کہ پہلا حکیم (جس نے حکمت وارکانِ حکمت مثلاً منطق، طبعیات الٰہیات وغیرہ پر کچھ ارشاد فرمایا ہو) کون تھا؟ کسی نے الف کو حکیمِ اوّل کہا اور کسی نے ب کو۔ کافی فکر و تلاش کے بعد اہلِ نظر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حکمت اُس نبوّت کا دوسرا نام ہو، جو حضرتِ ادریس علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ اور جن حکما کو مختلف علما نے اوائل الحکما قرار دیا ہو، وہ یا تو حضرت ادریس علیہ السلام کے شاگرد تھے اور یا شاگردوں کے شاگرد۔

میرا ارادہ یہ ہو کہ اس کتاب میں ہر قوم و ملّت کے ان تمام قدیم و جدید حکما کا ذکر کروں جو میرے عہد تک ہوے ہیں۔ اور جنھوں نے یا تو چند مفید اقوال بطورِ یادگار پیچھے چھوڑے، یا کوئی کتاب لکھ گئے۔ اور یا کسی صنفِ حکمت کے مخترع ہوے۔ اِن حکما کا ذکر بہ ترتیبِ حروفِ ابجد ہوگا۔ مجھے یقین ہو کہ یہ کتاب طلبۂ تاریخ و حکمت کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

ا لف

اِدریس علیہ السلام

ادریس کے متعلق جو کچھ مفسّرین، مورّخین اور افسانہ سراؤں نے کہا ہو، اُسے

یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف وہ تفاصیل پیش کی جائیں گی۔ جو حکما کے قلم سے نکلی ہیں۔ اِدریس کی جائے ولادت اور (نبوت سے پہلے) تحصیلِ علم کے متعلق حکما میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ مصر کے ایک موضع منف[1] میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا نام ہرمس الہرامسہ تھا۔

ہرمس ایک یونانی کلمہ ارمیس (جس کے معنی عطارد ہیں) کا مُعرّب ہے۔ ایک اور گروہ کا خیال یہ ہے کہ ادریس کا یونانی نام طرمیس تھا۔ عبرانیوں کے ہاں آپ خنوخ اور عربوں میں اخنوخ کہلاتے تھے۔ اور اللہ سبحانہ نے قرآنِ حکیم میں آپ کو اِدریس کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

آپ کے استاد کا نام غوثاذیمون اور ایک روایت کے مطابق اغثاذی مون (مصری) تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کہیں سے نہیں ملتے۔ اگر کہیں سے کوئی بات ملی بھی ہے تو صرف اس قدر کہ یہ یونانی و مصری انبیا میں سے ایک تھا۔ اس کو اورین[2] دوم بھی کہتے تھے۔ اور ادریس اورین سوم کہلاتا تھا۔ اورین کے لفظی معنی ہیں نیک بخت اور بہت خوش قسمت۔

مشہور ہے کہ ہرمس مصر سے نکل کھڑا ہوا۔ تمام زمین کی سیاحت کے بعد بیاسی سال کی عمر میں واپس آیا۔ اور یہیں[3] آپ کا رفع جسمانی یا وفات ہوئی۔

---

[1] منف مصر کا قدیم دارالخلافہ تھا۔ قبطی زبان میں اسے مافہ کہتے تھے۔ یہ فُسطاط سے بارہ میل دُور تھا۔ جب اسکندرِ اعظم نے اسکندریہ تعمیر کیا تو حکومت وہاں منتقل ہوگئی۔ اور جب عمرو بن عاص نے مصر کو فتح کیا تو دریائے نیل کے کنارے پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی جسے فُسطاط کہتے ہیں۔ یہ شہر دارالخلافہ بن گیا اور صدیوں تک مقامِ حکومت رہا۔ آج کل منف قاہرہ سے تقریباً پچاس میل شمال مغرب میں ایک اہم ریلوے اسٹیشن ہے۔ (تاریخ الحکما۔ القفطی۔ صہ ۳۴۹ مطبوعہ جرمنی) [2] ایک نسخے میں لورین اور ایک میں لودین بھی دیا ہوا ہے۔ [3] اصل کتاب کے الفاظ ہیں۔ ورفعه الله الیه بها۔ لفظی معنی ہوں گے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰ پر)

ایک اور گروہ کا خیال یہ ہے کہ ادریس بابل میں پیدا ہوا تھا اور وہیں بڑا ہوا۔ اوائل عمر میں شیث بن آدم کا ایجاد کردہ علم حاصل کیا۔ شیث ادریس کے اجدادِ کرام میں سے ایک بزرگ تھے۔ ملاحظہ ہو سلسلۂ نسب :۔

ادریس بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔ علامہ شہرستانی[1] فرماتے ہیں۔ کہ اغثاذی موں، شیث کا دوسرا نام تھا۔ جب ادریس کئی مراحلِ زندگی طے کر چکا تو اسے نبوت دی گئی۔ ادریس نے ابنارِ آدم کو آدم و شیث کی شریعت کی طرف دعوت دی اور سرکشی کے نتائج سے آگاہ کیا۔ چند ایک نے تو سر جھکا دیا لیکن اکثریت باغی ہو گئی۔ ان حالات میں آپ نے اس سرزمین کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور متبعین کو بھی ہمراہ چلنے کا حکم دیا لیکن انھیں ترکِ وطن گوارا نہ تھا۔ کہنے لگے، دنیا میں بابل جیسا خوب صورت مُلک کہاں ملے گا۔ (سریانی زبان میں نہر کو بابل کہتے ہیں۔ اور غالباً اُن کی مُراد دجلہ و فرات تھے) ادریس نے فرمایا کہ جس اللہ کے لیے ہم ہجرت کر رہے ہیں، وہی ہمارے رزق کا بھی کفیل ہو گا۔ چناں چہ چل پڑے اور اُس خطے میں جا پہنچے، جو بعد میں بابلیون[2] کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس خطے کے بیچوں بیچ دریائے نیل بہ رہا تھا اور بہ تمام سرسبز وادی غیر آباد پڑی تھی۔ یہ نیل کے کنارے اُتر پڑے۔ اور اللہ کے دربار میں چند سجدہ ہائے تشکر پیش کیے۔ حضرت ادریس نے اپنی جماعت کا نام بابلیو[3] رکھ دیا۔

(صہ ۱۹ کا بقیہ نوٹ) :۔ "اور اللہ نے معنوں ہی ادریس کو اپنی طرف اٹھا لیا"۔ یہ الفاظ رفعِ جسمانی اور رفعِ روحانی ہر دو کے متحمل ہیں۔

[1] ابوالفتح شہرستانی۔ مصنف "الملل والنحل" وفات ۱۱۵۳ء۔ [2] بابلیون اس لیے کہ یہ لوگ بابل سے آئے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ وادی بھی بابلیوا کہلانے لگی۔ یعنی مکان مکین کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بابل عراق کا ایک مشہور شہر، جسے سمیرامیس (ایک دیوی جس کی شام میں پرستش کی جاتی تھی) کی لڑکی (جس پر اشوریوں کے پہلے بادشاہ کالڑ کا نینوس عاشق ہو گیا تھا) نے بنایا تھا۔ یہ لڑکی ازبس بہادر اور ایک جنگ جو سپہ سالار تھی۔ (تاریخ ملل قدیمہ مطبوعہ انجمن ترقی اُردو)

لفظِ بابلیون کی تفسیر میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں اس کے معنی ہیں "نہر جیسی نہر"۔ بعض دیگر کے ہاں ہیں "تمھاری نہر کی طرح ایک نہر" ایک گروہ کے خیال میں اس کے معنی ہیں "نہرِ مبارک" ایک اور گروہ کے ہاں "یون" سریانی زبان میں علامتِ مبالغہ ہے اور اس لفظ کے معنی ہیں "بہت بڑی نہر"۔

عربوں کے بغیر باقی تمام اقوام و امم میں یہ وادی بابلیوں کے نام سے مشہور ہوگئی۔ اور عرب اسے اقلیمِ مصر کہتے رہے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ طوفانِ نوح کے بعد حضرت نوحؑ کا ایک پوتا مصر بن حام بن نوح یہاں آباد ہوگیا تھا جس کی وجہ سے یہ تمام خطہ مصر کہلانے لگا۔ واللہ اعلم۔

مصر میں حضرت ادریس نیکی کی تبلیغ کرتے، بُرائی سے رد کتے۔ اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ اُن دنوں دنیا میں صرف ۷۲ زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اللہ نے آپ کو یہ تمام زبانیں سکھلا دی تھیں۔ تاکہ ہر فرقے کو اُس کی اپنی زبان میں درسِ ہدایت دے سکیں۔ آپ جس شہر میں جاتے، وہاں ہونہار طلبا کی ایک جماعت جمع ہوجاتی۔ جسے آپ سیاستِ مدنی کا درس دیتے۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قوم نے سیاستِ مدنی سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اپنی زمینوں میں شہر بنائے۔ کہتے ہیں کہ اِن شہروں کی تعداد ۱۸۸ تھی جن میں سب سے چھوٹا رُہا[1] تھا۔

اِدریس حکمت و ہیئت کا بانی تھا۔ آپ پر اللہ نے آسمان کے تمام راز کھول دیے تھے۔ مثلاً آسمان کی ساخت کس مادے سے ہوئی، ستارے کہاں سے آگئے، سال و ماہ کی تعیین کیوں کر کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ علوم ادریس کو الہاماً نہ سکھائے جاتے تو دنیا محض اپنی کوششوں سے انھیں حاصل نہ کرسکتی۔

---

[1] الجزیرہ کا ایک شہر ہے جس میں بڑے بڑے فضلا پیدا ہوئے۔ مثلاً زید بن ابی انیسہ۔ یزید بن سنان رُہاوی و حافظ عبدالقادر الجزیرہ سے مراد دیارِ بکر ہے۔ (القاموس)

اِدریس نے ہر قوم و مُلک کی ضرورِیات کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لیے قوانین وضع کیے۔ تمام زمین کو چار حصّوں میں تقسیم کر کے ہر حصّے کا ایک امیر تجویز کیا۔ جس کا فرض یہ تھا کہ عوام کو شریعت کا مُتبع بنائے۔ ان چار بادشاہوں کے نام یہ تھے۔ (۱) ایلاوس رحیم، (۲) زوس (۳) اسقلبیوس (۴) زوس امّون (ایک روایت کے مطابق ایلاوس امون، ایک اور روایت کے مطابق لبیلوخس)

شریعتِ ادریس شریعتِ اِدریسی کے بڑے بڑے اصول یہ تھے: خُدائے واحد کا اقرار و عبادت، عذابِ آخرت سے بچنے کے لیے دنیا میں عملِ صالح، دنیوی دل چسپیوں سے اِعراض، انصاف، نماز، روزہ، دشمنانِ مذہب سے جہاد، غربا کی امداد کے لیے زکوٰۃ، غلاظت مثلاً جنابت، کتّے اور گدھے سے بچنا۔ اور مسکرات سے مکمل اجتناب۔

آپ نے ان لوگوں کے لیے چند عیدیں بھی مقرّر کر دی تھیں۔ مثلاً جب سورج کسی برج میں داخل ہوتا تھا یا ہلال نظر آتا تھا۔ یا گردش کے بعد کوئی سیارہ اپنے گھر میں واپس آتا تھا۔ تو وہ لوگ عید منایا کرتے تھے۔

نیز حکم دیا کہ اللہ کے سامنے مندرجۂ ذیل اشیا بہ طورِ نذر و نیاز پیش کی جایا کریں۔ لوبان (کی دھونی)، ذبح کردہ حیوانات۔ شراب اور دیگر خوب صورت و قیمتی اشیا۔ مثلاً پھولوں میں سے گلاب۔ غلّوں میں سے گندم اور میووں میں سے انگور۔

نیز کہا کہ میرے بعد تمھارے پاس کئی اور انبیا آئیں گے جن کی اطاعت تم پر فرض ہوگی۔ نبی اِن علامات سے پہچانا جا سکتا ہے کہ وہ تمام عیوب سے پاک اور تمام اعلا اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کا کوئی مسئلہ اُس سے پوچھو وہ اطمینان بخش جواب دیتا ہے۔ اُس کی ہر ہدایت امراض و آلام سے بچاتی ہے۔ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کا پیغام اصلاحِ عالم کا کفیل۔

طبقاتِ انسانی ادریس نے تمام زمین پر قبضہ جانے کے بعد انسانوں کی تین جماعتیں کر دیں۔ کاہن[1]، بادشاہ اور عوام۔ کاہنوں کا درجہ بادشاہوں سے بلند کر دیا۔ کاہن نہ صرف اپنے لیے بلکہ بادشاہ اور عوام کے لیے دُعا کر سکتے تھے۔ بادشاہ صِرف اپنی رعیّت اور اپنی جان کی خیر مانگ سکتا تھا اور عوام کو اجازت نہ تھی کہ وہ بادشاہ یا کاہن کے حق میں دُعائے خیر مانگیں۔ یہ اس لیے کہ کاہن اللہ کے بہت قریب تھا۔ اُسے دوسروں کی دُعا کی حاجت نہ تھی۔ اس کے بعد بادشاہ اور پھر رعیّت کا درجہ تھا۔

تو یہ ہیں وہ اصوُل و قواعد جن پر ادریس کے مُتبع سختی کے ساتھ عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اِدریس کو اللہ نے اپنے ہاں بلا لیا۔ یا اٹھالیا۔ اور اس کے اصحاب اس کے جانشین ہوے۔

مذکورۃ الصدر چار بادشاہوں میں سے اسقل بیوس بہت بلند عزم انسان تھا۔ اس نے ادریسی شریعت کی پوُری پوُری محافظت کی۔ ادریس کے فراق کا اسے اس قدر صدمہ ہوا کہ اس نے عبادت کدوں میں ادریس اور اُس کے رفعِ جسمانی کی تصویریں بنوا ڈالیں۔ جب یونانیوں نے ان شہروں پر قبضہ کیا اور ادریس کی یہ تصاویر ان عبادت کدوں میں (جو طوفانِ نوحؑ سے تباہ نہ ہوے تھے) دیکھیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ خود اسقل بیوس آسمان کی طرف اٹھایا گیا تھا حالاں کہ یہ قیاس ہر لحاظ سے غلط ہے۔ (مزید تفاصیل حالاتِ اسقل بیوس میں دیکھو)

صابئین[2] کا فرقہ شریعتِ ادریسی کو "قیمہ" (محکم۔ استوار۔ پائندہ) کے نام سے

---

[1] نحوائے کلام سے پتا چلتا ہے کہ یہاں کاہن سے مُراد مذہبی پیشوا، عالم شریعت اور شیخ الملّت ہے۔ وہ کاہن مُراد نہیں جس کی مذمت قرآن انجیل اور تورات میں بار بار کی گئی ہے۔ ادریسی کاہن اور موسوی کاہن میں وہی فرق ہے جو آج کل کے نام نہاد علما اور گزشتہ فضلائے اسلام میں پایا جاتا ہے۔ [2] تفسیرِ جلالین کے حاشیے (مطبوعہ نول کشور ص۹) پر درج ہے "قتادہ کے خیال میں صابئین ایک ایسا فرقہ ہے (بقیہ حاشیہ ص۲۴ پر)

یاد کرتا ہی۔ یہ شریعت زمین کے تمام آباد طبقوں پر چھا گئی۔ اور اس کا قبلہ خط نصف النہار پر سیدھا جنوب کی طرف تھا۔

اِدریس کا حُلیہ آپ کا قد اُونچا، ماتھا چوڑا، چہرہ خوب صورت، داڑھی گھنی، خدو خال ملیح، سینہ چوڑا، کندھے فراخ، ہڈّیاں موٹی، گوشت کم۔ اور آنکھیں سیاہ و روشن تھیں۔ کلام میں متین، سکوت پسند اور حوصلہ مند تھے۔ چلتے وقت آنکھیں عموماً زمین پر مرکوز ہوا کرتی تھیں۔ بہت زیادہ سوچتے اور اس لیے کچھ تُرش رُو نظر آتے تھے۔ غصّے میں بہت گرم ہو جاتے اور دورانِ گفتگو میں انگشتِ شہادت کو ہلاتے رہتے تھے۔ زمین پر آپ کا عرصۂ قیام بیاسی برس تھا۔

ادریس کے نگینِ خاتم پر یہ الفاظ کندہ تھے:۔

"ایمان و صبر کا لازمی نتیجہ ظفر ہی۔"

آپ کے کمر بند پر جو عید کے موقع پر باندھتے، یہ الفاظ مرقوم تھے:۔

"فرائضِ شرعی کی بجا آوری سے مذہبی زندگی کی تکمیل ہوتی ہی اور مذہبی زندگی کی تکمیل جواں مردی کی انتہا ہی۔"

جنازوں میں شمولیت کے وقت جو کمر بند استعمال فرماتے، اس پر لکھا تھا:

"سعادت مند وہ ہی جو نفس کا محاسبہ کرے۔ اللہ کے ہاں سب سے بڑی سفارش نیک اعمال ہیں۔"

مواعظ و حِکَم حضرت ادریس کے بعض اقوال ہر جگہ بہ طورِ امثال و رموز رائج ہیں اور دُنیا کی مختلف زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہی۔ چند ایک درجِ ذیل ہیں:۔

(صفحہ ۲۳ کا بقیہ حاشیہ):۔ جو فرشتوں کی عبادت اور زبور کی تلاوت کرتا ہی۔ بعض دیگر کے ہاں یہ یہود کا کوئی فرقہ ہی۔ ایک مفسر انھیں نجوم پرست قرار دیتا ہی"۔

(الف) اللہ کی نعمتوں کا شکریہ آسان ہے اور نعمتِ خلق کا شکریہ ادا کرنا مشکل۔

(ب) جو شخص علم میں کمال اور اعمال میں صلاحیت چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ جہالت وبدکاری سے بچے۔ فرض کیجیے کہ ایک کاری گر مختلف صنعتوں میں ماہر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑے سینے سے فراغت پاکر لکڑی کا کام شروع کرے گا تو خیاطت کے تمام آلات الگ رکھ دے گا۔ اور نجّاری کے اوزار کام میں لائے گا۔ دُنیا و آخرت دو الگ الگ دنیائیں ہیں جن کی محبت بہ یک وقت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

(ج) دنیوی بہبودی کا نتیجہ حسرت اور ناکامی کا نتیجہ ندامت ہے۔

(د) صیام و صلوات اور عبادات میں خلوصِ نیت ضروری ہے۔

(ہ) جھوٹی قسمیں مت کھاؤ، سچّی قسموں سے بھی پرہیز اولیٰ ہے۔ جھوٹے کو قسم مت دو۔ ورنہ برابر کے گنہ گار بن جاؤ گے۔

(و) گھٹیا پیشوں سے بچو۔

(ز) بادشاہوں کی اطاعت کرو، بڑوں کے ساتھ انکسار سے پیش آؤ اور اللہ کی تعریف ہر وقت تمہارے لبوں پر رہے۔

(ح) دل کی زندگی علم و حکمت سے ہے۔

(ط) کسی شخص سے اس لیے حسد نہ کرو کہ وہ دولت مند ہے کیوں کہ دولت کی لذتیں فانی و عارضی ہیں۔

(ی) جس شخص نے قناعت کو چھوڑ دیا، وہ پھر کبھی دولت مند نہ بن سکا۔

سلیمان بن حسّان المعروف بہ ابنِ[۱] جلجل فرماتے ہیں:۔

"ہرمس تین تھے: پہلا طوفانِ نوح سے پہلے تھا۔ (ہرمس قیصر و کسریٰ کی طرح

---

[۱] اندلس کا مشہور طبیب نیز تاریخ الحکما کا مصنف جس کے حالات حرف السین میں آئیں گے۔

ایک لقب تھا) جسے اہلِ ایران ایھلل (انصاف پسند) اور عبرانی خنوخ (نیز ادریس) کہتے تھے۔ ایرانیوں کے ہاں اس کے دادا کا نام کیومرث[1] تھا۔ ابومعشر[2] بیان کرتا ہے۔ کہ ادریس پہلا منجم تھا۔ عبادت گاہیں سب سے پہلے آپ ہی نے بنوائی تھیں۔ علم الطب کے اختراع کا فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ نے ارض و سما کے بعض مناظر پر چند نظمیں بھی کہی تھیں۔ طوفانِ نوح کی خبر سب سے پہلے آپ ہی نے دی تھی۔

ادریس نے اپنی سکونت کے لیے مصر کی سطحِ مرتفع کو پسند فرمایا۔ وہاں شان دار معابد بنوائے۔ نیز ایسے نقاش خانے تعمیر کرائے جن میں تمام صنعتوں کو بہ صورتِ تصاویر واضح کیا گیا تھا۔ اور تمام آلاتِ صنعت وحرفت کی تصاویر بنا دی گئی تھیں تاکہ طوفانِ[3] نوح سے یہ علوم مٹ نہ

---

[1] کیومرث کے متعلق ہفت قلزم میں درج ہے "یکے از انبیاے آدم کہ بادشاہ شد، ہمیشہ در کوہ گشتے و پوست پوشیدے" یہ پیش دادی خاندان (۷۰۳۰ - ۵۵۹ ق م) کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کا شجرۂ نسب فرہنگ آنندراج میں یوں دیا ہوا ہے، کیومرث بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح۔ [2] جعفر بن محمد بن عمر ابو معشر البلخی جو یعقوب کندی کا ہم عصر تھا، اس کی وفات واسط میں ہوئی۔ مزید حالات حرف الجیم میں دیکھیے۔

[3] بائبل میں درج ہے کہ آدم ۴۰۰۴ ق م میں پیدا ہوا تھا اور طوفانِ نوح ۲۳۴۸ ق م میں آیا تھا۔ ایک جرمنی محقق نے ثابت کیا ہے کہ قدیم زمانے میں افریقہ و امریکہ باہم ملے ہوئے تھے اور یہ درمیانی علاقہ مملکت اطلانتیس کہلاتا تھا۔ ایک زلزلے کی وجہ سے اس حصے پر پانی چڑھ گیا۔ اور یہی طوفانِ نوح تھا۔ بعض دیگر محققین کا خیال یہ ہے کہ یہ طوفان لیموریا میں آیا تھا۔ لیموریا جنوبی اوقیانوس میں ایک خطّہ تھا جو افریقہ و ایشیا کو باہم ملا رہا تھا۔ یہ خطّہ بھی ڈوب چکا ہے۔ تاریخ ملل قدیمہ و تفسیر جوہری طنطاوی کی تفاصیل سے پتا چلتا ہے کہ یہ طوفان دجلہ و فرات کے دوآبے میں آیا تھا۔ اور یہ تحقیق قرآنِ حکیم کے بیان کردہ تفاصیل کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں کشتیٔ نوحؑ کا جبل جودی سے آلگنا مذکور ہے اور کوہِ جودی عراق کے شمال یعنی ارمینیہ میں واقع ہے۔

جائیں۔

بزرگوں سے مروی ہے کہ ادریس پہلا انسان تھا جس نے لوگوں کو کتابوں کے ذریعے علم پڑھایا۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اور آپ پر تیس الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ ادریس پہلا انسان تھا جس نے کپڑے سیے اور پہنے۔"

آپ کے متعلق ابومعشر نے چند ایسی حکایات درج کی ہیں جن سے گستاخی و بے ادبی ٹپکتی ہے، اس لیے یہاں بیان نہیں ہوں گی۔

امون (بادشاہ و حکیم)

امون لقب اور اصل نام بسیلوخش تھا۔ یہ اُن چار بادشاہوں میں سے ایک ہے جنھیں ہرمس نے بادشاہ مقرر کیا تھا۔ امون نے ادریس سے حکمت سیکھی تھی لیکن مقامِ افسوس ہے کہ اس کی حکمت عربی زبان میں منتقل نہ ہوئی۔ عربی میں اگر کچھ امون کے متعلق ملتا ہے تو صِرف وہ ہدایات ہیں جو ہرمس اوّل نے اسے بادشاہ مقرر کرتے وقت دی تھیں جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:

(الف) میری پہلی ہدایت یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور ہر رنگ میں اس کی تابع داری کرو۔

(ب) ہر حاکم کو تین باتیں یاد رکھنی چاہییں۔ اوّل، وہ ایک قوم پر حکومت کر رہا ہے (جس کے آرام کا خیال رکھنا اس کے فرائض میں شامل ہے) دوم، یہ لوگ بادشاہ کے غلام نہیں بلکہ آزاد ہیں (اور بادشاہ ان کی خدمت کے لیے ہے)۔ سوم، سلطنت ڈھلتی چھاؤں ہے۔

(ج) ہر ایسے شخص کے ساتھ جہاد کرو جو اللہ پر ایمان نہ رکھتا ہو اور میری شریعت پر عامل نہ ہو۔

(د) رعیت اس بادشاہ سے محبت کرتی ہے، جو اس پر رحم کھائے۔ اور بدکن سے دور بھاگتی ہے۔ ایک بادشاہ کی بادشاہی رعیت کے دم سے ہوتی ہے۔ اگر رعیت بھاگ جائے تو سلطان کی سلطنت صرف اپنے آپ تک محدود رہ جاتی ہے۔

(ہ) تم آخرت کو سنوارو اور تمھاری دُنیا خود بہ خود سنور جائے گی۔

(و) راز کو چھپا، معاملات میں ہوشیار رہ، تلاش وجستجو جاری رکھ۔ اور ارادوں کو پورا کر۔

(ز) کسانوں کا خاص خیال رکھ کہ سب سے بڑے ارباب کیمیا یہی ہیں۔ خزانۂ حکومت انھی سے بھرتا ہے اور فوج کی طاقت انھی کے دم سے قائم ہوتی ہے۔

(ح) علما کی عزت کر، تمھاری عزت افزائی سے عوام میں بھی اُن کا وقار بڑھ جائے گا۔ طلبائے علم کی مدد کر، تاکہ یہ لوگ دنیوی پریشانیوں سے آزاد رہ کر تلاشِ علم جاری رکھیں۔

(ط) اگر کوئی امیر تباہیٔ سلطنت کی کوشش کرے۔ تو اُس کی گردن اُڑا دے، تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ اگر امیر بگڑ جائے تو ساری رعیت بگڑ جاتی ہے۔

(ی) چور کا ہاتھ کاٹ ڈال، رہ زن کا سر اُڑا اور لوطی کو آگ میں جھونک دے۔

(ک) مہینے میں ایک بار قیدیوں کا معائنہ کر۔ اور کسی بے گناہ کو جیل میں ڈالنے سے بچ۔

(ل) داناؤں سے مشورہ کر، کہ خود رائی سے انتظامِ سلطنت بگڑ جاتا ہے۔

(م) چھوٹے گنہ گاروں کو سزا دینے میں عجلت نہ دکھا کہ شاید گنہ گار میں اپنی غلطی کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ معافی مانگ لے۔

جب امون ہرمس سے علاحدہ ہونے لگا تو ہرمس نے آخری نصیحت یوں کی:

"سلطنت کی ابتدا اپنے نفس سے کر کہ جو شخص اپنے نفس پر سلطنت نہیں کرسکتا، وہ دوسروں پر کیا حکومت کرے گا"

اسقل بیوس

بعض کتب میں اسقلابیوس اور بعض دیگر میں اسقل بیاؤس درج ہی۔ یہ اُن چار بادشاہوں میں سے ایک ہی جنھیں ہرمس اوّل نے رُبعِ زمین کا بادشاہ مقرر کیا تھا۔ اسقل بیوس نے سب سے زیادہ حکمت سیکھی اور پھیلائی۔ یہ اس رُبع کا بادشاہ تھا جس پر طوفانِ نوح کے بعد یونانی قابض ہو گئے تھے۔

جب ہرمس کے رفعِ جسمانی (یا وفات) کی خبر اسقل بیوس کو پہنچی تو اس کو بہت صدمہ ہوا۔ کہ دُنیا ہرمس کے علم و حکمت سے محروم ہو گئی۔ اس نے ایک معبد میں ہرمس کی ایک باوقار و پرعظمت تصویر بنائی۔ ایک اور تصویر میں اُسے آسمان کی طرف محوِ پرواز دکھلایا گیا۔ اسقل بیوس اس تصویر کے سامنے یوں پُرادب ہو کر بیٹھتا گویا کہ خود ہرمس کے سامنے بیٹھا ہوا ہی۔ مرتے دم تک وہ ان تصاویر کی تعظیم کرتا رہا۔

کہتے ہیں۔ کہ بُت پرستی کی ابتدا اسقل بیوس کی اس تصویر پرستی سے ہوئی۔ ادریس کے بیٹے صاب اور بہ قولِ بعض دیگر ایک شہزادے نے بُتوں کو محض اس لیے خدائی درجہ دے دیا تھا کہ اسقل بیوس اُن کی تعظیم کرتا تھا۔

جب طوفانِ نوح کے بعد یونانیوں نے اُس خطّے پر قبضہ جمایا، جہاں اسقل بیوس حکومت کیا کرتا تھا۔ اور اُن لوگوں نے شاہی معبد میں دو تصویریں دیکھیں جن میں سے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی، اور دوسری آسمان کی طرف جا رہی تھی تو انھوں نے ان کو اسقل بیوس کی تصاویر قرار دے دیا اور اسے پہلا حکیم سمجھنے لگے اور اس امر کو بھول گئے کہ بے شک یونان میں تو یہ پہلا حکیم تھا لیکن تمام دُنیا کا پہلا حکیم نہ تھا۔

اس حکیم کے ذکر میں جالی نوس[1] لکھتا ہی کہ متقدمین اسقل بیوس کا ذکر نہایت تعظیم

---

[1] جالی نوس کے مفصل حالات حرف الجیم میں دیکھیے۔

سے کیا کرتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ کو اس کے نام کی قسم دیا کرتے تھے۔ حکیم بقراط[1] اپنے وصایا میں لکھتا ہی: "اے میرے بچّو! میں تمھیں خالق حیات وموت یعنی اللہ اور اپنے محترم باپ اسقل بیوس کی قسم دے کر کہتا ہوں۔۔۔۔"

جو کتاب حالاتِ اسقل بیوس کے متعلق ہم تک پہنچی ہی، اس کی تفسیر میں جالی نوس سے دو قول منقول ہیں۔ ایک تو معمّہ سا ہی۔ اور دوُسرا سیدھا سادا۔ اس معمّے میں بتلاتا ہی، کہ "اسقل بیوس" ایک خُدائی طاقت ہی۔ اور اس حکیم کا نام (جس کے معنی ہیں پژمردگی سے روکنا) اس طاقت کے عمل سے لیا گیا ہی۔ (خدائی طاقت کا عمل غم ورنج سے محفوظ رکھتا ہی۔ مترجم)

ابن جلجل کی روایت کے مطابق یہ حکیم ہرمس مصری کا شاگرد اور سرزمینِ شام کا باشندہ تھا۔ جالی نوس نے اس کتاب[2] میں جس میں علم وطب حاصل کرنے پر زور دیا ہی، ذکر کیا ہی۔ کہ اللہ نے اسقل بیوس کو کہا تھا: "تمھیں انسان کہہ کر پکارنے سے اچھا یہ ہی کہ تمھیں فرشتہ کہوں"۔

بقراط اپنے وصایا میں لکھتا ہی۔ کہ یہ نام یعنی اسقل بیاذس یونانی زبان کا لفظ ہی۔ جو نور وزینت سے مشتق ہی۔ فنِ طب اسقل بیوس کا خاص علم تھا جس کے حصول کی اجازت صِرف ایسے لوگوں کو تھی جن میں اسقل بیوس کی پاکیزگی، عفت وپرہیز گاری پائی جاتی تھی۔ بدطینت وبد اعمال نفوس کو اس کے سیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

بقراط اپنی کتاب العہود والایمان میں بتلاتا ہی۔ کہ اسقل بیوس نور کے ایک عمود میں بیٹھ کر آسمان کی طرف اُڑ گیا تھا جالی نوس اپنے مقالۂ اوُلیٰ میں یہ تمنّا کرتا ہی۔ کہ کاش میں اسقل بیوس بن سکتا۔ جالی نوس اپنی کتاب حیلۃ البرء کے آغاز میں لکھتا

---

[1] بقراط کے حالات صِرف الباء میں ملاحظہ فرمایئے۔

[2] کتاب کا نام کتاب الحث علی تعلّم الطب ہی۔ جیش نے اس کا ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا۔

ہے کہ عوام کو علم طب کی طرف مائل کرنے کا بہترین طریقہ طبِ الٰہی یا روحانی ہے جو ہیکلِ اسقل بیوس سے متعلق ہے۔ ہیروسیس (صاحب القصص) بیان کرتا ہے کہ شہر رؤمیہ[1] کے ایک گھر میں ایک تصویر تھی جو سوالوں کا جواب دیتی تھی۔ قدیم علما کا خیال یہی ہے کہ وہ اسقل بیوس کی تصویر تھی۔ رؤمیہ کے مجوسیوں کا خیال یہ تھا کہ یہ تصویر ستاروں کی حرکات کے حساب سے نصب کی گئی تھی۔ اور اس میں کواکبِ سبعہ میں سے کسی ایک کوکب کی رُوح داخل تھی۔ عیسائیت سے پہلے اہلِ رؤمیہ کا مذہب کواکب پرستی تھا۔

اسقل بیوس کے متعلق کئی بے ہودہ قصے مشہور ہیں، جن میں سے ہم آپ کو صرف وہ سناتے ہیں جنھیں عقل تسلیم کرتی ہے۔ افلاطون اپنی کتاب نوامیس میں لکھتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اسقل بیوس معبد میں محوِ عبادت تھا کہ ایک مرد اور عورت اس بچے کے

---

[1] رؤمیہ دو شہروں کا نام رہا ہے۔ ایک رؤمیہ مدائن کے پاس تھا جو مدت سے تباہ ہو چکا ہے۔ اور دوسرا رُؤمیہ روم میں ہے (القاموس) القفطی قدیم مملکت یونان کی حدودِ اربعہ کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتا ہے "ومن جهة المغرب تخوم بلاد المافيه التي قاعدة تهار وميه" تاریخ الحکما ص ۱۱۳ پر مرقوم ہے "جالی نوس رؤمیہ کے چھٹے قیصر نیرن کے عہد میں تھا" (تاریخ الحکما ص ۱۲۷۔ سطر ۲) اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رؤمیہ رؤمہ کا بگاڑ ہے۔ اس کی تائید تاریخ الخلفا سے بھی ہوتی ہے۔

"شاہ شارلمان یعنی چارلسِ اعظم جو جرمنی و فرانس کا بادشاہ تھا کے دادا کاربوس نے ہشام (خلیفہ اُمیہ ۱۰۶ھ۔ ۱۲۷ھ) کے سپہ سالار عبدالرحمان کو شکست دی تھی۔ ۔ ۔ اور اطالیہ کے پوپ نے اسے شاہِ مغربی رؤمیہ کا خطاب دیا تھا۔"

آخر میں رؤمیہ کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ مشرقی و مغربی رؤمہ۔ مشرقی رؤمہ کا دار الخلافہ قسطنطنیہ تھا اور مغربی کا رؤمہ جو آج کل اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔ فرہنگ آنند راج میں درج ہے: "رؤمیہ رؤمہ کا دوسرا نام ہے جو اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔" نیز نزہت القلوب مطبوعہ ہالینڈ ۱۹۱۳ء کے ص ۲۹۳ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رؤمیہ سے مُراد رؤمہ ہے۔

متعلق جو ابھی عورت کے رحم میں تھا، جھگڑا لے کر آئے۔ اسقل بیوس نے اس عورت سے کہا کہ تمہارا خاوند آفتاب پرستوں کے معبد میں تمہاری سلامتی و بقا کی دُعائیں مانگ رہا تھا اور تو فلاں قبیلے کے ایک غلام سے ناجائز تعلقات قائم کر رہی تھی۔ یہ بچّہ اُسی غلام کا ہو۔ اور تو، چار ماہ کے بعد ایک بدشکل بچّہ جنے گی۔ چناں چہ جب وہ بچّہ پیدا ہوا تو اس کے ہاتھ سینے کے اندر تھے۔ اس کے بعد مرد سے کہا کہ تجھے ایسی عورت سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی، تو نے بیج کم بویا اور فصل زیادہ اٹھائی۔

افلاطون نے اسی کتاب میں ایک اور چھوٹی سی حکایت درج کی ہو کہ ایک آدمی اپنا مال اِدھر اُدھر چھپا کر اسقل بیوس کے پاس آیا۔ اور شکایت کی۔ کہ میرا مال ضائع ہو گیا ہو، دادرسی فرمائیے۔ اسقل بیوس اس کے ہمراہ ہو لیا اور جہاں مال چھپا ہوا تھا، وہاں پہنچ کر کہنے لگا۔ تمہارا مال یہ ہو اور یاد رکھو کہ جو شخص اللہ سے اللہ کی نعمتوں کے متعلق تمسخر کرتا ہو، اُس سے اللہ وہ نعمتیں چھین لیتا ہو۔ مجھے خطرہ ہو کہ تم سے یہ سب مال چھین لیا جائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

بقراط کہتا ہو۔ کہ اسقل بیوس کی لاٹھی خطمی[1] پودے کی تھی۔ اور اس پر سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جالی نوس لکھتا ہو کہ خطمی کی تاثیر سرما و گرما ہر دو میں معتدل رہتی ہو۔ چوں کہ اسقل بیوس رنج و راحت ہر دو میں اعتدال کو ہاتھ سے نہیں دیتا تھا اس لیے خطمی کی لاٹھی اُسے زیب دیتی تھی۔ سانپ کی تصویر اس لیے کہ سانپ کی عمر باقی تمام حیوانات سے لمبی ہوتی ہو۔ یہ اشارہ تھا اس حقیقت کی طرف کہ علم دولتِ غیر فانی ہو جو نہ ضائع ہو سکتی ہو اور نہ مٹ سکتی ہو۔

عیسائیوں کی تصانیف میں اسقل بیوس کی چند اور حکایات بھی ملتی ہیں لیکن وہ اس قدر بعید از عقل ہیں کہ ان کا اندراج یہاں مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

---

[1] ایک جھاڑی جو دلدل کے قریب اُگتی ہو اور اس کی جڑ سے مٹھائی بنتی ہو۔

پہلا طبیب

پہلا طبیب کون تھا۔ اور یہ فن کس زمانے میں ایجاد ہوا؟ ان سوالات کا جواب مشکل ہے۔ جو لوگ قدمِ عالم کے قائل ہیں، وہ طب کو بھی قدیم سمجھتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ طب انسانی زندگی کے لوازمات میں سے ہے۔ چوں کہ انسان قدیم ہے۔ اس لیے طب بھی قدیم ہے۔ جو حضرات اجسام کو حادث خیال کرتے ہیں، وہ طب کو بھی حادث قرار دیتے ہیں۔ قائلینِ حدوث کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جن کے ہاں طب اور خلقِ انسان کا زمانہ ایک ہی ہے۔ اس لیے کہ اجسامِ انسانی کا اعتدال طِب کے بغیر مشکل تھا۔ دوسرے گروہ کے ہاں ایجادِ طب خلقِ انسان کے بعد کا واقعہ ہے اور اِن کے خیال میں اسقل بیوس کی طرف جس قدر حکایات (متعلق طب) منسوب ہیں، وہ محض فرضی ہیں۔ حالاں کہ قدیم طبیبوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایجادِ طب کا سہرا اسقل بیوس کے سر ہے اور اسے یہ فن بذریعۂ وحی سکھلایا گیا تھا۔ اِس حکیم اور جالی نوس کے درمیان پانچ ہزار سال سے بھی کچھ زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ حکیم طوفان سے پہلے گزرا تھا۔ چوں کہ واقعاتِ قبل الطوفان کا ہمیں یقینی علم حاصل نہیں، اس لیے اسقل بیوس کے متعلق جو کچھ اب تک کہا گیا ہے، وہ غیر یقینی ہے۔ جن علما نے بُقراط کو اس حکیم کی نسل سے قرار دیا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ اس لیے کہ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہے کہ طوفان کے بعد صرف نوح علیہ السلام کے بیٹے[1] یعنی سام۔ حام اور یافث باقی رہ گئے تھے۔ اور باقی نسلِ انسانی منقطع ہو گئی تھی۔ ان تفاصیل کی روشنی میں بقراط کو اسقل بیوس کی نسل سے قرار دینا درست نہیں۔

---

[1] قرآنِ حکیم میں بھی اس نظریئے کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:
وسلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین وَجَعلنا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الباقِین۔
(نوح پر ہمارا سلام ہو۔ (طوفان کے بعد) ہم نے صرف اولادِ نوح کو دُنیا میں باقی رکھا)

یحیٰی[1] نحوی بیان کرتا ہے کہ قدیم کتابوں اور روایتوں سے صاف پتا چلتا ہے کہ فنِ طب کا موجد اسقل بیوس اوّل تھا۔ اور یہ ایجاد اس کے وسیع تجارب کا نتیجہ تھی۔ اسقل بیوس کی ولادت سے جالی نوس (جو آٹھ بڑے بڑے طبیبوں میں سے آخری تھا) کی وفات تک ۵۵۶۰ سال گزر چکے تھے۔ اس دوران میں چھ اور طبیب اپنے کمالات سے دُنیا کو حیرت زدہ بنا چکے تھے۔ تمام کے نام یہ ہیں:-

(۱) اسقل بیوس اوّل (۲) غورس[2] (۳) مینس[3] (۴) برمانیذس (۵) افلاطونِ طبیب (۶) اسقل بیوس ثانی (۷) بُقراط (۸) جالی نوس۔ ان میں سے ہر طبیب کی وفات اور دوسرے کی پیدائش میں سیکڑوں سال کا وقفہ حائل ہے۔ مثلاً اسقل بیوس اوّل کی وفات سے غورس کی ولادت تک ۵۶۰، غورس کی وفات سے مینس کی ولادت تک ۵۶۰، مینس کی وفات سے برمانیذس کی ولادت تک ۷۱۵، برمانیذس کی وفات سے افلاطون کی ولادت تک ۷۳۵، افلاطون کی ولادت سے اسقل بیوس دوم کی ولادت تک ۱۴۲۰، اسقل بیوس دوم کی وفات سے بُقراط کی ولادت تک ۶۰، اور بُقراط کی وفات سے جالی نوس کی ولادت تک ۶۶۵ سال گزر چکے تھے۔ میزان[4] ۴۸۰۹ سال۔

ان تمام اطبّا کا عرصۂ حیات ۶۱۳[5] سال تھا۔ اسقل بیوس اوّل کی عمر ۹۰ سال

---

[1] یحیٰی نحوی مصری۔ اسکندریہ کے ایک گرجے میں پادری تھا۔ عمرو بن عاص فاتح مصر کی مجلس میں رہا۔ نصاریٰ کے یعقوبی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ مفصل حالات حرف الیا میں دیکھیے۔

[2] ایک غورس بُقراط کا شاگرد تھا۔ ملاحظہ ہوں حالاتِ بُقراط۔ [3] مینس پر ایک کتاب افلاطون نے لکھی تھی۔ جس کا نام ہے کتاب مینس۔ [4] مذکورۃ الصدر اعداد کا مجموعہ ۵۰۱۱ بنتا ہے نہ کہ ۴۸۰۹۔ یحیٰی نحوی نے جمع کرنے میں غلطی کھائی ہے۔ [5] اگر ۶۱۳ کو ۴۸۰۹ میں جمع کریں۔ تو حاصل جمع ۵۴۰۲ آئے گا، نہ کہ ۵۵۶۰۔ یحیٰی نحوی کے اس قول میں کہ اسقل بیوس اوّل کی ولادت سے جالی نوس کی وفات تک ۵۵۶۰ سال گزر چکے تھے۔ اعدادِ سال غلط ہیں۔ دراصل وقفوں کی (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵ پر)

تھی ۔ پچاس سال کی عمر میں اس پر علم وعرفاں کے دروازے کھُلے ۔ اور باقی چالیس سال تعلیم وتدریس میں گزارے ۔ غورس سینتالیس سال زندہ رہا ۔ سترہ سال تک تعلیم حاصل کی اور باقی چالیس سال تدریس میں بسر کیے ۔ مینس چوراسّی سال جیا ۔ چونسٹھ برس کی عمر تک متعلّم رہا اور پھر معلّم ۔ برمانیدس کا عرصۂ حیات چالیس سال تھا ۔ پچیس سال تک پڑھتا رہا اور پھر پڑھانا شروع کر دیا ۔ افلاطون کا زمانۂ حیات ساٹھ برس تھا ۔ چالیس سال طلبِ علم اور بیس سال نشرِ علم میں بسر کیے ۔ اسقل بیوس ثانی ایک سو دس سال تک نعمائے زندگی سے متمتع رہا ۔ ابتدائی پندرہ سال طفولیت وطلبِ علم میں اور باقی نوّے[ل] (۹۰) سال اشاعتِ علم میں گزارے ۔ بقراط نے پچانوے برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہی ۔ سوّلہ برس سیکھنے اور اُناسی برس سکھلانے میں بسر کیے ۔ جالی نوس کا عرصۂ زندگی ستاسّی برس تھا ۔ سوّلہ برس تک تلاشِ علم اور اِکھتر برس نشرِ علم میں گزارے ۔

ان اطبّا نے حصولِ طب پر کچھ پابندیاں عاید کی ہوئی تھیں ۔ اور کچھ اصول وضع کر رکھے تھے ۔ جو لوگ اُن اصول کے ماتحت میں آجاتے تھے، صرف انھیں یہ فن سکھلایا جاتا تھا ۔ یہ فضلا بقائے نام کے لیے احباب واقارب میں سے چند موزوں اشخاص منتخب کر کے انھیں یہ فن سکھلاتے تھے ۔ چناں چہ ان میں سے ہر طبیب کے چند شاگردوں کے نام کتب میں ملتے ہیں ۔ اسقل بیوس اوّل نے اپنے اعزہ واقارب میں سے جن بزرگوں کو تعلیمِ طب دی تھی، ان کے اسمایہ ہیں :-

(۱) ماغی نوس (۲) سقراطون (۳) اخروسیوس طبیب (۴) مہراریس (جس کے متعلق بعض مورخین نے لکھا ہو کہ اس نے حضرت سلیمان بن داؤد سے ملاقات کی تھی ۔ حالاں کہ

(صہ ۳۴ کا بقیہ نوٹ) :- مدّت ۵۰۱۱ سال ہو ۔ اس میں اگر اطبا کا عرصۂ حیات یعنی ۶۱۲ سال شامل کر لیے جائیں ۔ تو میزان ۵۶۲۴ سال بنتی ہو ۔

[ل] یہاں پھر حساب کی ایک غلطی موجود ہو ۔ ۹۰ اور ۱۵ کا مجموعہ ۱۰۵ بنتا ہو نہ کہ ۱۱۰

ان ہر دو کے درمیان ہزار ہا سال کا عرصہ حائل ہے)۔ (۵) صوبر یدوس (۶) میساوس[۱]۔ یہ تمام شاگرد طبی مسائل میں اپنے استاد اسقل بیوس کی رائے نقل کیا کرتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی ایجاد حکیم اوّل کے تجربے کا نتیجہ تھی۔ اس لیے کہ الہام میں رائے کو دخل نہیں ہوتا۔ اور رائے تجربے سے بنتی ہے۔

اسقل بیوس کی تصویر

جالی نوس نے اسقل بیوس کی تصویر (جو ان کے معابد میں موجود تھی) کا حُلیہ یوں دیا ہے۔

ایک مرد، ڈاڑھی رکھی ہوئی، گھنے اور لمبے بال، آستین چڑھائی ہوئی (یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ طبیب فلسفہ سیکھنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں) کچھ اعضا ایسے ہیں جن کی عریانی اسے گوارا نہیں۔ اور جن اعضا کو طب میں استعمال کرنا پڑتا ہے، وہ عریاں ہیں۔ ہاتھ میں خطمی کی ٹیڑھی اور گرہ دار لاٹھی ہے۔ یہ اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ طب کے صحیح استعمال سے ایک انسان لمبی عمر پاتا ہے، یہاں تک کہ عصا کا محتاج ہو جاتا ہے۔ نیز عصا سے اہلِ غفلت کو ہوشیار کرنا بھی مطلوب ہے۔ خطمی کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ خطمی تقریباً ہر مرض کا علاج ہے۔

حُنین[۲] بن اسحاق کہتا ہے۔ کہ خطمی کی تاثیر گرم معتدل ہوتی ہے۔ اسے تنہا استعمال کرو یا کسی گرم و سرد دوا کے ساتھ ملا دو، ہر رنگ میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ یونانی زبان میں خطمی کے لیے جو نام تجویز کیا گیا ہے، وہ علاج کے اسم سے مشتق ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یونانیوں کے ہاں اسے ایک کثیر المنافع دوا خیال کیا جاتا تھا۔

لاٹھی کا ٹیڑھا پن اور گرہ دار ہونا اس حقیقت کا اعلان تھا کہ فنِ طب کے بے شمار

---

[۱] برلن کے دو نسخوں میں جیساوس دیا ہوا ہے (برلن نمبر ۱۰۰۵۳ و مخطوطہ نمبر ۷۸۶)

[۲] حُنین بن اسحاق ابو زید العبادی الطبیب النصرانی۔ یوحنا بن ماسویہ کا شاگرد اور خلیفہ متوکل کا طبیبِ خاص تھا۔ تفصیل حرف الحا میں ملاحظہ ہو۔

شعبے و محکمے ہیں۔ اس لاٹھی پر ایک سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ سانپ کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ جاگتا رہتا ہے۔ یعنی طلبۂ طب کے لیے ذکی الحس اور شب بیدار ہونا ضروری ہے۔ ذکی الحس اس لیے کہ یہ نہ صرف امراضِ حاضرہ کی تشخیص کر سکیں بلکہ جن امراض کے پیدا ہونے کا احتمال ہے، اسے بھی متنبہ کر سکیں۔ نیز سانپ کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے۔ (بہ قولِ بعض پورا زمانہ) مطلب یہ کہ فنِ طب کو صحیح استعمال کرنے والے دیر تک زندہ رہتے ہیں۔

اسقل بیوس کے سر پہ غار[1] کی پتیوں کا تاج تھا۔ درختِ غار کی تاثیر یہ ہے کہ غم کو دور کر دیتا ہے۔ آپ نے ہرمس کی تصویر میں دیکھا ہوگا کہ جب اس کے سر پر غار کی پتیوں کا تاج ہو تو اُسے "مہیب ہرمس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

طلبۂ طب کا فرض ہے کہ وہ غم کو پاس نہ پھٹکنے دیں، اس لیے کہ اسقل بیوس کے سر پر ایک ایسا تاج ہے جو غم کو قریب نہیں آنے دیتا۔ درختِ غار کئی امراض کا علاج بھی ہے۔ اور جس جنگل میں یہ درخت موجود ہو وہاں سے زہریلے جانور اور سانپ وغیرہ بھاگ جاتے ہیں۔

ابیذقلیس

ابیذقلیس یونان کا بہت بڑا فلسفی تھا اور پانچ مشہور حکما (جنھیں اساطین الحکمۃ کہا جاتا ہے) میں سے بہ لحاظِ زمانہ پہلا تھا۔ وہ پانچ حکما یہ ہیں:۔

(۱) ابیذقلیس (۲) فیثا غورس (۳) سقراط (۴) افلاطون (۵) ارسطو بن نیقوماخس الفیثا غوری۔ الجہراسنی۔ علمائے یونان نے بالاتفاق ان پانچ بزرگوں کو حکیم کے بلند لقب سے نوازا ہے۔ یونان کی زبان کو "اغریقیہ" کہا جاتا تھا۔ یہ دنیا کی وسیع ترین اور اہم ترین

---

[1] غار کو انگریزی میں لارل (LAUREL) کہتے ہیں۔ اس کی پتیاں چمک دار ہوتی ہیں۔ ان کا مکٹ شاعروں یا ورزشی کھیلوں میں جیتنے والوں کے سر پر بہ طور طرۂ امتیاز رکھا جاتا ہے۔

زبان تھی۔ عوامِ یونان کواکب پرست وبُت پرست تھے۔ اور ان کے علما فلاسفہ کہلاتے تھے۔ جس کا واحد فیلسوف ہو۔ یعنی حکمت سے محبّت کرنے والا۔

یونان کے فلسفی بہت بلند طبقے کے لوگ تھے۔ اس لیے کہ ان حضرات نے تمام فنونِ حکمت یعنی ریاضی، منطق، طبعیات، الٰہیات، سیاست منزل و سیاستِ مدنی میں کمال پیدا کیا تھا۔

ابیذقلیس کے متعلق علمانے تواریخِ اِمم میں یوں بیان کیا ہو کہ یہ فلسفی حضرت داؤد[1] علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ شام میں لقمان حکیم سے حکمت سیکھی۔ پھر بلادِ یونان میں چلا گیا، جہاں خلقِ عالَم پر کچھ ایسے خیالات کا اظہار کیا جن سے انکارِ آخرت ٹپکتا تھا۔ نتیجتاً بعض لوگ اس سے منحرف ہو گئے۔ ابیذقلیس نے چند کتابیں بھی لکھی تھیں۔ جب میں بیت المقدس میں پہنچا اور اُن کتابوں پر نظر ڈالی جو شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی نے وقف کر کے مسجدِ اقصیٰ[2] میں رکھوا دی تھیں تو اس حکیم کی چند تصانیف بھی دیکھنے میں آئیں۔ ارسطو نے اس حکیم کے بعض خیالات پر ردو قدح کی ہو۔

فرقۂ باطنیہ[3] کے بعض لوگ اس حکیم کو اپنا پیشوا خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ

---

[1] حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد کے متعلق روایات قدرے مختلف ہیں۔ ایک گروہ کا خیال یہ ہو کہ آپ ۱۰۱۵ء ق م میں پیدا ہوے تھے۔ اور دوسرے گروہ کی رائے یہ ہو کہ آپ کی پیدائش ۱۰۵۵ء ق م میں ہوئی تھی۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا میں آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ - ۱۰۵۵ ق م دیا ہوا ہو۔ جس کا مطلب غالباً یہ ہو کہ آپ کی ولادت یا وفات اس عرصے میں ہوئی تھی۔ اِن آرا کی موجودگی میں کوئی خاص تاریخ معین کرنا مشکل ہو۔ [2] یہ مسجد حضرت سلیمان بن داؤد نے تعمیر کرائی تھی۔

[3] فرقۂ باطنیہ عراق میں قرامطہ اور خراسان میں ملحدہ و تعلیمیہ کہلاتا تھا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہو اور اسی لیے قرآن کی ہر آیت کی حسبِ خواہش تاویل کر کے بہ زعم خود اس کا باطن دُنیا کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ایک عارف باللہ کے (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹ پر)

ابیذ قلیس چند باتیں رمز و کنائے میں کہ گیا ہے جن کا علم آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا لیکن میں نے اس حکیم کی تصانیف دیکھی ہیں، ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی۔

اسلام میں اس فلسفی کا مشہور پیرو محمد بن عبداللہ الجبلی الباطنی القرطبی ہے۔ جو اپنے مرشد کے فلسفے کا بہت بڑا شیدائی تھا اور زندگی بھر اس کی اشاعت کرتا رہا۔ اس کا پورا نام محمد بن عبداللہ بن مسرہ بن نجیح القرطبی ہے۔ اپنے والد اور ابن وضاح الخشنی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ جب اپنے پیشوا کے فلسفے کا پرچار شروع کیا تو لوگ متنفر ہو گئے۔ علما نے کفر کا فتوا لگا دیا۔ چناں چہ یہ مشرق کی طرف بھاگ نکلا۔ مدتوں ممالکِ شرقی میں گھومتا رہا۔ وہاں اہلِ اعتزال و کلام اور ارباب جدل (مناظرہ) کی صحبتوں میں شامل رہا۔ پھر اندلس چلا گیا، جہاں زہد و تقوے کا خرقہ اوڑھ کر اپنے فلسفے کی اشاعت میں محو ہو گیا۔ کچھ لوگ صورت سے دھوکا کھا کر اس کے جال میں پھنس گئے اور کچھ متنفر ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ یہ اپنی چرب زبانی سے بڑی بڑی شکلوں کو سر کر لیتا تھا۔ اس کی پیدائش منگل وار کی رات، ۷ شعبان ۲۶۹ھ کو اور وفات بدھ وار کے

(ص ۳۸ کا بقیہ نوٹ) :- لیے عبادت ضروری نہیں۔ ان لوگوں نے بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ بھی نکاح جائز قرار دے دیا تھا۔ اور بادہ نوشی کو مباح سمجھتے تھے۔ باطنیہ کا ظہور مامون کے عہد میں ہوا۔ میمون بن دیصان المعروف بالقداح اہوازی امام جعفر صادق کا دوست تھا۔ شام و روم کے گردوں میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اور اپنے آپ کو عقیل بن ابی طالب کی اولاد سے مشہور کیا۔ کچھ عرصے کے بعد محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کا بیٹا بن بیٹھا۔ اس کی حمایت عراق کے ایک آدمی حمدان قرمط نے کی (۲۶۴ھ) اور یہی وجہ ہے کہ عراق میں یہ فرقہ قرامط کے نام سے مشہور ہے۔ المعتصم نے اپنے عہد میں الافشین۔ اس کے بعد عبداللہ بن طاہر اور پھر القاسم بن عیسیٰ بن ادریس العجلی (م ۲۲۶ھ) کو اس فرقے کے استیصال پر مقرر کیا۔ مصر کے اخشیدی بھی ان کے پیچھے پڑ گئے۔ لیکن اس فتنے کا استیصال نہ ہو سکا۔

دن ۴ شوال ۳۱۹ھ کو ہوئی۔ وقتِ رحلت اس کی عمر پچاس سال تین ماہ تھی۔

ابیذقلیس پہلا حکیم ہے جس نے صفاتِ الٰہیہ کے معانی میں اتحاد پیدا کیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ قدرت، جود اور علم (صفاتِ الٰہیہ) کے معانی میں مکمل اتحاد ہے۔ اور کسی طرح کا اختلاف موجود نہیں۔ کائنات کی کسی مفرد چیز کو لو، اس میں بہ لحاظِ اجزا و معانی و بہ لحاظ نظائر کثرت پائی جائے گی لیکن اللہ سبحانہ کی ذات ہر قسم کی کثرت سے مبرا ہے۔ ابوالہذیل[1] محمد بن الہذیل العلّاف البصری بھی صفاتِ باری کے متعلق یہی عقیدہ رکھتا تھا۔

افلاطون

افلاطون بن ارسطون یونان کے پانچ مشہور اساطین الحکمۃ میں سے ایک تھا۔ ملک بھر میں اس کی قدر کی جاتی اور اس کے اقوال کو پسند کیا جاتا تھا۔ جس پہلو سے نگاہ ڈالو ایک کامیاب انسان تھا۔ سقراط کا ہم درس اور فیثاغورس کا شاگرد تھا۔ علمائے یونان میں موت کے بعد مشہور ہوا۔ نسب کے لحاظ سے شریف اور ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتا تھا۔ تمام فنونِ طبیعی میں ماہر اور کثیر التعداد کتب کا مصنّف تھا۔ یہ کتب بہت مشکل زبان میں لکھیں۔ اس کے شاگردوں کی ایک جماعت، جس نے اُستاد کے علم سے بہت فیض حاصل کیا، دُنیا میں کافی مشہور ہے۔ یہ لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ افلاطون کے شاگرد ہیں۔ اس حکیم کی یہ عادت تھی کہ طلبہ کو فلسفہ پڑھانے کے دوران میں ٹہلتا رہتا تھا اور تلامذہ ساتھ ساتھ چلتے رہتے تھے۔ چناں چہ اس جماعت کا نام ہی مشّائین (چلنے والے)

---

[1] ابوالہذیل العلّاف البصری معتزلیوں کا ایک امام تھا جسے دیگر معتزلیوں سے الٰہیات۔ تقدیر اور اخلاق کے دس مسائل میں اختلاف تھا۔ اس کی پیدائش ۱۳۵ھ میں اور وفات ۲۲۵ھ میں ہوئی (دائرۃ المعارف الاسلامیہ بذیل لفظ ابو)

پڑ گیا۔

افلاطوؔن نے زندگی کے آخری ایام میں تعلیم و تدریس کا فرض اپنے بہترین تلامذہ کے سپرد کر دیا اور خود گوشۂ عبادت میں جا بیٹھا۔ اسی برس کی عمر پائی۔ آغاز میں افلاطون شعر بھی کہا کرتا۔ اور اونچے درجے کے شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ ایک دن سقراط کی مجلس میں گیا۔ تو کیا دیکھا کہ سقراط شاعری کی مذمت کر رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ شاعری حقائق سے کوئی رابطہ نہیں رکھتی۔ انسان کو چاہیے کہ وہ حقائق کی تلاش کرے۔ افلاطون اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوا کہ شاعری چھوڑ کر فیثاغوری فلسفے کے مطالعے میں منہمک ہو گیا۔ بعض علما کا خیال یہ ہے کہ افلاطوؔن کی عمر اکیاسی برس تھی۔ ارسطوؔ اس کا نہ صرف شاگرد تھا بلکہ بعد میں استاد کا علمی خلیفہ بھی قرار پایا۔ افلاطون کی وفات اس سال ہوئی جس میں اسکندرِ اعظم کی ولادت[1] ہوئی تھی۔ اور یہ مِلک اوخس کا تیرھواں سالِ جلوس تھا۔ اس وقت مقدونیہ کا بادشاہ فیلبس (ہمارے ہاں فیلبوس و فیلقوس مشہور ہے۔ مترجم) تھا۔ یعنی سکندر اعظم کا والد۔

تصانیفِ افلاطوؔن

ثاؤن[2] نے تصانیفِ افلاطوؔن کی ایک فہرست مرتب کی ہے جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

(۱) کتاب السیاست۔ جس کی تفسیر حنین بن اسحاق نے لکھی۔

(۲) کتاب النوامیس۔ جسے حنین اور یحییٰ[3] بن عدی نے نقل کیا۔

---

[1] سکندر اعظم کی ولادت ۳۵۵ء ق م اور وفات ۳۲۳ء ق م میں ہوئی تھی (تاریخِ ایران از سائیکس، (چوبیسواں باب) [2] ثاؤن نام کے دو حکیم گزرے ہیں: ۱۔ اوّل ثاؤن یونانی جس نے افلاطوؔن کی تصانیف کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی، جس کا نام ہے کتاب مراتب کتبِ افلاطوؔن۔ یہ حکیم لیبلوؔن کے نام سے مشہور تھا (تاریخ الحکما صفحہ ۲۶) دوم ثاؤن مصری۔ یہاں اوّل الذکر مراد ہے۔ (تاریخ الحکما صفحہ ۱۰)

[3] ابوزکریا یحییٰ بن عدی بن حمید بن زکریا المنطقی نزیل بغداد (متوفی ۳۶۴ھ) کے مفصل حالات حرف الیاء میں دیکھیے۔

افلاطون کی یہ عادت تھی کہ وہ بعض اوقات اپنی تصانیف کے نام اُن طلبہ کے نام پر رکھ دیتا جو اُن کتب کو پڑھتے ۔ مثلاً

(۳) کتاب بالجنس (برلن کے مخطوط نمبر ۸۶ ، میں اس کتاب کا نام کتاب تالخیس درج ہی ۔ تالخیس کسی شاگرد کا نام معلوم ہوتا ہو ۔ مترجم ۔) یہ فلسفے کی ایک کتاب ہو ۔

(۴) کتاب لاخس ۔ شجاعت پر ۔

(۵) کتاب ارسطوطالیس ۔ فلسفے پر ۔

(۶) کتاب خرمیذس ۔ عفت پر ۔

(۷) الفیناذس[1] ۔ جمیل کی حقیقت پر دو کتابیں ہیں ۔

(۸) کتاب اوتوذیمس[2] ۔ حکمت پر ۔

(۹) اقناہ ۔ اس نام کی دو کتابیں ہیں ۔

(۱۰) کتاب غورجیاس ۔

(۱۱) کتاب اوتوفرن ۔

(۱۲) کتاب اسین ۔

(۱۳) کتاب فاذن

(۱۴) کتاب قریطن

(۱۵) کتاب ثالطلطس ۔

(۱۶) کتاب قیلوطوفن ۔

(۱۷) کتاب قراطولس

(۱۸) کتاب سوفسطس

---

[1] النثیاذس (نسخہ برلن ۱۰۰۵۴) الغیناذس (نسخہ میونخ ۴۴۰)

[2] ایک نسخے میں اوتوذیمس دیا ہوا ہو ۔

(۱۹) کتاب طیماوس ۔ اس کتاب کی اصلاح یحیٰی بن عدی نے کی۔

(۲۰) کتاب فرمانیدس

(۲۱) کتاب فدرس

(۲۲) کتاب ماتن

(۲۳) کتاب سیفس

(۲۴) کتاب ابرخیس

(۲۵) کتاب ماکساس

(۲۶) کتاب اطلی طفرس

(۲۷) کتاب طیماوس ۔ اس میں صرف تین مقالے ہیں۔

(۲۸) کتاب المناسبات

(۲۹) کتاب فی التوحید

(۳۰) کتاب فی العقل والنفس والجوہر والعرض

(۳۱) کتاب الحس واللذۃ

(۳۲) کتاب سططس

(۳۳) کتاب تادیب الاحداث

(۳۴) کتاب اصول الہندسہ (۳۵) چند رسائل

ثاؤن کہتا ہے کہ افلاطون بولتا جاتا تھا اور شاگرد لکھتے جاتے تھے، بس یوں اُس کی کتابیں تیار ہوتی تھیں۔ جب چار کتابیں تیار ہو جاتی تھیں تو اُن کا نام رابوع (چار) رکھ دیتا تھا۔

افلاطون ارطخ شاشت[1] (شاہ ایران) کے زمانے میں زیادہ مشہور ہوا۔ یہ بادشاہ

[1] ایران کا ایک بادشاہ جسے ایک نسخے (برلن ۱۰۰۵۳) میں طخاشب اور (بقیہ نوٹ ص۴۳ پر)

طویل الید (لمبے ہاتھوں والا) کہلاتا تھا۔ اسے بشتاسف بھی کہتے تھے۔ اسی کے دربار میں زردُشت[۵] آیا تھا۔

ثاؤن کہتا ہے کہ افلاطون بن ارسطون بن ارسطوقلیس اثینس[۶] کا باشندہ تھا۔ اس کی والدہ کا نام فاریقطیونی بنت غلوقون تھا جو ایک خاندانی خاتون تھی۔ گویا افلاطون نجیب الطرفین تھا۔ اس کی والدہ اُس سولن کی نسل سے تھی جس نے اہلِ اثینس کے لیے ضابطۂ قوانین بنایا تھا۔ اور ایک موقع پر جب اہلِ ماغارا نے سلمینا پر قبضہ کر لیا تھا تو سولن نے یہ شہر اہلِ اثینس کو واپس دلایا تھا۔ سولن کے بھائی کا نام درونیذس تھا جس کا ذکر افلاطون نے کئی بار اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذرونیذس کے بیٹے کا نام اقریطس تھا جس کا ذکر افلاطون کی کتاب طیماؤس میں موجود ہے۔ افلاطون کی والدہ کو بعض فاریقطیونی اور بعض دیگر یقطونی کہتے ہیں۔ یہ خرمیذس کی بہن، غلوقن کی بیٹی فلسخروس کی پوتی اور اقریطس کی پڑپوتی تھی۔ افلاطون سولن کی چھٹی پُشت میں سے تھا۔ افلاطون کا شجرۂ نسب والد کی طرف سے قوورس (ایک نسخے میں قاذون۔ مترجم) بن مالنتوس

(صہ۴۳ کا بقیہ نوٹ) :۔ دوسرے میں ارتخشتا (WIEN ۱۰۶۲) درج کیا گیا ہے۔ اس کا مشہور نام گشتاسپ ہے جو کیانی خاندان کا پانچواں بادشاہ تھا۔ پہلا کیقباد۔ دوسرا کیکاؤس۔ تیسرا کیخسرو۔ چوتھا لہراسپ اور پانچواں گشتاسپ تھا۔ اس نے ۱۲۰ برس حکومت کی۔

[۵] زردُشت (۶۶۰-۵۸۳ ق م) آذربائیجان میں پیدا ہوا تھا۔ یہ سب سے پہلے گشتاسپ کے دربار میں گیا۔ وہاں وزیر کے دو بیٹوں، ملکہ اور پھر خود بادشاہ کو زردُشتی مذہب کی طرف مائل کیا۔ اس کی مشہور الہامی کتاب کا نام اوِستا ہے۔ اس کی پہلوی شرح ژند کہلاتی ہے۔ اور اگر ژند کو اوِستا کے حروف میں لکھا جائے تو وہ پاژند کہلاتی ہے۔ زرتشت کے والد کا نام پورشسپ۔ دادے کا نام پیترسپ۔ ماں کا دغدو یہ اور نانے کا فراہیمرا تھا۔ اور فریدون کی نسل سے تسلیم کیا جاتا ہے۔

[۶] اثینس یونان میں فلسفیوں کا مشہور شہر۔

تک پہنچتا ہے۔ جو فیلسڈون کی طرف منسوب تھا۔ مالنتوس ایک بہادر اور شجاع انسان تھا لیکن گاہے ماہے مکروفریب سے بھی کام لے لیتا تھا۔ مشہور ہے کہ جب اہلِ بواطیا اور اہلِ اثینس میں ایک لمبی جنگ چھڑ گئی۔ اور طرفین لڑلڑ کر تھک گئے تو ملکِ بواطیا کے بادشاہ افسانتس نے اثینس کے فرماں روا اوموطی کو یکیکی (دو آدمیوں کی لڑائی انگریزی میں (DUEL) مترجم) کی دعوت دی۔ وہ ڈر گیا اور میدان میں اُترنے سے انکار کر دیا۔ مالنتوس کو غیرت آئی۔ میدان میں آکر کہنے لگا کہ میں لڑنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ اگر میں جیت گیا تو اثینس کی سلطنت میرے حوالے کر دی جائے گی۔ اوموطی اس شرط پر راضی ہو گیا۔ جب ہر دو اکھاڑے میں اُترے تو مالنتوس نے افسانتس کو کہا۔ کہ ذرا ایک آدھ منٹ چل پھر لیجیے، اس کے بعد دست و بازو کا امتحان ہوگا۔ ہوں ہی افسانتس نے پیٹھ پھیری۔ مالنتوس نے اس پر بزدلانہ حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اُس وقت سے اہلِ اثینس اس یوم کو بہ طورِ عید منانے لگے اور اسے عید الخُدعہ (دھوکے کی عید) کے نام سے یاد کرنے لگے۔ یونانی زبان میں اُس وقت اس عید کو اباطینوریا اور آج کل اباطوریا کہتے ہیں۔ مالنتوس کے بیٹے تودرس نے ایک موقع پر اپنے آپ کو اس لیے دشمن کے حوالے کر دیا تھا کہ شہر محفوظ رہے۔ اس غریب کی تمام زندگی نکبت میں گزری۔ چیتھڑے پہنے اور غریب الوطنی میں موت گوارا کی۔ تاکہ ہم وطنوں کی شان میں فرق نہ آنے پائے۔

اہلِ یونان افلاطون کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہاں تک کہ گزرتے ہیں۔ کہ اس کی ولادت اللہ کے نور سے ہوئی تھی۔ اور اس کا ستارہ بہترین ستارہ تھا۔ یونانیوں نے اس حکیم کے متعلق بے شمار خلافِ عقل افسانے مشہور کر رکھے ہیں۔ جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

کہتے ہیں کہ جب سقراط کی تقریر سُن کر افلاطون نے شعر گوئی ترک کر دی تو ساتھ ہی ارادہ کر لیا کہ اب وہ زندگی کے باقی دن سقراط کی صحبت میں فیثاغوری فلسفہ

سیکھنے پر صرف کرے گا۔ عنفوانِ شباب میں سقراط و افلاطون کے ہم درس تھے اور فیثاغورس سے درسِ فلسفہ لیا کرتے تھے۔ لیکن افلاطون کو شعر گوئی کا چسکا پڑ گیا تھا اس لیے اُستاد کے علم سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

سقراط کا خواب

ایک رات سقراط نے خواب میں دیکھا کہ اس کے حجرے پر ایک سارس نے ایک بچہ نکالا ہے۔ دیکھتے دیکھتے بچے کے جسم سے پر نکلے اور بڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ دورانِ پرواز میں اس کی منقار سے وہ خدائی نغمے برس رہے تھے۔ کہ تمام خدائی جھوم رہی تھی۔ جب صبح ہوئی اور افلاطون آپ کی صحبت میں وارد ہوا تو جھٹ بول اُٹھے، وہ پرندہ یہی ہے اور بہت جلد دُنیا اس کے میٹھے بول سُن کر سر دُھنا کرے گی۔

کہتے ہیں کہ آغازِ جوانی میں افلاطون نے شعر گوئی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ بیس سال کی عمر سے پہلے ہی فیثاغورس سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ اور موسیقی پر بھی چند کتب لکھ چکا تھا۔ اس کے بعد حصولِ فلسفے کا خیال پیدا ہوا، اس ارادے سے اراقلی طوس کے تلامذہ کے پاس پہنچا۔ (اصحابِ اراقلی طوس ایک خاص قسم کا فلسفہ نشر کیا کرتے تھے۔ جس سے دُنیا آج قطعاً نا آشنا ہے) اس نے کچھ سیکھا تو سہی۔ لیکن مطمئن نہ ہوا، اس لیے وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ اور سقراط کے ہاں پہنچا (فیثاغورث کی موت کے بعد سقراط اپنے زمانے کا سب سے بڑا فلسفی سمجھا جاتا تھا) اس وقت سقراط ایک ایسی جماعت کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔ جو ذیونوسیوس کی بھیجی ہوئی تھی۔ سقراط کی تقریر سُن کر افلاطون کے دل میں فلسفہ فیثاغوری کے سیکھنے کا زبردست شوق پیدا ہو گیا۔ شعر و حکایات کی تمام کتابیں نذرِ آتش کر ڈالیں۔ کتابیں جل رہی تھیں۔ اور حکیم ایک شعر گنگنا رہا تھا۔ جس کا ترجمہ ہے:۔

"اے آگ میرے پاس آ ۔ کہ تجھ سے کچھ کام لینا ہے"

اس وقت حکیم کی عمر بیس سال تھی۔ سقراط کے ہاں پندرہ سال تک تعلیم حاصل کی۔ اور

وہ کمال پیدا کیا کہ فلسفے میں فیثاغورس اور سیاست مدنی میں سقراط کا ہم پایہ تصور ہونے لگا۔ ہمارے پاس اس کی منزلتِ علمی پر ہم عصر یونانیوں کی شہادت موجود ہے۔

حکیم کو تحصیلِ علم کا اس قدر شوق تھا کہ شب و روز ہم درسوں و استادوں سے علمی مسائل پر بحث کرتا رہتا اور کتب ڈھونڈتا رہتا۔ اُسے جب معلوم ہوا کہ فیلولاؤس کے پاس چند قیمتی کتب موجود ہیں تو ذیون[1] کی معرفت صرف تین کتابیں سَو دینار میں خریدیں۔ تین دفعہ تلاشِ کتب میں صقلیہ (سسلی) تک نکل گیا۔ صقلیہ کا پہلا سفر اس ارادے سے کیا تھا کہ وہاں اُس آگ کا تماشا کرے۔ جو قدرتاً ایک حصّۂ زمین سے ہر وقت نکلتی رہتی تھی۔ یہ آگ گرمیوں میں نرم پڑ جاتی اور سردیوں میں زیادہ بھڑک اٹھتی تھی۔ اُس وقت صقلیہ کا فرماں روا ذیونوسیوس یونانی تھا جس نے محض تلوار کے زور سے اس ملک پر قبضہ جما رکھا تھا، ورنہ حق دار کوئی اور تھا۔ جب افلاطون کی آمد کی خبر اس کے کانوں تک پہنچی تو دربار میں طلب کیا۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھا کہ سقراط اِس جزیرے کے علما کے سامنے ایک تقریر کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ذیونوسیوس نے افلاطون سے کچھ سُننے (اشعار یا کلامِ منثور) کی تمنا ظاہر کی۔ افلاطون نے ازراہِ تعمیل دیر تک تقریر کی۔ مختلف مسائل پر فصیح و بلیغ الفاظ میں روشنی ڈالی۔ اور ہر دعوے کو محکم دلائل سے ثابت کیا۔ دورانِ تقریر میں فرمایا کہ بہترین لوگ وہ ہیں۔ جو نوامیس و قوانین کی متابعت کر کے عظمت حاصل کریں۔ چوں کہ ذیونوسیوس اس مُلک کے تمام قوانین کو توڑ کر بلا استحقاق مالک بنا بیٹھا تھا، اس نے اس فقرے کو ایک چوٹ سمجھا لیکن پی گیا۔ امیرِ صقلیہ خود بھی شاعر و فلسفی تھا لیکن اس کا فلسفہ حقیقت سے بیگانہ تھا۔ اس نے کچھ شاگرد بھی پیدا کر لیے تھے جو اس فلسفے کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ امیر جب کبھی سُن پاتا کہ جزیرے میں کوئی عالِم وارِد ہوا ہے۔ تو جھٹ اُسے طلب کرتا اور بحث و تمحیص بہ لفظی داؤ پیچ سے اپنے ناجائز تسلط

---

[1] سسلی کے بادشاہ ذیونوسیوس کا سالہ۔

کی وجہِ جواز ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔ ایک دن افلاطون سے پوچھ بیٹھا۔ "کیا میرے دوستوں میں سے تمھیں کوئی نیک نظر آتا ہے؟" امیر کا منشا یہ تھا کہ حکیم سب کے سامنے جواب میں کہے "اجی آپ بہت نیک آدمی ہیں"۔ اس جواب سے رائے عامہ اس کے حق میں تبدیل ہو جائے گی اور تسلط کی وجہ جواز بھی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن حکیم نے بہت بے اعتنائی سے جواب دیا "تیرے دوستوں میں ایک بھی شریف موجود نہیں"۔ امیر نے پھر پوچھا۔ "کیا گزشتہ زمانے میں بھی کوئی شریف آدمی موجود تھا"۔ حکیم نے جواب دیا۔ "ہاں۔ لیکن جو شریف تھے، وہ مشہور نہ ہو سکے۔ اور جو مشہور ہوئے، وہ شریف نہ تھے"۔ یہ دوسرا چرکا تھا جو امیر کے دل پر لگا لیکن اس دفعہ بھی پی گیا۔ پھر پوچھا "ارقلیس کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔ سعید ہے یا شقی؟" (ارقلیس یونان کا ایک شاعر تھا جس نے اس امیر کی شان میں کافی قصائد مدحیہ کہے تھے۔ یہ اشعار صقلیہ کے عبادت کدوں میں ہر وقت گائے جاتے تھے۔ اس امیر کی شعرا پروری و شعر نوازی کی اصلی غرض ارقلیس کی شاعری کو چمکانا تھا۔ تاکہ مدحِ امیر کے نغمے گھر گھر سے بلند ہوں) فرمایا۔ "اگر ارقلیس ایسا آدمی ہے جیسا کہ مشتری کے ایک بیٹے (یعنی شاعر، مترجم) کو ہونا چاہیے۔ تو وہ سعید ہے۔ اور اگر وہ اُن اوصاف کا مالک ہے جو تم نے اس کی طرف منسوب کر رکھے ہیں۔ تو وہ بدبخت و شقی ہے"۔

امیر اس گستاخانہ جواب پر بھڑک اٹھا۔ اور بولیذس (اقاذامونیا کا باشندہ جو سسلی میں ایک مُلکی معاہدہ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا) کو حکم دیا کہ اسے ہمراہ لے جائے۔ اور وہاں لے جا کر اس کا سر اُڑا دے۔ بولیذس اسے اپنے شہر اغینا میں لے گیا۔ اور جذباتِ رحم سے مجبور ہو کر اس کی جان لینے کا خیال چھوڑ دیا۔ اس اثنا میں نہروان[1] کے ایک شخص انناقرس کو اس واقعے کا پتا چلا۔ یہ شخص افلاطون کا غائبانہ پرستار تھا

---

[1] نہرواں عراق عرب کے سات بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ بغداد سے پانچ فرسنگ دُور۔ دریائے تامرہ کے کنارے لیکن اب برباد ہو چکا ہے۔ (نزہت صہ ۲۹)

اور افلاطونی سیرت اپنے اندر پیدا کرنے کی بہت کوشش کیا کرتا تھا۔ اس نے تیس سیر چاندی دے کر افلاطون کو خرید لیا۔

امیر سسلی کے سالے کا نام ذیون تھا۔ جن دنوں افلاطون سسلی میں تھا اور علمی محفلیں جما کرتی تھیں، ایک دن ذیون کو بھی حکیم کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کا کلام سن کر ہزار جان سے فدا ہو گیا۔ جب ذیون کو اس ماجرے کا علم ہوا۔ تو امیر سے چوری ایک قاصد کو تیس سیر چاندی دے کر اس نہروانی کے ہاں بھیجا کہ زرِ خرید لے کر افلاطون میرے حوالے کرو۔ نہروانی نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ حکیم میرا غلام نہیں بلکہ آزاد ہے۔ وہ تیس سیر چاندی اس غرض کے لیے دی گئی تھی تاکہ حکیم اُس امیر کی قید سے آزاد ہو جائے، اب عنقریب حکیم اپنے وطن کو روانہ ہو جائے گا۔ جب ذیون کو یہ جواب پہنچا تو اس نے فوراً اقاذامیا میں کچھ باغات خرید کر افلاطون کو بخش دیے تاکہ حکیم فکرِ معاش سے آزاد ہو جائے۔

جب ذیونوسیوس کو معلوم ہوا۔ کہ افلاطون زندہ ہے۔ تو اپنے کیے پر پشیمان ہوا، تلافی کی کوشش کی اور ایک خط حکیم کی طرف اس مضمون کا لکھا کہ میں اپنے کیے پر از بس نادم ہوں۔ اور التجا کرتا ہوں۔ کہ اشعار و خطب میں میری مذمت نہ کی جائے۔ افلاطون نے جواب میں لکھا کہ میں بے حد مصروف انسان ہوں، تمھاری ہجو کی مجھے قطعاً فرصت نہیں۔

ذیونوسیوس نے افلاطون کو ایک کتاب (قانون پر) دینے کا وعدہ کیا تھا جو ابھی تک شرمندۂ وفا نہ ہوا تھا۔ حکیم اخلاق و سِیَر پر ایک کتاب لکھ رہا تھا جس کے متعلق کچھ مواد اُس کتاب میں موجود تھا۔ اس مقصد کے لیے حکیم دوبارہ سسلی گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے۔ کہ امیر کافی پریشان حال ہے۔ اور لوگ باغی ہو چکے ہیں۔ حکیم نے کتاب مانگنا مناسب نہ سمجھا اور واپس چلا آیا۔ تیسری بار پھر سسلی پہنچا، اس

دفعہ مقصدِ سفر یہ تھا کہ امیر کا سالا ذیون علمِ بغاوت بلند کرنے کے بعد اکثر بلاد پر قابض ہو چکا تھا اور قریب تھا کہ ذیونوسیوس حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حکیم یہ چاہتا تھا کہ ہر دو کے درمیان صُلح کرائے۔ اس لیے کہ بادشاہوں کی جنگ عوام پر تباہی لاتی ہے اور ایک فلسفی کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ہر تباہی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ حکیم کی مساعی کام یاب ہوئیں اور دونوں میں صلح ہو گئی۔ ہر دو کو حفظِ مراتب کا درس دیا اور پھر وطن کو روانہ ہو گیا۔

حکیم اپنے اہلِ وطن کی سیرت و سیاست سے ناخوش تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے پوچھا "اگر آپ اہلِ وطن کی سیرت و سیاست کو پسند نہیں کرتے تو پھر اسے بدلنے کے لیے ہاتھ پاؤں کیوں نہیں ہلاتے"۔ کہا۔ "میرے اہلِ وطن کی سیاست از بس قدیم ہے جس سے ان لوگوں کو شدید دل بستگی پیدا ہو چکی ہے، اب اس کو ہٹانا اہلِ وطن کے جذبات کو ٹھیس لگانا ہے۔ بعض اوقات میرا جی تو چاہتا ہے کہ کسی بیرونی قوم سے مل کر اپنی قوم کو دُرست کروں۔ لیکن اس کا نتیجہ اپنوں کی تباہی ہوگا۔ ایک دفعہ افلاطوؔن نے قوم کی سیاست پر حملہ کر دیا۔ قوم نے سخت انتقام لیا چنانچہ حکیم اس ارادے سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہو گیا۔ اور قوم کو تسلّی دلانے کے بعد اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

افلاطوؔن ذیون کے خرید کردہ باغات میں سے رزق حاصل کرتا۔ اور دن بھر مدرسے میں فرائضِ تدریس سرانجام دیتا تھا۔ اس نے دُو بیویاں کر رکھی تھیں ایک کا نام الستانیا (ایک نسخے میں الشایا درج ہے)، ارفادیا (ایک نسخے میں قادیا) کی رہنے والی۔ اور دوسری کا نام افسوثیا (برلن کے ایک نسخے میں امسوسیا) تھا جو فلیوس کی رہنے والی تھی۔

افلاطوؔن بہ حیثیتِ معلّم نہایت خوش نفس ثابت ہوا۔ اس نے تلامذہ کی ایک

شہرۂ آفاق جماعت پیدا کی۔جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :۔

(۱) اسپوسپّوس	مقیم	اثینس	افلاطوؔن کا بھانجا ۔
(۲) افسنوقراطیس	"	خلقیدونا	
(۳) ارسطوطالیس	"	اسطاغیرا	
(۴) برقلوس	"	نیطس	(حالات حروف البا میں ملاحظہ ہوں ۔ مترجم)
(۵) اسطیاؤس	"	بارنتوس	
(۶) ارخوطس	"	طارنطینی	(اس پر ارسطوؔ نے ایک کتاب لکھی تھی ۔کتاب کا نام یہ ہے کتاب ارخوطس ۔مترجم)
(۷) ذیون	"	سوراقوسا	
(۸) امقلاس	"	اصطناوس	
(۹) ارسطوس	"	اسکبسیس	
(۱۰) قورسقس	"	"	
(۱۱) طیمالاؤس	"	قوزیقوس	
(۱۲) اواؤن	"	لمساقوس	
(۱۳) مناؤی موس	"	اراثرس	
(۱۴) اراقلیدس	"	ایوس	
(۱۵) تیاتالس	"	اثینس	
(۱۶) قالبوّس	"	"	
(۱۷) دیمطریوس	"	انفیبولیس	وغیرہ وغیرہ ۔

اس حکیم کی یہ عادت تھی کہ جب اس کے پاس جماعت سبق لینے آتی تو یہ فوراً اٹھ کر اپنے باغات میں (جو ذیون نے اسے عطا کیے تھے) ٹہلنے لگ جاتا۔اور درس

بھی دیے جاتا۔ اسی وجہ سے اس کے شاگرد مشّائین کہلانے لگے۔ افلاطوٗن کی وفات اکیاسّی برس کی عمر میں بہ مقام افاذامیا ہوئی اور اپنے باغ میں مدفون ہوا۔ اس کے جنازے میں اثینس کا ہر متنفس شامل تھا۔ افلاطوٗن نے جو جایداد باقی چھوڑی اس کی تفصیل یہ ہے۔ باغات، غلام، سونے کے پیالے اور سونے کے کانٹے جو وہ بچپن میں پہنا کرتا تھا اور آج کل امرائے یوٗنان کے ہاں جزوِ لباس بن چکے ہیں۔

افلاطوٗن نے تمام وہ رقم جو امیر صقلیہ یا دیگر احباب نے اُسے وقتاً فوقتاً دی تھی، اپنی بھانجیوں کی شادی اور دیگر احباب کی بہتری پر صَرف کردی۔ حکیم اربابِ سخاوتقوا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ جب دوٗسروں کو بہترین سادات کی تعلیم دیتا تھا، تو خود کیوں نہ عمل کرتا۔

حکیم کی قبر پر ایک طرف روٗمی زبان میں لکھا تھا: "یہ ارستوقلیسِ الٰہی کی آرام گاہ ہے جو عِفّت و دیگر اخلاقِ عالیہ کی وجہ سے اکرم الناس خیال کیا جاتا تھا۔ جو لوگ حکمت کے مدّاح ہیں، وہ اس کی بھی تعظیم کریں گے، اس لیے کہ اس میں حکمت کا ایک خزانہ مدفون ہے جو حسد کے عیب سے قطعاً مُبرّا تھا۔"

قبر کی دوٗسری طرف درج تھا:

"افلاطون کا جسم بے شک زمین میں مستوٗر ہے۔ لیکن اُس کی روٗح اُن بلندیوں پر پہنچ چکی ہے جہاں موت کی رسائی نہیں ہو سکتی۔"

فلسفیوں کے فرقے

حنین بن اسحاق الترجمان، ابونصر محمد[1] بن محمد الفارابی المنطقی اور چند دیگر فلسفیوں نے بیان کیا ہے کہ فلسفیانِ یوٗنان سات

---

[1] محمد بن محمد بن طرخان ابونصر الفارابی۔ ماوراء النہر کے ایک شہر فاراب کا رہنے والا تھا۔ بعد میں بغداد کو اپنا وطن بنالیا۔ یوٗحنا بن جیلاد کا شاگرد اور اسلام کا بہت بڑا فاضل تھا۔ دمشق میں ۳۳۹ھ کو فوت ہوا۔ تصانیف و دیگر حالات کے لیے حرف الفا ملاحظہ فرمایئے۔

فرقوں میں منقسم ہیں جن کے نام سات چیزوں سے لیے گئے ہیں۔ ایک فرقہ اپنے اُستاد کے نام کی طرف منسوب ہے۔ دوسرا اس شہر کی طرف جو فلسفے کا مرکز تھا۔ تیسرا اُس مقام کی طرف جہاں فلسفہ پڑھایا جاتا تھا۔ چوتھا اُن اخلاق و تدابیر کی طرف جن کا یہ فرقہ مظہر تھا۔ پانچواں اُن خیالات و آرا کی طرف جو یہ علم فلسفہ کے متعلق رکھتا تھا۔ چھٹا اُن اغراض کی طرف جو تعلیم فلسفے کا مقصد ہیں۔ ساتواں اُن افعال کی طرف جو تعلیم فلسفہ کے دوران میں اس سے سرزد ہوتے تھے۔

پہلا فرقہ جو اُستاد کے نام کی طرف منسوب ہے، گروہ فیثاغورس کہلاتا ہے۔ دوسرا گروہ جو شہر کے نام سے مشہور ہے فرقۂ ارسطبّس[1] (قورنیا[2] کے رہنے والے) کہلاتا ہے۔ تیسرا گروہ جو مقام کے نام سے معروف ہے، فرقۂ کربّس ہے۔ یہ فرقہ "سایہ نشین" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ شہر اثینیہ کے ایک معبد میں درانڈے کے سائے میں بیٹھ کر فلسفہ پڑھا کرتے تھے۔ چوتھا فرقہ جو گروہ ذیوجانس[3] کہلاتا ہے، اپنے اخلاق و تدابیر کی بنا پر فرقۂ کلابیہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ یہ بزرگ تمام فرائضِ مدنیہ کے خلاف پرچار کرنے کے علاوہ صرف اقارب سے محبت اور باقی تمام انسانوں سے نفرت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ اخلاق انسانوں میں نہیں ہو سکتے بلکہ کتوں میں ہوا کرتے ہیں۔ پانچواں فرقہ جو اُن آرا و خیالات کی طرف منسوب ہے جو وہ علم فلسفہ کے متعلق رکھتا تھا .... کا گروہ ہے (اصل کتاب میں بھی صرف نقطے

---

[1] ارسطبّس کا مُرف ارسطیفس تھا۔ قورنیہ کا رہنے والا جو اپنے عہد میں امام الفلسفہ تھا۔ اس کا فلسفہ آج ختم ہو چکا ہے۔ اس کی دو کتابیں کافی مشہور ہیں۔ اوّل کتاب الجبر جسے ابوالوفا محمد بن محمد الحاسب نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ دوم کتاب قسمۃ الاعداد۔ (تاریخ الحکماء)

[2] قورنیا قدیم زمانے میں رفنیہ کہلاتا تھا۔ شام میں حمص کے پاس ایک شہر ہے۔

[3] دیوجانس کلابی کے حالات حرف الذال میں دیکھیے۔

دیے ہوئے ہیں۔ مترجم) .... چھٹا فرقہ جو غرضِ فلسفہ کی طرف منسوب ہے، افیغورس کا گروہ ہے۔ یہ اصحاب اللذت کے نام سے مشہور ہوگیا ہے۔ ان کے ہاں فلسفہ پڑھنے کا مقصد صرف دماغی لذّت تھی اور بس اور ساتواں گروہ جو افعال کی طرف منسوب ہے، پیروانِ افلاطون وارسطو پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ مشّائین کہلاتے تھے۔ اس لیے کہ تدریسِ فلسفہ کے دوران میں یہ ٹہلتے رہتے تھے تاکہ دماغی ورزش کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش بھی ہوتی رہے۔ بس یہ ہیں یونانی فلسفیوں کے فرقے۔

یونانی فلسفیوں کے بڑے بڑے گروہ دو ہیں۔ (۱) فرقۂ فیثاغورس (۲) گروہِ افلاطون وارسطوؔ۔ یہ فلسفے کے عمود سمجھے جاتے ہیں۔ ابتدا میں حکمائے یونان، فیثاغورس، ثالیس الملطی اور دیگر یونانی ومصری صابئین (کواکب پرست۔ مترجم) کے فلسفۂ طبیعیہ کی طرف مائل تھے۔ لیکن متاخرین سقراط، افلاطون، ارسطوؔ وغیرہ کے فلسفۂ مدنیّہ کے قائل ہوگئے۔ ارسطوؔ اپنی کتاب "فی الحیوان" میں کہتا ہے:۔

"آج سے سو سال پہلے یعنی سقراط کے زمانے میں حکما فلسفۂ طبیعیہ کو چھوڑ کر فلسفۂ مدنیّہ کی طرف مائل ہوگئے۔ اور افلاطون علومِ یونانی کا بادشاہ سمجھا جانے لگا۔"

عظمتِ یونان

یونان کی قوم ایک بلند پایہ اور شہرۂ آفاق قوم ہے۔ جس کی آغوش میں بڑے بڑے شہنشاہ پلے، ان میں سے ایک اسکندر ذوالقرنین بن فیلبس الماقذونی (مقدونی کا بگاڑ۔ مترجم) ہے۔ اس نے ایران کے بادشاہ دارا بن دارا سے اس کے گھر میں جاکر جنگ کی اور اُسے ہلاک کرنے کے بعد تمام ایران پر قابض ہوگیا۔ پھر ہندستان وچینؔ[۱] کی طرف بڑھا۔ اور

[۱] فاضل مصنّف نے یہاں غلطی کھائی ہے۔ اسکندرِ اعظم پورس سے جنگ کرنے کے بعد دریائے جہلم کے کنارے ہی سے واپس چلا گیا تھا۔ چین کی سرزمین میں اُس نے قدم نہیں رکھا۔

ان ممالک میں اُسے جو کامیابیاں حاصل ہوئیں، اُن سے اوراقِ تاریخ لبریز ہیں۔ اسکندر کے بعد بطالمہ[1] یا بطالسہ کا دَورِ حکومت آیا۔ ان لوگوں نے مدّت تک دھڑتے سے حکومت

---

[1] بطالمہ یا بطالسہ۔ یہ خاندان اسکندرِ اعظم کی وفات کے بعد مصر پر حکمراں رہا۔ بطلی موس لاغوس اسکندر کا ایک قابلِ اعتماد جرنیل تھا۔ جو ہندستان تک اُس کے ہمراہ آیا۔ اسکندر کی وفات کے بعد حکومتِ مقدونیہ نے اسے مصر کا گورنر بنا کر بھیجا، اور یہ خود مختار بن بیٹھا۔ تمام بادشاہوں کے نام بہ قیدِ زمانۂ سلطنت درجِ ذیل ہیں:۔

نمبر شمار	نام		عہدِ حکومت
۱۔	بطلی موس بن لاغوس		۳۲۳ - ۳۰۹ قم
۲۔	بطلی موس فیلاڈلفوس	(PHILADELPHUS)	۳۰۹ - ۲۴۶ "
۳۔	بطلی موس یورجٹیس اوّل	(EUERGETES)	۲۴۶ - ۲۲۱ "
۴۔	بطلی موس فیلاپٹر	(PHILOPATOR)	۲۲۱ - ۲۰۴ "
۵۔	بطلی موس اپیفانیس	(EPIPHANESE)	۲۰۴ - ۱۸۱ "
۶۔	بطلی موس فیلومیٹر	(PHILOMETOR)	۱۸۱ - ۱۴۵ "
۷۔	بطلی موس یورجٹیس دوم		۱۴۵ - ۱۱۶ "
۸۔	بطلی موس سوٹر	(SOTER)	۱۱۶ - ۸۰ "
۹۔	بطلی موس الیکزینڈر اوّل		۹۶ - ۸۹ "

نوٹ:۔ سوٹر یونانی جزائر پر حکمراں تھا اور الیکزینڈر مصر پر۔ ۸۹ میں الیکزنڈر کو لوگوں نے معزول کردیا۔ اور سوٹر جزائر اور مصر دونوں پر حکومت کرنے لگا۔

۱۰۔ بطلی موس الیکزینڈر دوم نے صرف بیس یوم حکومت کی اور ۸۰ قم میں قتل ہوگیا۔

۱۱۔ بطلی موس فیلوپٹر فیلاڈل (PHILOPATOR PHILADEL) ۸۰ - ۵۱ قم

۱۲۔ بطلی موس فیلوپٹر دوم ۵۱ - ۴۷ قم

(بقیہ نوٹ صہ ۵۶ پر)

کی اور کئی گردن کشوں کا سرِ غرور خم کیا۔ آخر کار اہلِ روُمہ نے ان کی سلطنت کا خاتمہ کردیا۔ اور یوُنان سلطنتِ بابل و ایران کی طرح سلطنتِ روُمہ کا ایک حصّہ بن کر رہ گیا۔

یوُنان کی سرحدیں

یوُنان زمین کے شمال مغربی رُبع (چوتھائی) میں واقع ہے۔ اس کے جنوب میں بحیرۂ روُم۔ حدوُدِ شام و حدودِ جزری واقع ہیں۔ شمال میں بلادِ لان[۵۱] و دیگر ممالک۔ مغرب میں بلادِ المانیہ[۵۲] (جن کا دارالخلافہ روُمیہ تھا) مشرق میں ارمینیہ[۵۳] کی سرحدیں۔ باب الابواب[۵۴] اور وہ خلیج جو

(صفحہ ۵۵ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو:۔

۱۳	بطلی موس فیلوپیٹر سوم	۴۷ - ۴۴ قم
۱۴	قلوپطرہ	۴۴ - ۳۰ قم

قلوپطرہ کے بعد مصر سلطنت روُمہ کا ایک صوبہ بن گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

۵۱ بحیرۂ خزر کے مغرب اور گرجستان کے شمال میں ایک علاقہ جس کا ایک شہر الان بھی ہے۔ اسے فیروز بن قباد ساسانی نے بنایا تھا (نزہت صفحہ ۹۳)

۵۲ یوُنان کے مغرب میں کوئی المانیہ آج موجود نہیں۔ البتہ البانیہ موجود ہے۔ اگر یوُنان کی سرحد کو روُمانیہ سے گزار کر لینن گراڈ تک پہنچا دیا جائے۔ اور پولینڈ کا کچھ حصّہ یوُنان میں شامل کردیا جائے تو پھر ایک المانیہ مغرب کی طرف ملتا ہے جسے آج کل جرمنی کہتے ہیں۔ میرا ناقص خیال یہ ہے۔ کہ اس زمانے میں کچھ مغربی بلقان و وسطی یوُرپ کو بھی المانیہ کہتے تھے۔

۵۳ ارمینیہ۔ تبریز کے شمال اور طفلس کے جنوب میں۔ موجودہ سلطنتِ ترکی (۱۹۳۲ء) کی مشرقی سرحد پر ایک علاقہ۔ ۵۴ باب الابواب۔ قفقاز میں ایک قلعہ یا شہر جسے اہلِ ایران دربند، ترک دمورکاپی اور عرب باب الابواب کہتے ہیں۔ یہ قلعہ کوہِ قاف و بحیرۂ خزر کے درمیان تھا حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس قلعے کو عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے فتح کیا تھا (تاریخ خلفائے عرب۔ مطبوعۂ نول کشور۔ مصنفۂ ابوالعلا شاہ محمد کبیر صـ۲۱۶) منتہی الارب "بوب" کے ذیل میں درج ہے۔ باب الابواب دربندے است بخزر۔

بحیرۂ روم و بحرِ نیطس شمالی کے درمیان ہی، بلادیوں کے عین وسط میں واقع ہی ۔

یوُنان کی زبان اغریقیہ کہلاتی ہی ۔ اور یہ دُنیا کی وسیع ترین و اہم ترین زبان ہی ۔ اہلِ یوُنان مذہباً کواکب پرست و بُت پرست تھے ۔ ان کے علما فلاسفہ (فلسفی کی جمع یعنی محبِ الحکمتہ) کہلاتے تھے ۔ اہلِ یوُنان اُن آٹھ اقوام میں سے ہیں جن کی علمی خدمات کو زمانہ فراموش نہیں کرسکتا ۔ وہ اقوام یہ ہیں :۔

(۱) ہندستانی (۲) ایرانی (۳) کلدانی (۴) یوُنانی (۵) روُمی (۶) مصری (۷) عربی (۸) عبرانی ۔ ان اقوام نے علوم و فنوُن کی بے انتہا خدمات سرانجام دی ہیں ۔ اور دُنیا کی باقی اقوام کا کھانے، پینے اور نکاح کرنے کے سوا کوئی اور کام نہیں رہا ۔ افلاطوُن دُعا مانگتے وقت کہا کرتا تھا:

"ای میری روُح! جو روُحِ اعلا سے متصل ہی، تو اپنی علت کے پاس سفارش کر کہ وہ عقلِ فعّال سے کہے کہ جب تک مَیں اس عالم کون و فساد میں زندہ رہوُں، صحتِ مزاج کی نعمت سے مجھے محروُم نہ کرے ۔"

ارسطوُطالیس

ارسطوُطالیس کے معنی ہیں ۔ "تمام خوُبیوں کا مالک، بہت بڑا عالِم و ہُنرمند" ارسطوُ بن نیقوماخس فیثاغورثی جیراشی افلاطوُن کا شاگرد تھا اور اُستاد کا صحیح جانشین تھا ۔ جن دو خوبیوں (عظمتِ علمی وعملی) نے اُستاد کی زندگی میں چارچاند لگادیے تھے، وہی اوصاف شاگرد کے لیے بھی سرمایۂ افتخار تھے ۔ حصولِ علم کی غرض سے افلاطوُن کے ساتھ بیس سال رہا ۔ افلاطوُن اسے تمام شاگردوں سے بہتر سمجھتا اور عموُماً کہا کرتا تھا کہ ارسطو عقلِ مجسّم ہی ۔

یونانی فلسفے کی انتہا ارسطو پر ہوتی ہے۔ جہاں تک یونانی حکمت کا تعلق ہے، یہ حکیم خاتم الحکما و سید العلما سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ پہلا فاضل ہے جس نے فنِ استدلال کو منطقی پیچیدگیوں سے آزاد کر کے اشکالِ ثلثہ (صغریٰ۔ کبریٰ۔ حدِ اوسط) کی سادہ سی صورت دی۔ اس صورت کو علومِ نظریہ کا آلۂ حصول قرار دیا۔ اور فن کا نام منطق رکھا۔

ارسطو نے فلسفے کے تمام شعبوں پر کتابیں لکھیں۔ جن میں سے بعض چھوٹی ہیں۔ اور بعض بڑی۔ چھوٹی کتابوں سے مراد وہ رسائل ہیں جو علاحدہ علاحدہ مسائل پر لکھے گئے تھے اور ہر رسالے میں صرف ایک مسئلے پر بحث ہے۔ بڑی کتابوں میں ستّر ایسے تذکرے ہیں جو اوفارس کے لیے لکھے گئے تھے۔ اور جنھیں پڑھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ ارسطو کے علم سے دنیا کس حد تک مستفید ہوئی۔ بعض کتب ہدایات پر مشتمل ہیں۔ اور تین چیزوں کی تعلیم دیتی ہیں: (۱) علومِ فلسفہ (۲) اعمالِ فلسفہ اور (۳) آلاتِ فلسفہ (جو علمِ فلسفہ وغیرہ میں استعمال ہوتے ہیں) اس حکیم کی تصانیفِ فلسفہ تین طرح کی ہیں، ایک وہ جو علومِ تعلیمیہ سے بحث کرتی ہیں۔ مثلاً کتاب فی المناظر، کتاب فی الخطوط اور کتاب فی الحیل۔ دوسری وہ جن کا موضوع طبیعیات ہے۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ اوّل جن میں طبیعت کے امورِ خاصہ سے بحث ہے۔ دوم جن میں طبیعت کے امورِ عامّہ سے بحث ہے۔ مثلاً "سمع الکیان"۔ یہ کتاب چار چیزوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اوّل مبادی۔ مثلاً عناصر و صورت۔ دوم وہ جو درحقیقت مبادی نہیں بلکہ شابہ بالمبادی ہیں مثلاً عدم (عدم کسی چیز کا مبدا نہیں۔ لیکن ہر چیز سے متقدم ضرور ہے اس لیے مشابہ بالمبادی ٹھیرا) سوم توابع مبادی مثلاً زمان و مکان (کہ گویہ وجودِ شی سے پیشتر موجود ہوتے ہیں، تاہم علّتِ وجود نہیں ہو سکتے اس لیے توابع مبادی ہوئے) چہارم۔ مشابہ بالتوابع مثلاً خلا و بُعد غیر متناہی۔ (کہ یہ توابع مبادی نہیں، صرف توابع یعنی زمان و مکان سے مشابے ہیں) ....

....

اگر ارسطو کی کتاب کو غور سے دیکھا جائے تو مختلف عنوانات کے ماتحت ایک دل چسپ فہرست مرتّب ہو سکتی۔ چوں کہ یہ امر ہمارے موضوع سے تعلق نہیں رکھتا اس لیے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ارسطو کی تصانیف پر بحث کرنے کے لیے ایک الگ کتاب درکار ہے جس کی تالیف میں معاصرین کی جہالت و بلادت حائل ہے۔

ارسطو، اسکندر بن فیلبس شاہِ مقدونیہ کا استاد تھا۔ انتظامِ سلطنت میں اسکندر تعلیماتِ ارسطو پر عمل کیا کرتا تھا۔ نتیجتاً تمام بلادِ یونان سے شرک کا خاتمہ ہو گیا، بدی مٹ گئی اور ہر طرف عدل و انصاف کی نہریں بہنے لگیں۔ ارسطو نے اسکندر کے لیے کافی رسائل لکھے ہیں جو علمی دنیا میں مشہور ہیں اور جن کی تدوین بھی ہو چکی ہے۔ یہ ارسطو ہی تھا جس کی بدولت بلادِ اسلامی میں فلسفہ پھیلا۔ محمد بن اسحٰق[1] الندیم نے اپنی کتاب میں ایک دل چسپ حکایت درج کی ہے۔ کہتا ہے کہ مامون[2] نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک تخت پر ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ جس کا رنگ سُرخ و سفید ماتھا چوڑا، ابھویں ملی ہوئیں، بال کم، آنکھیں نیل گوں سیاہ۔ اور خد و خال از بس دل کش۔ مامون پر ہیبت چھا گئی، آگے بڑھ کر پوچھا "آپ کون ہیں" کہا "میں ارسطو ہوں" مامون بہت خوش ہوا، اور پوچھا "کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں" کہا "ہاں" پوچھا "حُسن کیا چیز ہے" کہا "جو عقل کو پسند آئے" پوچھا "حُسن کا دوسرا درجہ

---

[1] الفہرست کا مصنف۔ (مزید تفصیل اقلیدس کے ضمن میں آئے گی)

[2] مامون (۸۱۳-۸۳۳ء / ۱۹۸-۲۱۸ھ) ابن ہارون بن مہدی بن ابو جعفر منصور بن ابو العبّاس محمد بن علی بن عبداللہ بن عبّاس بن علی رضؓ بن ابی طالب خلافتِ عبّاسیہ کا ساتواں خلیفہ تھا۔ بہت بڑا علم دوست۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے منجم، اطبّاء، علماء و حکماء رہا کرتے تھے۔ مامون و ہارون کا عہد اسلام کا عہدِ زریں کہلاتا ہے۔ انیس ۱۹ سال تک نہایت شان سے حکومت کی اور سنہ ۲۱۷ھ = سنہ ۸۳۳ء میں انتقال ہو گیا۔

کیا ہو" کہا "جو شریعت کو پسند آئے" پوچھا "حسن کا کوئی اور درجہ بھی ہو" کہا "نہیں" پھر گزارش کی "کوئی اور نصیحت ارشاد فرمایئے" کہا "رفیقِ سفر کو سونے کی طرح قیمتی سمجھو اور ایک اللہ کی عبادت کرو"۔

جب ماموں بیدار ہوا۔ تو اُس کے دل میں تصانیفِ ارسطو کی تلاش کا بے پناہ شوق لہریں لے رہا تھا۔ اسلامی ممالک میں ہر طرف قاصد بھیجے لیکن کوئی کتاب نہ ملی۔ مجبوراً شہنشاہِ رُوم کو خط لکھا (کچھ عرصے پہلے ماموں شاہِ روم پر حملہ کرکے اسے نیچا دکھا چکا تھا) کہ تصانیفِ ارسطو کہیں سے پیدا کی جائیں۔ شاہِ رُوم نے ہرچند تلاش کیں، مگر نہ مل سکیں۔ حالتِ مایوسی میں کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے بادشاہ نے میرے آباو اجداد کا علم مجھ سے مانگا ہو اور کس قدر مقامِ افسوس ہو کہ مجھے کوئی کتاب نہیں ملتی، میں اسے کیا مُنہ دکھاؤں گا۔ اور اس کے ہاں میری قوم کی کیا وقعت رہ جائے گی (جو غفلت کی وجہ سے آباو اجداد کی تصانیف تک گُم کرچکی ہو)" شہنشاہِ رُوم نے تفتیش جاری رکھی۔ ایک دن ایک راہب جو قسطنطنیہ سے دُور کسی معبد میں گوشہ نشین تھا، بادشاہ کے ہاں آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تمھاری مشکل کا حل میرے پاس موجود ہو۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "وہ کیوں کر؟" کہا "فلاں موضع میں ایک گھر ہو جسے ہر نیا بادشاہ نئے سرے سے مقفّل کرتا ہو" بادشاہ نے کہا۔ "اس کی وجہ تو یہ ہو کہ اُس گھر میں قدیم بادشاہوں کا کچھ سامان پڑا ہو، چوں کہ اس سامان کی کسی کو ضرورت نہیں پڑتی اس لیے اس گھر کو ہمیشہ تالا لگا رہتا ہو" راہب نے کہا۔ "معاملہ یوں نہیں، اصل قصّہ یوں ہو کہ وہاں ایک معبد ہو جہاں عیسائیت سے پہلے اہلِ یونان عبادت کیا کرتے تھے۔ جب سرزمینِ یونان میں عیسائیت نے قدم رکھا۔ اور قسطنطین[1] بن الاننہ کا عہدِ حکومت آیا تو حکمت و فلسفے کی تمام کتابیں

---

[1] قسطنطین نام کے دو بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ ایک قسطنطینِ اوّل (بقیہ نوٹ صہ ۶۱ پر)

اِدھر اُدھر سے جمع کر کے اس معبد میں بند کر دی گئیں"۔

جب شہنشاہِ رؤم نے یہ حکایت سُنی ۔ تو فوراً ارکانِ سلطنت کو مشورے کے لیے طلب کیا ۔ نیز راہب سے پوچھا کہ فلسفۂ یونان کو ممالکِ اسلامیہ میں بھیجنے سے کوئی دنیوی یا اخروی خرابی تو پیدا نہ ہوگی ؟ راہب نے جواب دیا ۔ " اُلٹا آپ کو ثواب حاصل ہوگا اس لیے کہ یہ فلسفہ جہاں پہنچتا ہے، اُس قوم کی تعمیرِ سیاست و مدنیت کو تباہ کر دیتا ہے"۔ مشورے کے بعد بادشاہ اُس مقام پر گیا ۔ دروازہ کھولا ۔ تو اندر ایک بہت بڑا کتب خانہ دیکھا ۔ کتابوں کو دیکھے بھالے بغیر ایک طرف سے پانچ گٹھڑیاں بندھوا کر مامون کو بھیج دیں ۔ کچھ پوری کتابیں تھیں ۔ اور کچھ نامکمل ۔ جو آج تک نامکمل چلی آتی ہیں ۔ مامون نے مترجم بُلوا کر ان کا رؤمی زبان سے عربی میں ترجمہ کرایا ۔ مامون کے بعد چند دیگر متلاشیانِ علم نے بھی ارسطو کی تصانیف ڈھونڈ نکالیں ۔

ابو سلیمان[1] منطقی سجستانی ثم بغدادی (جو ایک قابل و ذہین فاضل تھا) بیان کرتا ہے کہ منجم[2] کے بیٹوں نے نقل و ترجمے کے لیے حنین بن اسحاق، حُبیش[3] بن الحسن اور ثابت[4] بن قرہ جیسے فضلائے زمانہ پان پان سو دینار ماہوار پر مقرر کر رکھے تھے ۔ موسیٰ بن شاکر منجم

(صفحہ ۶۰ کا بقیہ نوٹ) :- (۳۲۷ ۔ ۳۳۴ء) جس نے عیسائیت قبول کر لی تھی ۔ اور دوسرا قسطنطینِ دوم جو مغربی رؤمہ کا ۳۳۷ سے ۳۴۰ء تک بادشاہ رہا ۔ یہاں اوّل الذکر مُراد ہے اس لیے کہ موخر الذکر کا قسطنطنیہ سے کوئی تعلق نہ تھا ۔

[1] اپنے زمانے کا بہت بڑا فاضل تھا ۔ ابو حیّان التوحیدی کا اُستاد اور غلام زُحل یعنی عبیداللہ ابن الحسن ابوالقاسم کا دوست و معاصر تھا ۔ چوتھی صدی ہجری کے رُبع آخر میں فوت ہوا ۔

[2] المنجم سے مُراد موسیٰ بن شاکر ہے ۔ جو مامون کا ایک منجم تھا ۔ اُس کے تین بیٹے تھے :۔ محمد ۔ احمد و حَسن ۔ ہر سہ کا ذکر کتاب کے آخر میں آئے گا ۔

[3] حُبیش بن الحسن الاعسم ۔ حُنین کا شاگرد اور کئی کتابوں کا مصنف و مترجم ۔ ایک کتاب کا نام کتاب الزیادۃ ہے ۔

[4] ثابت بن قرۃ بن مروان بن ثابت بن کرایا بن ابراہیم بن کرایا بن ماریوس بن سالا مانس ابو الحسن الحرّانی (متوفی ۲۸۸ھ) کے حالات حرف الثاء میں دیکھیے ۔

کے تین بیٹے یعنی محمد، احمد اور الحسن بِلادِ روُم سے علم و ادب کا بے شمار ذخیرہ نکال لائے تھے۔ ہم اُن کے متعلق اوراقِ آیندہ میں کچھ عرض کریں گے، یہاں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد یہ حضرات کہیں سے نایاب نسخے تلاش کر لائے۔ جن میں سے کچھ فلسفہ و ہندسہ۔ کچھ موسیقی و ارثماطیقی اور کچھ طب وغیرہ پر تھے۔ اسی طرح جب قُسطا[1] بن لوقا بعلبکی بغداد پہنچا تو اس کے پاس بھی چند ایسی کتابیں موجود تھیں جنھیں خود قسطا نے ایک زبان سے دوُسری زبان میں منتقل کیا اور کرایا۔

محمد بن اسحاق الندیم بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک محفل میں ابو اسحاق بن شہرام کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ روُم کے ایک شہر میں ایک پُرانا معبد تھا۔ جس کا آہنی دروازہ اتنا بڑا تھا کہ آج تک اُس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس معبد میں قدیم یوُنانی دُعا و عبادت کے لیے جمع ہوا کرتے تھے لیکن اب وہ مدّت سے بند پڑا تھا۔ ایک دن میں نے شہنشاہِ روُم سے التجا کی کہ یہ دروازہ کھولا جائے۔ شاہ نے جواب دیا کہ یہ دروازہ اُس وقت سے بند ہے، جب اہلِ روُم نے یوُنان کو فتح کیا تھا۔ اور میں اسے کھولنا پسند نہیں کرتا۔ اس انکار کے باوجود میں مشافہتاً و مکاتبتاً مُصر رہا چناں چہ بادشاہ نے میری درخواست کو شرفِ قبول بخشا اور دروازہ کھول دیا۔ میں اندر گیا۔ تو معلوم ہُوا کہ یہ معبد سنگِ مرمر اور دیگر بڑے بڑے رنگین پتھروں سے بنا ہُوا ہے۔ ہر طرف حسین تصاویر و نقوش کی ایک دُنیا نظر آتی ہے۔ اور ایک اتنا بڑا کتب خانہ موجود ہے کہ ہزار اوُنٹ بھی اس کی کتابیں نہ اٹھا سکیں۔ بعض کتب شکستہ حالت میں تھیں۔ اور بعض تقریباً نئی نظر آتی تھیں۔ ایک طرف نذر و نیاز پیش کرنے کے سُنہری و رپہلی برتن رکھے تھے اور اسی قسم کی چند اور چیزیں اِدھر اُدھر پڑی تھیں۔

---

[1] قُسطا بن لوُقا نصرانی۔ شامی۔ الکندی کا معاصر جو بغداد میں تراجم کتب پر متعین تھا۔ حالات حرف القاف میں دیکھیے۔

جب ہم سیر و ملاحظہ کے بعد باہر آئے اور دروازہ بند کر دیا گیا تو بادشاہ کہنے لگا "یہ سب کچھ تمھاری خاطر کیا گیا ہو ورنہ آج سے پہلے کسی اور کی خاطر یہ دروازہ کبھی نہیں کھولا گیا"۔ یہ واقعہ سیف الدولہ[۵۱] کے زمانے میں ہوا تھا۔ یہ معبد قسطنطنیہ سے تین روز کی مسافت پر واقع ہو۔ اس کے مجاور کلدانی[۵۲] کواکب پرست ہیں جنھیں تبدیل مذہب پر مجبور نہیں کیا گیا۔ یہ لوگ شہنشاہِ روم کو جزیہ ادا کرتے ہیں۔

محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب "ارسطو طالیس" میں بیان کرتا ہو کہ لفظ ارسطو طالیس کے معنی ہیں "شیدائیِ حکمت" اور بہ قولِ بعض "کامل الفضل"۔ ارسطو کے والد کا نام نیقوماخس اور دادے کا اسمِ گرامی ماخاؤن تھا۔ اس کا جدِ امجد اسقل بیوس (اسقل بیاؤس) تھا جس نے فنِ طب ایجاد کیا۔ اس کی والدہ افسطیا بھی اسقل بیوس کی پشت سے تھی۔ یہ حکیم یونان کے ایک شہر اسطاغاریا کا رہنے والا تھا۔ اور اس کا والد نیقوماخس سکندرِ اعظم کے والد فیلبس کے ہاں شاہی طبیب کے فرائض سر انجام دیا کرتا تھا۔ ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا۔ بطلیموس[۵۳] الغریب کہتا ہو کہ بوثیون کے معبد میں بہ ذریعہٗ وحی یہ حکم دیا گیا تھا کہ ارسطو حصولِ تعلیم کے لیے افلاطون کے ہاں جائے۔ ارسطو نے تعلیم پر بیس[۲۰] سال

---

۵۱ سیف الدولہ ابو الحسن علی (۳۳۳ - ۳۵۶ ھ) حلب کا مشہور امیر جس کی طرف ابو الفرج نے کتاب الاغانی منسوب کی۔ جس کے دربار میں متنبی قصائد پڑھا کرتا تھا اور ابو نصر فارابی جیسا فاضلِ دہر تصنیف و تالیف میں مصروف رہتا تھا۔ اس کا پورا نام امیر سیف الدولہ علی بن عبد اللہ بن حمدان تھا۔ سالِ وفات ۳۵۶ھ

۵۲ کلدانی۔ کلدہ کا اسم منسوب۔ دجلہ و فرات کے دوآبے کو آج کل عراق اور قدیم زمانے میں کلدہ کہتے تھے۔

۵۳ بطلیموس نام کے دو حکیم ہیں۔ اول بطلیموس القلوذی مصنف المجسطی و مشہور منجم جس کے شمسی نظام کا اب تک چرچا ہو۔ دوم بطلیموس الغریب۔ ارسطو کا دوست و ہم عصر جس نے ارسطو پر ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ یعنی کتاب اخبار ارسطو طالیس و وفات و مراتب کتبہ۔ (تاریخ الحکما ص ۸۹ - ۹۰)

صرف کیے۔ جب افلاطون سسلی گیا تو اس کی غیر حاضری میں ارسطو علمی کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ کہتے ہیں کہ ارسطو نے تیس سال کی عمر میں فلسفے کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ یہ حکیم یونانی علما میں افلاطون کے بعد بلیغ ترین، متین ترین و عظیم ترین عالم سمجھا جاتا ہے۔ بادشاہ اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اور سکندرِ اعظم ہر معاملے میں اس کے مشورے پر چلتا تھا۔ جب سکندر مہماتِ ملکی پر روانہ ہو گیا تو ارسطو نے دنیا سے کنارہ کر لیا اور اپنی تعمیر کردہ عمارات میں گوشہ گزیں ہو گیا۔ ان عمارات میں وہ دار التعلیم بھی شامل ہے جس میں مشائین درسِ فلسفہ لیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ بہبودیٔ عوام اور کمزوروں کی مدد ارسطو کا خاص مشغلہ بن گیا۔ شہرِ شامیطا کی تعمیر از سرِ نو کرا ڈالی اور کچھ کنوئیں بھی بنوا دیے۔

ارسطو کی وفات

بطلیموس[1] لاغوس کی تخت نشینی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ارسطو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اس کا بھانجا ثاؤفرسطس اس کا خلیفۂ تعلیم قرار پایا۔

وفات سے پہلے ارسطو نے یہ وصیت کی:۔

"میری تمام جائداد کا متولی انطیطرس ہوگا۔ نیقانر کے آنے تک ارسطو مانس، طیمرخس، ابرخس[2] اور ذیو طالیس کو چاہیے کہ وہ میرے عیال، خادمہ (اربلس نامی) کنیزوں، غلاموں وغیرہ کے آرام و راحت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں۔ اگر ثاؤفرسطس (ارسطو کا بھانجا و خلیفہ) بھی ان کے ساتھ شامل ہو سکے تو وہ بھی اس وصیت میں شامل سمجھا جائے۔ جب میری بیٹی جوان ہو جائے تو نیقانر

---

[1] بطلیموس لاغوس اسکندرِ اعظم کے بعد اسکندریہ میں ۳۲۳ ق م کو تخت نشین ہوا۔ یہ بطالسہ کا پہلا فرماں روا تھا۔ [2] ابرخس کے حالات آگے آئیں گے۔

اس کا والی قرار پائے۔ اگر میری بیٹی شادی سے پہلے مر جائے تو تمام معاملات کا فیصلہ نیقانز کرے۔ اسی طرح نیقانز کو اختیار ہوگا کہ وہ میرے بیٹے نیقوماخس کے تمام معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور اگر میری بیٹی کی شادی سے پہلے یا بعد نیقانز کی اس حال میں وفات ہو جائے کہ میری بیٹی لاولد ہو تو نیقانز کو وصیّت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور یہ وصیّت ہر طرح سے جائز ہوگی۔ اگر نیقانز بلا وصیّت مر جائے۔ تو میری خواہش یہ ہو کہ تاؤفرسطس اس کی جگہ لے لے اور میری اولاد و جایداد کی نگرانی کرے۔ اگر تاؤفرسطس کو اتنی فرصت نہ ہو تو پھر مذکورہ بالا حضرات انطیبطرس کے ہاں مشورے کے لیے جائیں اور اتفاق آرا سے جس فیصلے پر پہنچیں، اُسے جامۂ عمل پہنائیں۔

اوصیا (TRUSTEES) اور نیقانز کو چاہیے کہ وہ اربلس کا خاص خیال رکھیں کہ اس مخلص خادمہ نے میری بے حد خدمت کی ہے اور مجھے آرام پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اس کی تمام ضرورِیات پوری کی جائیں۔ اگر یہ نکاح پر مائل ہو تو کوئی فاضل مرد اس کے لیے تلاش کیا جائے۔ مالِ مملوکہ کے علاوہ اسے ۱۲۵ رطل[ا] چاندی اپنی کنیز کے علاوہ تین لونڈیاں اور ایک غلام دیا جائے۔ اگر یہ خلقیس میں رہنا پسند کرے تو میرے گھر کا وہ حصّہ جو دارالقیافہ کہلاتا ہے اور جو باغ کی طرف واقع ہے، اس کے لیے خالی کر دیا جائے۔ اور اگر اسطاغیرا (ارسطو کا مولد) میں رہنا چاہے تو میرے آبائی گھروں میں جونسا پسند

ا رطل ایک وزن ہے۔ شام میں پانچ پونڈ (اڑھائی سیر) کا۔ اور مصر میں ۱۲/۱ ۱۵ اونس کا۔ اونس تقریباً نصف چھٹانک کے برابر ہوتا ہے۔

کرے ئے لے۔ اور اوصیا کا فرض ہوگا، کہ وہ اس کی تمام حاجات کا خیال رکھیں۔

اپنے بیٹے اور بیوی کے متعلق میں کوئی وصیت نہیں کرنا چاہتا۔ نیقانر کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے غلام مرقس کا ہر طرح سے خیال رکھے اور اُسے تمام مال و دولت کے ہمراہ اس کی جائے سکونت میں پہنچا دے۔ میری کنیز امارقیس کو آزاد کر دیا جائے۔ آزادی کے بعد اگر وہ میری بیٹی کی خدمت میں شادی تک رہنا چاہے۔ تو اُسے پان سو درخم[۱] بہ مع اس کی کنیز کے دیے جائیں۔ ثالیس کو وہ لڑکی دے دی جائے۔ جو حال ہی میں ہمارے قبضۂ اقتدار میں آئی تھی اور ساتھ ہی ایک غلام اور ایک ہزار درخم بھی اُسے دیے جائیں۔ سمیس کو پہلے غلام کے .... علاوہ ایک اور غلام خریدنے کے لیے رقم دی جائے اور اس کے علاوہ جو مناسب سمجھیں اُسے دے دیں۔ جب میری بیٹی کی شادی ہو جائے تو ثاخن، فیلن اور المبیوس کو آزاد کر دیا جائے۔ اولمبیوس کے بیٹے کو بہ طورِ غلام نہ بیچا جائے اور نہ میرے غلاموں میں سے کسی اور کو خریدا جائے۔ یہ تمام غلام میرے گھر میں مصروفِ خدمت رہیں اور جب جوان ہو جائیں تو سب کو آزاد کر کے حسبِ استحقاق ان کو کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔"

اسحاق بن حنین کہتا ہے۔ کہ ارسطو ۶۷ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

تصانیف ارسطو کی تصانیفِ منطقی بہ مع اسمائے مترجمین، شارحین و مختصر نویسین یہ ہیں:۔

(۱) قاطیغوریاس یعنی مقولات (۲) باری ارمینیاس یعنی عبارت (۳) انولوطیقا الاول یعنی تحلیلِ قیاس (۴) ابودیقطیقا یا انولوطیقا الثانی یعنی برہان (۵) طوبیقا یعنی بحث جدل۔

---

[۱] درخم ڈیڑھ درہم کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک درہم کا وزن ۱/۸ اونس ہوتا ہے۔

(۶) سوفسطیقا۔ اس لفظ کے معنی ہیں "مغالطہ میں ڈالنے والا یا فریب انگیز فلسفہ"۔
(۷) ریطوریقا یعنی خطاب کرنا (۸) ابوطیقا یا بوطیقا۔ یعنی شاعری۔

پہلی کتاب یعنی قاطیغوریاس کو حنین بن اسحاق نے رومی زبان سے عربی میں منتقل کیا اور چند یونانی و عربی علما نے اس کی شرحیں قلم بند کیں۔ بعض شارحین کے نام یہ ہیں:۔ فرفوریوس یونانی۔ اصطفن الاسکندرانی رومی۔ اللبس رومی۔ یحییٰ نحوی (اسکندریہ کا پادری) امونیوس رومی۔ ثامسطیوس رومی۔ ثاوفرسطس یونانی۔ سنبلیقیوس یونانی۔ ثاون نے سریانی و عربی میں ترجمہ کیا۔ الیلنحس نے ایک عجیب تفسیر لکھی۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی کا خیال یہ ہے کہ اس تفسیر کی نسبت الیلنحس کی طرف غلط ہے۔ ......
...... (یہاں تین سطریں اس قدر محرّف ہیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مترجم)

ابوسلیمان منطقی سجستانی کہتا ہے کہ ابوزکریا یحییٰ بن عدی نے اس کتاب کا (اسکندرافرودیسی کی شرح سمیت) تقریباً تین سو اوراق میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مسلم شارحین ابونصر فارابی و ابوبشر متّی[۱] ہیں۔ علما کی ایک جماعت نے اس کتاب کی مختصرات[۲] اور مشجّر[۳] و غیر مشجّر جوامع[۴] تیار کی ہیں، جن میں سے مشہور علما یہ ہیں:۔ ابن المقفع[۵]۔ ابن بہریز۔ الکندی۔ اسحاق بن حنین۔ احمد بن الطیب[۶]۔ الرازی[۷]۔

---

[۱] ابوبشر متّی بن یونس منطقی نصرانی نزیل بغداد (۳۲۰ تا ۳۳۰ھ میں زندہ) کے حالات آگے آئیں گے۔

[۲] مختصرات۔ کسی لمبی کتاب کو یوں مختصر کرنا کہ ضروری تفاصیل نظر انداز نہ ہوں اور تمام اصول منضبط ہوجائیں۔ [۳] مشجّر۔ بیل بوٹوں سے آراستہ کرنا یا کوئی چیز یوں لکھنا کہ بوٹا تیار ہوجائے (قاموس)

[۴] جوامع۔ خلاصہ۔ کسی کتاب کا نچوڑ۔ کسی مصنف کی تمام کتابوں کا ایک جلد میں خلاصہ تیار کرنا کہ کوئی اہم چیز نظر انداز نہ ہوجائے۔ [۵] عبداللہ بن المقفع (۷۶۰ء) کے حالات حرف العین میں۔ [۶] احمد بن محمد بن مروان بن الطیب السرخسی۔ الکندی کا شاگرد۔ حالات آگے آئیں گے۔

[۷] محمد بن زکریا ابوبکر الرازی مشہور فلسفی (متوفی ۳۲۰ھ)

باری ارمینیاس

حُنین نے النفس کا ترجمہ سریانی میں اور اسحاق[1] نے عربی میں کیا۔ تفسیر اسکندر[2] افرودیسی نے لکھی جو آج ناپید ہے۔ یحییٰ نحوی۔ الیغس اور فرفوریوس نے بھی اس کتاب کی تفاسیر لکھی ہیں۔ اصطفن کی تیار کردہ جوامع (مختصر یا خلاصہ) بھی نایاب ہے۔

جالینوس، قویری، ابو بشر متّی[3]، فارابی اور ثاؤفرسطس نے اس کتاب کی شرحیں لکھیں۔ اور حُنین، اسحاق، ابن المقفع، ابن بہرین، رازی۔ ثابت بن قرۃ[4] اور احمد بن الطیب نے مختصرات تیار کیں۔

انولوطیقا الاوّل

اس کتاب کو ثیاذورس نے عربی میں ترجمہ کر کے بہ روے اصلاح حُنین کے سامنے پیش کیا۔ اس کا کچھ حصّہ حُنین نے اور کچھ اسحاق نے سریانی زبان میں منتقل کیا۔ "اشکال حملیہ" تک والے حصّے کی اسکندر نے دو تفسیریں لکھیں جن میں سے ایک زیادہ مکمّل تھی۔ ثامسطیوس[5] نے اس کے دو مقالوں کی شرح تین مقالوں میں کی یحییٰ نحوی نے بھی صرف "اشکال حملیہ" تک کی تفسیر لکھی۔ ابو بشر متّی اور کندی بھی اس کتاب کے مفسّر ہیں۔ اوّل الذکر نے پورے دو مقالوں کی شرح لکھی ہے۔

انولوطیقا ثانی

حُنین نے اس کتاب کا کچھ حصّہ اور اسحاق نے ساری کتاب کو سریانی زبان میں

---

[1] اسحاق بن حُنین بن اسحاق ابو یعقوب بن ابی زید العبادی۔ (م ۲۹۸ھ)

[2] اسکندر افرودیسی، جالینوس کا ہم عصر تھا۔ تفصیل اوراقِ آیندہ میں آئے گی۔

[3] ابو بشر متی بن یونس جیسے فاضل دہر کا اُستاد جس نے ارسطو کی کئی کتابوں کی شرح لکھی۔

[4] مصر کا مشہور ریاضی داں و مہندس۔ اس کی تصانیف وغیرہ باب الثالث میں دیکھیے۔

[5] ثامسطیوس یونان کا ایک فلسفی۔ حالات آگے آئیں گے۔

منتقل کیا، اور متّی نے اسحاق کے ترجمے کو عربی لباس پہنایا۔ اس کتاب کے شارحین یہ ہیں:
ثامسطیوس، اسکندر۔ (اسکندر کی شرح گم ہو چکی ہے) یحییٰ نحوی (یحییٰ نحوی کی شرح کو متّی
نے ابو یحییٰ المروزی[1] سے سبقاً سبقاً پڑھا تھا اور ابو یحییٰ مروزی کے اس پر کچھ اعتراضات
بھی ہیں)۔ متّی، فارابی و کندی۔

طوبیقا

اسحاق نے اس کتاب کو سریانی زبان میں منتقل کیا اور یحییٰ بن عدی نے اسحاق
کے سریانی ترجمے کو عربی لباس پہنایا۔ ابو عثمان الدمشقی[2] نے پہلے سات مقالوں اور
ابراہیم[3] بن عبداللہ نے آٹھویں مقالے کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کے کچھ قدیم مفسروں کا بھی
پتا چلا ہے۔ یحییٰ بن عدی نے شرحِ کتاب کے آغاز میں بیان کیا ہے کہ متقدمین میں سے
جن حضرات نے اس کی شروح لکھی ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ اسکندر رُومی نے
مقالہ اولا کے کچھ حصّے نیز پانچویں، چھٹے، ساتویں اور آٹھویں مقالے کی تفسیر کی۔ اور
امونیوس[4] نے پہلے چار مقالوں کی شرح لکھی۔ میں نے اپنی شرح میں اسکندر و امونیوس
کی تفاسیر سے مدد لی اور کہیں کہیں ان میں اصلاح بھی کر دی۔ یحییٰ کی شرح تقریباً ہزار
اوراق پر مشتمل ہے۔ یحییٰ کے علاوہ امونیوس نے پہلے چار مقالوں اور اسکندر نے آخری ساڑھے
چار مقالوں کی شرح قلم بند کی۔ ثامسطیوس نے بھی کئی حصّوں کو واضح کیا۔ فارابی اس

---

[1] ابو بشر متّی کا استاد و بغداد کا ایک طبیب۔ حالات اوراقِ آیندہ میں۔

[2] ابو عثمان الدمشقی بن یعقوب دمشقی طبیب۔

[3] ابراہیم بن عبداللہ الناقد النصرانی۔ ارسطو کی کتابوں کا مترجم۔

[4] امونیوس کا مشہور نام فرفوریوس تھا۔ اور شام کے ایک ساحلی شہر صور کا رہنے والا تھا۔
منطق کی مشہور کتاب ایساغوجی کا مصنف یہی حکیم ہے۔ مزید تفاصیل کے لیے دیکھو حرف الفا
(فرفوریوس)

کتاب کا مفسر بھی ہے۔ اور مختصر نویس بھی۔ متی نے صرف مقالہ اولیٰ کو واضح کیا۔ اسحاق نے امونیوس و اسکندر کی تفاسیر کا ترجمہ کیا، اور ابو عثمان الدمشقی نے اصل کتاب کو عربی میں منتقل کیا۔

سوفسطیقا

ابن ناعمہ اور ابو بشر متی نے اس کتاب کو سریانی زبان میں منتقل کیا اور یحییٰ بن عدی نے عربی زبان میں۔ ابراہیم بن[1] بکوش العشاری نے ابن ناعمہ کے سریانی ترجمے کا عربی ترجمہ کیا اور قویری و کندی نے شرحیں لکھیں۔

ریطوریقا

اس کتاب کا ایک بہت پرانا ترجمہ بھی ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسحاق نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا۔ ابراہیم بن عبداللہ بھی اس کے مترجمین میں سے ہے اور ابو نصر فارابی اس کا شارح ہے۔ سنا ہے کہ احمد بن الطیب السرخسی نے اس کتاب کو سو اوراق میں نقل کیا تھا اور یہ نسخہ کافی پرانا ہے۔

ابوطیقا

اس کتاب کو ابو بشر متی نے سریانی سے عربی میں منتقل کیا۔ اور یحییٰ بن عدی نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ثامسطیوس کو اس کتاب کے تصنیفِ ارسطو ہونے میں شبہ ہے۔ بعض دیگر علما کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ ارسطو کی تصنیف نہیں۔ کندی نے اس کتاب کی مختصر تیار کی ہے۔

ارسطو کی تصانیفِ طبیعی

ایک کتاب کا نام "سماعِ طبیعی" یا "سمع الکیان" ہے۔

---

[1] ابراہیم بن بکوش بغداد کے شفاخانہ عضدیہ میں درسِ طب دیا کرتا تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہیں۔ بیاض مطب، قرابادین، نیز چیچک پر ایک رسالہ۔ (قاموس المشاہیر مصنفہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایوں صہ ۱۳)

آٹھ مقالات پر مشتمل ہی۔ اسکندر افرودیسی نے اس کی شرح لکھی ہی جس میں ارسطوؔ کے مقالۂ اولا کی تفسیر دوؔ مقالوں میں پیش کی ہی۔ پہلا مقالہ تو بتمامہا موجود ہی۔ لیکن دوسرے مقالے کا کچھ حصّہ ضائع ہوچکا ہی۔ ابو روح الصابی نے اس کا ترجمہ کیا جس کی اصلاح یحییٰ بن عدی نے کی۔ دوسرے مقالے کی شرح صرف ایک مقالے میں ہوئی تھی۔ حُنینؔ نے اس مقالے کو یونانی سے سریانی میں اور یحییٰ نے سریانی سے عربی میں منتقل کیا۔ تیسرے مقالے کی شرح نہیں مل سکی۔ چوتھے مقالے کی تفسیر تین مقالوں میں ہوئی تھی جن میں سے تیسرے مقالے کا کچھ حصّہ گُم ہوگیا ہی اس کا ترجمہ قُسطا اور عثمان الدمشقی ہر دوؔ نے کیا تھا۔ موخر الذکر کا ترجمہ ملتا ہی۔ اور اوّل الذکر کا ناپید ہوچکا ہی۔ چھٹے مقالے کا ترجمہ صرف ایک مقالے میں ہوا تھا جس کا نصف سے زائد حصّہ گُم ہوچکا ہی۔ ساتویں مقالے کو قُسطا نے ایک مقالے میں ترجمہ کیا تھا۔ اور آٹھویں کا بھی ایک ہی مقالے میں ترجمہ ہوا تھا لیکن آج صرف چند اوراق ملتے ہیں وبس۔

قُسطا نے اس کتاب کے صرف پہلے چار مقالوں کا ترجمہ کیا ہی۔ جو مواعظ و نصائح پر مشتمل تھے۔ اور عبدالمسیح بن ناعمہ نے باقی چار مقالوں کا ترجمہ کر ڈالا۔ اس کتاب کی کافی تفاسیر لکھی گئیں۔ مثلاً فرفوریوس نے پہلے چار مقالوں کی شرح لکھی تھی جس کا ترجمہ بسیل نے کیا۔ اسی طرح اس کتاب کی سریانی تفسیر مصنّفۂ ثامسطیوس کا ترجمہ ابوبشر متّی نے کیا۔ متّی نے پہلے مقالے کی بعض مباحث کو نظر انداز کر دیا ہی۔ ابواحمد بن کرنیب[1] نے مقالۂ اولا کے بعض حصّوں اور مقالۂ رابعہ میں "الکلام فی الزمان" تک کا ترجمہ کر ڈالا۔ ثابت بن قرۃ نے مقالۂ اولا کے کچھ حصّے اور ابراہیم بن الصلت نے تمام پہلے مقالے کا ترجمہ کیا۔ ابن الصلت کا ترجمہ یحییٰ بن

---

[1] الحسین بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید الکاتب ابوالحسن بن ابی الحسین ابواحمد المعروف بہ ابن کرنیب بغدادی۔

عدی کے قلم سے لکھا ہوا آج ملتا ہو۔ ابوالفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ نے مقالۂ اولا کی بحثِ "سماع طبیعی" کا ترجمہ کیا اور ثامسطیوس نے مختصر الفاظ میں اس مقالے کی شرح لکھی۔ یحییٰ نحوی نے دس جلدوں میں اس کی تفسیر قلم بند کی۔ جو بعد میں رومی زبان سے عربی میں بھی منتقل ہوگئی۔ یہ کتاب کچھ عرصے میرے قبضے میں رہی ہو۔ اس تفسیر پر جو رحبس البیرودی نے حاشیہ لکھا جس میں ثامسطیوس کے خیالات ظاہر کیے گئے۔ عیسیٰ ابن الوزیر علی بن عیسیٰ بن الجرّاح بھی اس نسخے کا مالک رہا ہو۔ عیسیٰ اس کتاب کو یحییٰ بن عدی سے سبقاً سبقاً پڑھتا رہا اور حاشیے پر کچھ لکھتا بھی رہا۔ عیسیٰ کا خط نہایت عمدہ تھا۔ اس کتاب کی ایک مختصر سی شرح ابن[1] السمح نے لکھی ہو۔ چند دیگر علما کی شرحیں بھی موجود ہیں لیکن ان کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔

کتاب السماء والعالم

یہ کتاب چار مقالات پر مشتمل ہو۔ اس کا ترجمہ ابن[2] البطریق نے کیا ہو۔ پہلے مقالے کے کچھ حصے کا ترجمہ ابوبشر متّی نے کیا۔ اسکندر افرودیسی نے مقالۂ اولا کے بعض حصّوں کی شرح لکھی۔ ثامسطیوس نے تمام کتاب کی تفسیر قلم بند کی۔ جس کا یحییٰ بن عدی نے ترجمہ کیا اور کچھ اصلاح بھی کی ہو۔ حُنین بن اسحاق نے اس تفسیر میں سوّلہ نئے مسائل داخل کیے ہیں۔ ابوزید البلخی نے اس کتاب کے ابتدائی حصص کی شرح لکھ کر ابوجعفر الخازن کو بھیجی تھی۔ ابو[3]ہاشم جبائی نے اس کتاب کی تردید میں "التصفح" لکھی جس میں ارسطو کے اصول و قواعد

---

[1] ابوالقاسم اصبغ محمد بن السمح علم ہندسہ کا ماہر تھا۔ اصلی وطن اسپین تھا۔ ۴۲۶ھ کو بہ مقام غرناطہ ۵۶ برس کی عمر میں فوت ہوا۔ (قاموس المشاہیر ص۸۱)

[2] یوحنا بن البطریق (حالات حرف الیا میں) [3] ابوہاشم عبدالسلام بن ابی علی جبا بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن حمران بن آبان بصرے کا رہنے والا تھا۔ ۲۴۷ھ میں پیدا ہوا اور ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ اس کا فلسفہ معتزلوں کو بہت پسند تھا۔

پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ یحییٰ بن عدی بغداد میں ایک وزیر کے ہاں گیا۔ اس محفل میں کچھ متکلمین بھی آ گئے۔ وزیر نے کہا کہ یحییٰ فلسفی متکلمین کا رئیس ہے۔ اس لیے آج کچھ علمی گفتگو ہو جائے۔ یحییٰ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ میرے اصولوں سے ناواقف ہیں اور میں ان کی اصطلاحات سے نا آشنا، ایسا نہ ہو کہ کہیں مجھ سے وہی غلطی سرزد ہو جائے، جو الجبائی سے کتاب التصفح میں ہوئی تھی۔ الجبائی قواعدِ منطقی سے نا آشنا تھا اس لیے اس کی تردید محض دُور از کار و غلط ہے۔ اگر الجبائی اُن قواعد سے آگاہ ہوتا تو تردید کی کبھی جرأت نہ کرتا۔

وزیر نے جب یہ دلیل سُنی تو اپنے مطالبے سے دست بردار ہو گیا۔

کتاب الکون والفساد

اس کتاب کو حنین نے سریانی اور اسحاق اور ابو عثمان الدمشقی نے عربی میں منتقل کیا۔ ابراہیم ابن بکوش نے الدمشقی کے ایک ترجمے کا بھی کہیں ذکر کیا ہے۔ اسکندر اس کتاب کا شارح ہے۔ اس کا ایک ترجمہ اسطاث[1] نے کیا تھا۔ اس ترجمے کی شرح امقیذورس نے لکھی اور متّی نے اپنے ترجمے کی بنیاد اسطاث کے ترجمے پر رکھی۔ قسطا نے مقالۂ اوّلا کا ترجمہ کیا۔ ابو زکریا یحییٰ بن عدی نے ترجمۂ متّی کی اصلاح کی۔ اور یحییٰ نحوی نے شرح لکھی۔ یحییٰ نحوی کی شرح سریانی زبان میں تھی جس کا بعد میں عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اربابِ علم کا خیال یہ ہے کہ سریانی نسخہ بہ لحاظِ فصاحتِ زبان و تسہیل مضامین عربی ترجمے سے بہت بلند ہے۔ اور عربی مترجم سے ترجمے میں کافی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

---

[1] بقراط کا شاگرد اور یونانی کے مشہور فلسفی اوریباسیوس کا بیٹا جس نے اسطاث کی خاطر نو مقالوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا ترجمہ حُنین بن اسحاق نے کیا۔ اوریباسیوس کتاب تشریح الاعضاء و کتاب السبعین کا بھی مصنف تھا۔

کتاب الآثار العلویہ امقیذورس نے اس کتاب کی شرح لکھی اور ابوبشر الطبری نے اس شرح کا ترجمہ کیا۔ اسکندر نے بھی اس کی شرح لکھی۔ جو عربی میں تو منتقل ہوئی لیکن سریانی میں اس کا ترجمہ نہ ہو سکا۔ یحییٰ بن عدی نے اس کا ترجمہ بعد میں کیا ہے۔

کتاب النفس اس کتاب میں صرف تین مقالے ہیں۔ حنین نے ان کا ترجمہ سریانی زبان میں کیا۔ اسحاق نے پہلے کچھ حصے کا اور پھر تمام کتاب کا بہت عمدہ ترجمہ تیار کیا۔ ثامسطیوس نے اس کتاب کی ایک مفصّل شرح لکھی۔ مقالۂ اولیٰ و ثانیہ کی دو دو مقالوں اور مقالۂ ثالثہ کی تین مقالوں میں تفسیر کی۔ امقیذورس نے بھی ایک اچھی شرح لکھی ہے۔ ایک سریانی تفسیر سنبلیقیوس[۵۱] کی طرف منسوب ہے۔ اثاوالس نے بھی اس کتاب پر چند تحریرات سپرد قلم کی تھیں جن کا ترجمہ عربی میں ہو چکا ہے۔ اسکندر نے اس کتاب کا ملخص سو[۱۰۰] اوراق میں قلم بند کیا اور ابن البطریق نے مختصر تفاسیر لکھیں۔ ثامسطیوس کی شرح کو اسحاق نے پہلے ایک ردّی نسخے سے عربی میں منتقل کیا اور تیس سال کے بعد ایک اچھے نسخے کے ساتھ مقابلہ کر کے اس کی اصلاح کر لی۔

کتاب الحسّ والمحسوس یہ کتاب دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ اس کا کوئی صحیح نسخہ نہیں مل سکا، اور نہ کہیں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ہاں ابوبشر نے اس کا کچھ حصہ کہیں سے پیدا کر لیا ہے۔

کتاب الحیوان یہ انیس[۱۹] مقالوں پر مشتمل ہے جس کا ترجمہ ابن البطریق نے کیا ہے۔ سریانی زبان میں ایک ترجمہ ملتا ہے۔ جو عربی ترجمے سے زیادہ

---

۵۱ سنبلیقیوس یونان کا ایک مہندس و ریاضی داں تھا۔ اقلیدس کے بعد گزرا۔ شرح کتاب اقلیدس اس کی مشہور تصنیف ہے۔ (تاریخ الحکما ص۲۰۶)

فصیح ہے۔ یحییٰ بن عدی کہتا ہے کہ اس کتاب کی چند قدیم مختصر تفاسیر موجود ہیں۔ نیقالوس نے اس کا ملخص قلم بند کیا تھا جسے ابو علی[1] بن زرعہ نے عربی میں نہ صرف منتقل کیا۔ بلکہ کچھ اصلاح بھی کی۔ خوش قسمتی سے میرے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

کتاب الالٰہیات

یہ کتاب "الحروف وما بعد الطبیعۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی ترتیب یونانی ابجد کے مطابق ہے۔ ابتدا چھوٹے الف سے ہوتی ہے۔ اسحاق اس کا مترجم ہے۔ جو نسخہ اس وقت ملتا ہے، وہ حرفِ "مو" تک ہے۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی نے اس حرف (مو) کی تمام بحث کا ترجمہ کیا ہے۔ یونانی نسخہ حرف "نو" تک ہے وبس۔ ان حروف کو اسطاث نے کندی کی خاطر یونانی سے نقل کیا تھا۔ اور اصل کتاب میں اسطاث کا بھی کچھ ذکر ملتا ہے۔ ابوبشر متّی نے مقالۂ لام (یونانی ابجد کا گیارھواں لفظ) کو عربی میں اور حنین بن اسحاق نے سریانی میں منتقل کیا۔ ثامسطیوس نے اسی مقالے کی تفسیر لکھی جس کا ابوبشر متّی اور شملی نے ترجمہ کیا۔ اسحاق بن حنین نے کئی مقالات کا ترجمہ کیا۔ سوریانوس[2] نے مقالۂ "با" کی شرح قلم بند کی اور بہ قولِ یحییٰ بن عدی یہ شرح عربی زبان میں منتقل ہو چکی ہے۔

خلقیات

کتاب الاخلاق

یہ بارہ مقالات پر مشتمل ہے۔ فرفوریوس نے اس کی تفسیر لکھی اور حنین بن اسحاق نے ترجمہ کیا۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی کے پاس ایک سریانی نسخہ تھا جو اسحاق بن حنین کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس نسخے سے

---

[1] ابو علی بن زرعہ کا اصلی نام عیسیٰ تھا ۳۷۱ھ کو بغداد میں پیدا ہوا۔ فلکیات، عقلیات، طب، اور منطق پر کئی کتابیں لکھیں۔ ۴۴۸ھ میں وفات ہوئی (قاموس المشاہیر صد ۵۲)

[2] سوریانوس کے حالات حرف السین میں ملاحظہ ہوں۔

چند مقالے غائب تھے۔ متن کے ساتھ ثامسطیوس کی تفسیر بھی شامل تھی۔

کتاب المرآۃ ۔ اس کتاب کا ترجمہ حجاج بن مطر نے کیا تھا۔

× کتاب اثولوجیا۔ اس کی تفسیر الکندی نے لکھی تھی۔

خلقیات کے ضمن میں ارسطو کی دو اور کتابیں بھی ملتی ہیں۔ یعنی قول الحکما فی الموسیقی واختصار الاخلاق۔

بطلیموس نے ارسطو کی چند دیگر تصانیف کے نام اغلس کو لکھ کر بھیجے تھے جنھیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
رطریقیس فیلسوفیس	فلسفہ	تین "
سوفسطس	۔	ایک "
ذیقاوسونیس	عدل	چار "
فاری فاذلیس	ریاضت وادب	چار "
فاری اوغانلیس	شرفِ جنس	چار "
کتاب فی الشعرا		تین "
فاری فاسلیس	مُلک	چار "
فاری اغاثو	خیر	پانچ "
بارخوطس	۔	تین "
فاری طون اطومن غرمّون	خطوطِ غیر منقسمہ	تین "
فاری دیقاؤن	صفۃ العدل	چار "
فاری دیافوراس	تباین واختلاف	چار "
ارطیقون	عشق	تین "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعداد مقالات
فاری ایدولن	آیا صوُرت کا وجود ہی یا نہیں	تین "
فلاطونس فولیطس ۔	افلاطوُن کی تدبیرِ مدنیہ کا خلاصہ	دو "
فاری ایدوالسماطا	لذّت ہی	• "
فاری قینیساوُن	حرکات	آٹھ "
میخانیقا فربلیماطا	مسائلِ جیلیّہ	دو "
کتاب فی صناعۃ الشعر ۔	فیثاغورس و اصحابِ فیثاغورس کے ہاں شعر کی حقیقت کیا ہی ؟	دو "
فاری بنوماطس	روُح	تین "
برو بلیماطن	مختلف مسائل	تین "
فاری طونیل	دریائے نیل	تین "
فاری طوفولین	حیوانوں کی پناہ گاہیں	ایک "
فاری طخنون سوناغی	صنعتیں	پانچ "
فیلیس	محبّت	تین "
باریر مینیاس	منطق	ایک "
انالوطیقا	•	دو "
افود قطیقا	•	دو "
کتاب فی السوفسطائین	•	ایک "
ایثیقون ماغالن	اخلاق پر بڑے بڑے مقالے	دو "
ایثیقون اوذیمس	اخلاق پر چھوٹے چھوٹے مقالے (یہ کتاب اوذیمس کے لیے لکھی تھی)	آٹھ "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
فولیطیقون	تدبیرِ مدنیہ	آٹھ "
کتاب فی صناعۃ ریطوری	فنِ تقریر	تین "
کتاب فی سمع الکیان	.	آٹھ "
کتاب فی السماء والعالم	.	چار "
فی الکون والفساد	.	دو "
کتاب فی الآثار العلویہ	.	چار "
کتاب فی النفس	.	تین "
کتاب فی الحس والمحسوس		ایک "
کتاب فی الذکر والنوم		ایک "
قینبیساؤس طبن زواؤن اناطومن	.	سات "
طبائع الحیوانات	.	دس "
زوالیقون موریون	اعضائے ذی حیات	چار "
فاری زواغناساؤس	وجودِ حیوان	پانچ "
فاری بوریس	زمین پر رہنے والے حیوانات کی حرکات	ایک "
فی طول اعمار الحیوان وقصرہا۔	حیوانات کی عمریں	ایک "
کتاب فی الحیواۃ والموت	موت وحیات	ایک "
کتاب فی النبات	نباتات	دو "
کتاب فی مابعد الطبیعۃ	الٰہیات	تیرہ "
کتاب فی مسائلِ ہیولا	مادّہ	ایک "
کتاب فی مسائل طبیعیہ	طبعیات	چار "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
دیاراسیس	اس کتاب میں مندرجۂ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے۔ اقسامِ زمانہ، اقسامِ نفس، اقسامِ شہوت، فاعل، فعل ومنفعل، محبّت، انواعِ خیر (خیرِ عقلی و نفسی) خیر و شر، انواعِ علوم، انواعِ حرکات، انواعِ قول و انواعِ موجودات ۔	
قسم افلاطون	.	چھ مقالات
قسمۃ الشروط التی تشترط فی القول توضع		تین "
افیخیراماطی ۔	مقدماتِ نقیض نفسِ قول سے لیے جائیں	اُنتالیس "
ثاسیس اروطیقا	مسائلِ عشقیہ	ایک "
ثاسیس فوسیقا	مسائلِ طبیعیہ	ایک "
ثاساؤن انغرا	.	.
اوری یا کتاب الحدود	.	سولہ "
اورسطا	اشیائے تحدیدیہ	چار "
کتاب فی التحدید الطوبیقی	.	ایک "
بروس اورس طوبیقون یا تقویم حدود مستعملۃ فی طوبیقا		چار "
بروس اورس ثاسیس ابیخیریماطا یا کتاب موضوعات تقوّم بہاحدود من الحدود ۔		دو "
بروس طس اورسمس یا فی تقویم التحدید۔	.	دو "
بروبلیماطا	مختلف مسائل	اڑسٹھ "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
بروبلیماطن بروا غراوا یا مقدّمات للمسائل	.	تین ,,
بروبلیماطا انقلیا یا المسائل الدوریہ	یہ کتاب معلّمین کے لیے لکھی گئی تھی	چار ,,
بارنغلماطا یا کتاب الوصایا	.	چار ,,
ایپومنیماطا یا کتاب التذکرات	.	دو ,,
بروبلیماطا قاطدی ایاطریقا	طبّی مسائل	پانچ ,,
باریدیاتاطس	غذا	ایک ,,
غاریقون یا کتاب فی الفلاحہ	اس میں ایک مقالہ رطوبت، ایک یبوست، ایک عام عوارض، تین آثارِ علویہ، دو تناسلِ حیوانات اور دو مسائلِ متعلقہ پر ہیں۔	دس ,,
بروطاسیس یا کتاب فی المقدّمات	.	تینتس ,,
کتاب فی مقدّماتِ آخر	.	سات ,,
بولیطیا	اس کتاب میں یونان کی (ایک سو اکہتر ۱۷۱) قوموں و شہروں کے نظامِ حکومت کا ذکر ہے۔ ان کا شجرۂ نسب بھی دیا ہوا ہے۔	—
ایپومنیماطا یا تذکرات	—	سولہ ,,
ایپومنیماطا کی طرز پر ایک اور کتاب	.	ایک ,,
انیخیریماطن یا کتاب فی المناقضات	۔	ایک ,,
باری طس سی یا کتاب فی المضاف	.	ایک ,,

ایک مقالہ

باری خرونو یا کتاب فی الزمان

ایک شخص اُبلیقون نامی کے خزانے میں سے مندرجۂ ذیل کُتب برآمد ہوئی تھیں:-

(۱) ایک کتاب جو کسی کی یاد میں لکھی تھی -

(۲) مجموعۂ رسائلِ ارسطو - مرتّبۂ ارطامن - آٹھ جلد

(۳) بولیطیا - یہ دو مقالوں میں سیاستِ مدن پر ایک کتاب ہے -

(۴) چند اور رسائل - جو بہ قولِ اندرونیقس بیس جلدوں میں تھے -

(۵) تذکروں پر مشتمل چند کُتب - جن کی تعداد وغیرہ تصانیفِ ارسطو کی فہرست مرتّبۂ اندرونیقس کے پانچویں مقالے میں ملتی ہے -

(۶) کتاب فی مسائل من عویص شعر اومیرس - دس جلد -

(۷) اباطریقیس - یہ کتاب فنِ طب پر ہے -

ان چند کتب کا ذکر کرنے کے بعد ابلیقون نے وہ تمام اسما درج کر دیے ہیں جن کا ذکر ہم اوراقِ گزشتہ میں کر چکے ہیں اور جو بطلیموس نے اغلس کو لکھ کر بھیجے تھے -

فہرستِ کتب ختم ہوئی - الحمد للہ -

حُلیہ ایک کتاب میں ارسطو کا حُلیہ یوں درج ہے: رنگ سفید - پیشانی کے اوپر کے بال گرے ہوئے - خوب صورت قد - موٹی ہڈیاں - مُنہ چھوٹا - آنکھیں باریک - سینہ چوڑا - گھنی ڈاڑھی - سُرمئی آنکھیں - عُقابی ناک - تنہائی میں تیز رفتار اور احباب کے ہمراہ رفتار میں متانت - ہر وقت کوئی کتاب زیرِ مطالعہ - ہر لفظ پر گہری سوچ - سوال کو خاموشی سے سُننا - کم سے کم الفاظ میں جواب دینا - دِن کو بیاباں میں چلے جانا - شام کو شوقِ نغمہ نیز اربابِ علم و ریاضت سے علمی گفتگو کرنا - مناظروں میں انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا - اپنی غلطی کا دیانت داری سے اعتراف کرنا - اکل و شرب و نکاح و لباس میں اعتدال سے کام لینا اور نجوم و ساعات کا آلہ خود اٹھانا - ارسطو

کی وفات اڑسٹھ برس، کی عمر میں ہوئی۔

گوشۂ گزینی

فیلبس کی وفات کے بعد جب سکندرِ اعظم تختِ سلطنت کا مالک بنا اور کچھ عرصہ کے بعد ایشیا کی طرف فتحِ ممالک کے لیے روانہ ہو گیا تو ارسطو نے شاہی درباروں اور دنیوی راحتوں سے یک سو ہو کر ایک درس گاہ کی بنا ڈالی، جہاں وہ ہر ملک و قوم کے طلبۂ علم و ادب کو درسِ فلسفہ دیا کرتا تھا۔ اب ارسطو کے مشاغلِ حیات یہ تھے۔ بہبودیٔ عوام کی کوشش، غربا کی اِمداد، بیوہ عورتوں کا انتظامِ نکاح۔ تعلیم و تدریس اور نظامِ مدنی کی اصلاح۔ اسی دَوران میں شہر اسطاغیرا کو از سرِ نو بنوایا۔

عوام ارسطو کو بے حد تعظیم و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور سلاطین کے ہاں اس کی بہت زیادہ عزّت ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ باشندگانِ اسطاغیرا نے ارسطو کی بوسیدہ ہڈیوں کو تانبے کے برتن میں ڈال کر ارسطو طالیسی (ایک مقام کا نام) میں دفن کر دیا۔ جہاں وہ گاہے ماہے اہم معاملات کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے جمع ہو جاتے اور حوادث و مصائب میں رُوحِ ارسطو سے استمداد کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ جب علما علمی مشکلات سے دو چار ہو جاتے تو تُربتِ ارسطو پر جمع ہو کر بحث و مباحثہ کرتے اور اللہ ان کی مشکلات کو حل کر دیتا۔ اُن لوگوں کا خیال یہ تھا کہ تربتِ ارسطو کی زیارت عقول کو جِلا دیتی ہے، اذہان میں لطافت اور افکار میں سلامت پیدا کرتی ہے۔ ارسطو کی موت اہلِ یُونان کے لیے ایک حادثۂ عظیم تھی اس لیے کہ تشنہ لبانِ علم اُن عُیونِ حکمت سے محرُوم ہو گئے تھے جو ارسطو کے دم سے جاری تھے۔ ان لوگوں کے درد و کرب میں تسکین پیدا کرنے کی صِرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ قبرِ ارسطو پر جا کر اپنے جذباتِ رنج و الم کا اظہار کریں۔

ارسطو شاگردوں کی ایک بہت بڑی تعداد پیچھے چھوڑ گیا جن میں بادشاہ،

شاہ زادے اور شریف النسب فضلا شامل ہیں۔ ایک چھوٹا سا لڑکا اور ایک لڑکی پیچھے رہ گئی۔ لڑکے کا نام نیقو ماخس تھا۔ جایداد بھی کافی چھوڑی۔

اگر ہم ارسطو کے مفصل حالاتِ زندگی قلم بند کرنے بیٹھیں تو شاید کئی جلدوں میں بھی ختم نہ ہوں۔ اس لیے اس مختصر سی کتاب میں ان مجمل حالات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حکما کے طبقے

جن حکما نے موجودات کے اہم امور اور صفاتِ باری پر غور کیا ہے جو متقدمین کی تحقیق و کاوش (صفات و اسمائے صفات کے متعلق) کا نگہِ ژرف سے مطالعہ کیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں طبیعی و الٰہی۔

دہریوں کا فرقہ وجودِ باری کا منکر ہے۔ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ تمام کائنات خود بہ خود پیدا ہو گئی، اسے کسی خالق یا صانع کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور کائنات کی حرکاتِ دوریہ (مثلاً گٹھلی سے آم۔ آم سے گٹھلی۔ مرغی سے انڈا۔ انڈے سے مرغی وغیرہ) کی کوئی ابتدا نہیں۔ انسان نطفے سے اور نطفہ انسان سے پیدا ہوا۔ پودا بیج سے اور بیج پودے سے نکلا۔ وقِس علیٰ ہذا۔ اس فرقے کا مرشدِ اعظم ثالیس الملطی تھا جس کے حالات حرف ث کے ضمن میں آئیں گے۔ اس فرقے کے عقائد زندیقانہ ہیں۔ اور اس لیے یہ لوگ زندیق کہلاتے ہیں۔

علمائے طبیعی وہ لوگ ہیں جو افعال و انفعالِ طبائع سے بحث کرتے ہیں اور تمام انواعِ موجودات مثلاً حیوانات و نباتات کے اعمالِ طبیعی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ خواص نباتات، تشریحِ حیوانات، ترکیب اعضا و اعمالِ قوا پر غور کرنے کے بعد الٰہی مجد و ثنا کے ترانے گاتے ہیں اور اس حقیقت کا بہ زورِ دلائل اعلان کرتے ہیں کہ اللہ وہ فاعلِ مختار، قادرِ مطلق اور حکیم و علیم خالق ہے جس نے اپنی حکمت و قدرت اور علم و مشیت سے تمام کائنات کو پیدا کیا۔

ان فلسفیوں نے صرف ایک مقام پر ٹھوکر کھائی اور وہ یوں کہ ان کے ہاں تمام موجودات بہ شمولیت انسان بلا کسی وفنا میں برابر ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ تمام موجودات کی ترکیب فنا پذیر عناصر سے ہوئی ہے اس لیے نباتات و دواب کی طرح "

انسان کا انجام بھی مکمل فنا ہی جس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں ہوگی۔ یہ برزخ و محشر کے افسانے سب فرضی ہیں اور انسان جسم کے ساتھ مٹ جائے گا اور یہ جو انبیا و رسل نے یومِ آخرت کا بار بار اعلان کیا ہی، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ ڈر کر معاشرتی و مجلسی جرائم سے بچیں تاکہ نظامِ مدنی درہم و برہم نہ ہو جائے۔

فلسفیوں کا یہ فرقہ نہ صرف خود گُم راہ ہی بلکہ دوسروں کو گم راہ کر رہا ہی۔ ان میں اور زنادقہ میں کوئی فرق نہیں۔ صحیح مسلم وہ ہی، جو اللہ کے بعد یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، بعث و نشور کا قائل ہو۔ اور کتبِ سماویہ کے بیان کردہ امور کو مانتا ہو۔

تیسرا فرقہ الٰہیوّن کا ہی۔ یہ لوگ حکمائے یونان میں سقراط کی طرح متاخرین سمجھے جاتے ہیں۔ سقراط، افلاطون کا اُستاد اور افلاطون ارسطو کا اُستاد تھا۔ ارسطو الٰہیات کا تقریباً بانی خیال کیا جاتا ہی۔ اس نے علومِ الٰہیہ کو مرتب کیا، قواعد وضع کیے، اصول تراشے۔ فوائد بیان کیے، ہر پہلو کو بہترین الفاظ میں پیش کیا، امورِ ظنیہ کو زورِ کلام سے محقق بنایا، دہریوں و طبیعیوں کی زبردست تردید کی، ان کے قواعد و اصول کی بے ثباتی کو واضح کیا اور اُن سے بڑے بڑے علمی مباحثے کیے۔ اس کے بعد اپنے اُستاد افلاطون اور اُستادِ اُستاد سقراط کے اقوال و تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ ان ہر دو بزرگوں کے اصول و قواعد پر بے شمار اعتراضات ہو سکتے ہیں۔ چناں چہ اس نے ضعیف و بے بنیاد اصول کو خارج کر دیا، باقی ماندہ کو محکم دلائل سے استوار کیا اور ہر اعتراض کا اطمینان بخش جواب دیا۔ اس جہاد میں غلوص و تقوے کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ نتیجتاً ارسطو کے اصول محکم ترین و بلند ترین اصول تسلیم کیے گئے اور دلائل ارسطو کی موجودگی میں مسلمانوں کو اُن فرقہائے ضالہ کی ضرورتِ تردید محسوس نہ ہوئی۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس سلسلے میں جہاں کہیں ارسطو نے اپنی رائے سے

کام لیا اور اقوالِ انبیا سے تمسک نہ کیا، وہیں اس کے قدم ڈگمگائے اور حقیقت اس کی نگاہ سے اوجھل ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ ارسطو کی تصانیف میں گمراہ متقدمین کی کفریات پائی جاتی ہیں۔ ان کفریات کی وجہ سے یہ حکیم عمر بھر گرفتارِ ظن و تخمین رہا۔ میں نے تصانیفِ ارسطو کا مطالعہ کیا ہے، اور چند ایسی چیزیں خود میری نگاہ سے بھی گزری ہیں۔

مقامِ افسوس ہے کہ جن حضرات نے تصانیفِ ارسطو کو یونانی، سریانی، رومی، فارسی اور عربی زبان میں منتقل کیا ہے، انھوں نے قدم قدم پر (غالباً حسنِ اعتقاد کی وجہ سے) تحریف سے کام لیا ہے۔ ارسطو کا مطلب کچھ تھا اور ترجمہ کچھ کر دیا۔ ابونصر فارابی اور ابن سینا صرف دو ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے ارسطو کے خیالات کو نہایت دیانت داری سے بیان کیا اور طلبۂ علم کے سامنے تعلیمِ حکیم کی صحیح تصویر کھینچ کر رکھ دی۔ چوں کہ یہ ہر دو بزرگ ارسطو کے بہت معتقد ہیں اس لیے انھیں بھی دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا گیا۔ اور جہاں تک کفر و اسلام سے تعلق ہے انھیں ارسطو کے برابر خیال کیا گیا ہے۔ اگر یہ حضرات مصنفِ المعتبر کی طرح ارسطو کی تردید کرتے تو ان کا اسلام سالم رہتا لیکن فیصلۂ تقدیر کو ٹالنا دشوار ہے۔

ارسطو، فارابی اور بوعلی سینا کی تحریرات تین قسم کی ہیں، اوّل جو موجبِ کفر ہیں۔ دوم جنھیں بدعت کہنا چاہیے۔ سوم جن کا انکار ناممکن ہے۔ ان تحریرات کا تعلق چھ مضامین سے ہے۔ یعنی ریاضی، منطق، طبیعیات، الٰہیات، سیاستِ مدنیہ و منزلیہ و اخلاق۔ ریاضی کا تعلق حساب، ہندسہ و ہیئت سے ہے۔ یہ علوم مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ وہ یقینیات ہیں جن کا انکار ناممکن ہے۔ ہاں ایک خطرہ ضرور ہے اور وہ یہ کہ ایک طالبِ علم علمِ ریاضی کی یقینیات سے متاثر ہو کر یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ شاید یہ تمام علومِ حکمی اسی طرح کے ہیں۔ نتیجتاً وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح منطق کا بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہ علم ہے جو دلائل، مقدمات دلائل، ترکیبِ مقدمات وشرائطِ براہین سے بحث کرتا ہے۔ اس میں کوئی چیز قابلِ اعتراض موجود نہیں۔ ہاں جب لوگ ان اصول کو مذہبی امور میں استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور نتائج سے مطمئن نہیں ہوتے تو دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ان کے قدم راہِ راست سے دُور جا پڑتے ہیں اور وہ منطقی پیچیدگیوں میں گرفتار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہی حال علمائے طبیعی کا ہے۔ کہ ایک طرف تو الٰہی حمد وثنا کے گیت گاتے ہیں۔ اور دُوسری طرف خود ساختہ اصول کی روشنی میں بعث ونشو کا انکار کر گزرتے ہیں۔ چوں کہ الٰہیات کی بنیاد طبیعیات پر رکھی گئی ہے اس لیے یہاں بھی قدم قدم پر ٹھوکر لگتی ہے۔ الٰہیات میں بھی منطقی براہین سے کام لیا جاتا ہے حالاں کہ منطق کے بے سروبن ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ منطق ہی ہے جس نے خود پیروانِ ارسطوؔ میں اصولی اختلاف پیدا کر دیا تھا۔ علما میں سے اگر کوئی شخص عقائد ارسطوؔ کے زیادہ قریب ہے تو وہ بوعلی سینا یا فارابی ہے۔

ارسطوؔ کے تین قول تعلیم اسلام کے صریحاً خلاف ہیں: اوّل، حشرِ اجساد نہیں ہوگا۔ دوم، آخرت میں ثواب وعذاب محض رُوحانی ہوگا نہ کہ جسمانی۔ سوم، یہ کہ اللہ صِرف کُلیّات کا عالم ہے اور جزئیات سے بے خبر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقائد کافرانہ ہیں اس لیے کہ قرآنِ حکیم میں بار بار ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے کوئی ذرہ تک (خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں) مخفی نہیں۔

مصنّف معتبر بھی ارسطوؔ کے بعض ایسے عقائد کا قائل ہے۔ ہر چند کہ اس نے ہاتھ پانو مارے اور ان اباطیل سے بچنے کی کوشش کی۔ لیکن اختلافِ دلائل کی دلدل میں پھنس کر رہ گیا۔ اور باہر نہ نکل سکا۔

یہ لوگ قدیم عالم کے قائل ہیں لیکن بدحواسی کی یہ کیفیت ہے کہ حدوثِ نسبتی

پر بھی دلائل دیتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کے خیال میں عالم بہ یک وقت قدیم بھی ہے اور حادث بھی۔ پریشاں خیالی کی حد ہو گئی۔

ان فلسفیانِ عظام کے سترہ مسائل ایسے ہیں جنھیں بدعت کہنا چاہیے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں اس لیے ہم نظر انداز کرتے ہیں۔

ان بزرگوں کا فلسفۂ سیاسی حقیقتاً قابلِ تعریف ہے۔ اس کا مقصد دُنیا میں امن و سلام پیدا کرنا ہے اور اس فلسفے کے اصول کتبِ سماویہ سے لیے گئے ہیں۔

اخلاقی فلسفے کا ماخذ وہ اربابِ زہد و تقوا ہیں جن کی زندگیاں صبر و رضا، مخالفتِ اہوا و تلاشِ خُدا میں بسر ہوئیں۔ یہ لوگ نفس کے ذمائم و مدائح سے آگاہ تھے اس لیے حسنات کے متلاشی بنے اور سیئات سے اجتناب کیا۔ یہ فلسفۂ نفس کی تمام صفات (عیوب و مدائح) ان کی اقسام و انواع اور علاجِ امراض (رُوحانی) پر روشنی ڈالتا ہے اور جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں اس فلسفے کا ماخذ اہلِ رضا و تقوا ہیں۔ اللہ تعالا ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اسکندرِ افرودیسی

اسکندرِ اعظم کے بعد طوائف الملوکی کے زمانے میں پیدا ہوا۔ جالینوس طبیب کا ہم عصر تھا۔ اور اس سے کئی مناظرے بھی کیے۔ سکندر نے جالینوس کا نام خچر کے سر والا جالینوس رکھا ہوا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ جالینوس مناظروں میں از بس ہٹ دھرمی، ضد اور شور و غل سے کام لیتا تھا۔ چناں چہ اسکندر طبیب نے تنگ آکر اسے خچر کے سر والا جالینوس کہنا شروع کر دیا۔ خچّر کا سر موٹا اور مضبوط ہوتا ہے۔

اسکندر اپنے عہد کا عظیم المرتبت فلسفی تھا۔ اُس نے ارسطو کی کئی کتابوں

کی تفسیر لکھی۔ اور اس کی تصانیف اس قدر مقبول ہوئیں کہ عہدِ روما سے لے کر آج تک مسلسل فلسفیوں کے زیرِ مطالعہ رہیں۔

یحییٰ بن عدی کہتا ہے کہ اسکندر کی دو کتابیں شرحِ سماعِ طبیعی و شرحِ کتاب البرہان، ابراہیم بن عبداللہ الناقد النصرانی کے کتب خانے میں ملیں۔ میں نے چاہا کہ انھیں خرید لوں۔ ایک سو بیس دینار قیمت مقرر ہوئی۔ میں نے چند روز کی مہلت طلب کی تاکہ رقم کا کچھ انتظام کروں۔ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ایک خراسانی ان کتابوں کو بہ مع چند دیگر کتب کے تین ہزار دینار میں خرید چکا ہے۔ ایک آدمی نے مجھے بتلایا کہ یہ تمام کتابیں ایک جھولی میں سما سکتی تھیں۔

یحییٰ بن عدی بیان کرتا ہے کہ میں نے ابراہیم بن عبداللہ ناقد نصرانی سے سوفسطیقا۔ خطابہ اور الشعرا کے ملخّص پندرہ دینار میں طلب کیے لیکن اُس نے فروخت کرنے سے انکار کردیا اور اس کے وارثین نے اس کی وفات کے بعد ان کتابوں کو جلا ڈالا۔

غور فرمائیے کہ اُن دنوں لوگوں کو تحصیلِ علوم اور فراہمیٔ کتب کا کتنا شوق تھا۔ اگر آج وہی کتابیں موجودہ علما کے ہاں فروخت کی جائیں تو شاید اُس قیمت سے دس گُنا کم پر بھی کوئی خریدار پیدا نہ ہو۔

تصانیفِ اسکندر

اسکندر کی تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب النفس۔ ایک مقالہ۔

(۲) کتاب الردّ علی جالینوس۔ ایک مقالہ

(۳) کتاب الاصول العالیہ۔ ایک مقالہ

(۴) کتاب عکس المقدمات۔ ایک مقالہ

(۵) کتاب العنایۃ۔ ایک مقالہ

(۶) کتاب فی الفرق بین الہیولا والجنس

(۷) کتاب الرد علیٰ من قال اِنّہ، لایکون شئ اِلّا من شے ۔

(۸) کتاب الرد علیٰ من یقول اِنّ الابصار لاتکون اِلّا بشعاعات تنبث من العین ۔

(۹) کتاب الکون ۔ ایک مقالہ

(۱۰) کتاب الفصل علیٰ رائے ارسطوطالیس ۔ ایک مقالہ ۔

(۱۱) کتاب الثاولوجیا ۔ ایک مقالہ

افلاطون دوم

کہتے ہیں کہ یہ جالینوس کا اُستاد تھا۔ اس کی کئی کتابیں ہیں جن میں سے زیادہ مشہور کتاب الکی ہے جس کا ترجمہ ہوچکا ہے۔ لیکن مترجم کا نام معلوم نہیں۔

اقریطون

نام اقریطون ۔ عرف المزین۔ بُقراط کے بعد اور جالینوس سے پہلے گزرا ہے۔ اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب الزینۃ ہے۔

الاسکندروس

یہ ایک طبیب ہے جو جالینوس سے پہلے گزُرا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ (۱) کتاب علل العین وعلاتہا ۔ تین مقالے۔ بہت پہلے کسی نے ترجمہ کیا تھا۔ مترجم کا علم نہیں ۔

(۲) کتاب البرسام۔ جس کا ترجمہ ابن البطریق نے قحطبی کے لیے کیا۔
(۳) کتاب الحیات والدیدان التی تتوالد فی البطن ۔ ایک مقالہ۔ پرانا ترجمہ۔

اولیطراوس الطرسوسی

آغازِ اسلام میں یحییٰ نحوی کے بعد گزرا ہے۔ اسے لوگ الہلال کہتے تھے اس لیے کہ یہ تصنیف و مطالعے میں اس قدر محو رہتا تھا۔ کہ باہر تک نکلنے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ اس خلوت نشینی کی وجہ سے ہلال کہلانے لگا۔

اریباسیوس

یہ اسکندریہ کا رہنے والا ایک طبیب تھا جو آغازِ اسلام میں یحییٰ نحوی کے بعد گزرا۔ فنِ طب میں اس کی شہرت دُور دُور تک پہنچی ہوئی تھی۔ دُنیائے طب میں اس کے چند اصول (سریانی زبان میں اصول کے لیے کناشتہ کا لفظ ہے۔ جمع کنانیش) مشہور ہیں۔ اور اسی لیے اطبا کے ہاں یہ صاحب الکنانیش (اصول) کہلاتا ہے۔

صطفن

حرّان[۱] کا ایک طبیب، جس کا ذکر ابن بختیشوع[۲] کی تاریخ میں صرف اس قدر

---

[۱] حرّان۔ شام کا مشہور شہر، جو موصل۔ شام و روم کی سڑک پر واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح کے بعد یہ پہلا شہر تھا۔ جو سطحِ ارضی پر تعمیر ہوا تھا۔ اس میں مدتوں تک مجوسی آباد رہے۔ (بقیہ حاشیہ صہ۹۱ پر)

آتا ہی۔ کہ وہ ایک طبیب تھا۔ وبس -

اریباسیوس دوم

یہ حکیم "قوابلی" (قابلہ کی جمع - دایہ - نرس) کے نام سے مشہور تھا۔ وجہ یہ کہ یہ لوگ عموماً عورتوں کے متعلق اسی سے مشورہ لیتے تھے اس لیے یہ نام پڑ گیا۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابنِ بختیشوع -

اقرن

ابنِ بختیشوع نے اس کے متعلق صِرف اتنا لکھا ہی کہ یہ ایک طبیب تھا جو یحییٰ نحوی کے بعد گزرا۔

ابراہیم بن جبیب الفزّاری

یہ ایک مشہور و معروف اسلامی حکیم ہی جس نے پہلی دفعہ اصطرلاب کو استعمال کیا۔ اس کی مشہور کتاب فی تسطیح الکرۃ تمام اسلامی حکما کا ماخذ رہی - یہ حکیم سمرۃ بن جندب کی اولاد میں سے تھا۔ اور علم ہیئت سے خاص دل چسپی رکھتا تھا۔ اس کی مشہور

(صفحہ ۹۰ کا بقیہ حاشیہ) :۔ اور بڑے بڑے حکما نے یہاں جنم لیا۔ مروان بن محمد (اُمیّہ) نے امام ابراہیم (منصور سفّاح کا بھائی) کو یہیں قید رکھا تھا۔ حضرت فاروقؓ کے عہد میں عیاض بن غنم نے اس شہر کو فتح کیا۔ (اختصار معجم البلدان۔ یاقوت رومی صفحہ ۶۲۶) ۲؎ ابنِ بختیشوع دو ہیں (۱) جورجیس بن بختیشوع (حالات حرف الجیم میں)۔ (۲) جبرئیل بن بختیشوع بن جورجیس بن بختیشوع۔ (حالات حرف الجیم میں)۔ مترجم یہ تحقیق نہیں کر سکا کہ یہاں کون سا ابن بختیشوع مراد ہی -

تصانیف یہ ہیں :-

(۱) کتاب القصیدۃ فی علم النجوم (۲) کتاب المقیاس للزوال

(۳) کتاب الزیج علی سنی العرب (برلن کے دو نسخوں نمبر ۱۰۰۵۳/۱۰۰۵۴ میں سنن العرب درج ہے)

(۴) کتاب العمل بالاصطرلاب ذوات الحلق

(۵) کتاب العمل بالاصطرلاب المسطح -

ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ النقاش المعروف بولد الزرقیال الاندلسی

یہ حکیم اپنے زمانے میں علم الافلاک والکواکب کا سب سے بڑا ماہر تھا - اس نے مشاہدۂ نجوم کے لیے کئی نئے آلات ایجاد کیے - اس نے آسمان کا ایک نقشہ تیار کیا تھا جو صفیحۂ الزرقیال کے نام سے مشہور ہے - اور جو علمائے ہیئت کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - فاضل مصنف نے اس مختصر سے نقشے میں تمام حرکاتِ فلکیہ کا پورا پورا حال درج کیا - جب یہ نقشہ زمینِ شرق میں پہنچا تو بہت کم علما اسے سمجھنے میں کامیاب ہوئے

اس حکیم نے کئی رصد گاہیں تیار کی تھیں جن کی بعد میں دیگر علما نے نقل اڑائی - نقالوں میں سب سے زیادہ مشہور ابن الحاد[۱] الاندلسی ہے - جس نے ابراہیم بن یحییٰ کے وضع کردہ اصول کو سامنے رکھ کر تین تقاویم (جنتریاں) تیار کیں جن میں سے ایک کا

---

[۱] ابو عبداللہ محمد بن علی المعروف بابن حماد - اندلس کے مشہور مورخ تھے - آپ کے عہد کا یقینی علم حاصل نہیں - صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ دولتِ موحدین کے بعد اور ابن خلدون سے پہلے گزرے ہیں - آپ کی مشہور کتاب کا نام کتاب العبر ہے یہ کتاب غالباً مطبوع نہیں ہوئی - اس کا ایک مخطوطہ نیشنل لائبریری پیرس اور دوسرا نیشنل لائبریری جزائر میں موجود ہے - موخر الذکر ناقص نسخہ ہے - (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام - اردو ترجمہ - صفحہ ۳۰۲ مطبوعہ جدید پریس بیگم پور - پٹنہ -

نام الکور علی الدور - دوسری کا الامد علی الابد (برلن کے نسخے نمبر ۵۰۰۴ا میں الاصل علی الاصل درج ہے) اور تیسری کا المقتبس ہے - یہ تیسری تقویم دوسری کا ملخص ہے۔

ابراہیم بن سنان بن ثابت بن قُرّہ

کنیت ابو اسحٰق - مذہباً کواکب پرست اور وطناً شام کے ایک شہر حرّان کا باشندہ تھا۔ بڑا ذکی، عاقل اور فہیم تھا۔ حکمت کی مختلف شاخوں میں کافی دست رس رکھتا تھا اور علم ہندسہ کا بہت بڑا ماہر تھا - کہتے ہیں کہ اتنا قابل مہندس آج تک پیدا نہیں ہوا -

مجھے ایک چھوٹا سا رسالہ ملا ہے جس میں اس حکیم کی تصانیف دی ہوئی ہیں - علم ہیئت پر تین کتابیں درج ہیں۔ اوّل کتاب آلات الاظلال - اس کتاب کو حکیم نے سولہ یا سترہ برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا تھا - بڑھتے بڑھتے بہت لمبی ہوگئی - چناں چہ نظرِ ثانی کرنے کے بعد صرف تین مقالے رہنے دیے - پچیس برس کی عمر میں ان کی تصحیح کی - دوم . . . . (یہ حصہ اس قدر فنی ہے کہ میں سمجھ نہیں سکا - مترجم) . . . . . .

چوبیس برس کی عمر میں مصنّف نے ایک اور کتاب لکھی جس میں بطلیموس القلوذی پر تنقید کی کہ اُس نے زحل، مریخ اور مشتری کے اختلاف قلم بند کرنے میں تساہل (غیر بُرہانی طریق) سے کام لیا ہے ورنہ اس کے نتائج اچھے رہتے۔

اس حکیم نے علم ہندسہ پر تیرہ مقالے لکھے ہیں - گیارہ مقالوں میں خطوط و دوائر پر بحث کی ہے - تمام کتاب میں علم ہندسہ کے اکتالیس مشکل مسائل کو حل کیا ہے اور دوائر، خطوط و مثلثات وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے - کتاب میں طریقہ تحلیل سے کام لیا ہے - صرف تین مقالات پر ترکیب کی طرف توجہ دی . . . .

. . . . (یہاں چند سطور فنی و مغلق ہونے کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آئیں - (مترجم)

ابراہیم و محمد و حسن ابناء الصباح

یہ تینوں بھائی بلند پایہ منجم تھے۔ ان کی چند مشترکہ کتب باقی ہیں جو ہر سہ نے مل کر تصنیف کی تھیں۔ کچھ ایسی کتب بھی ہیں جو انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً کتاب برہان الاصطرلاب ہر سہ بھائیوں کی مشترکہ تصنیف تھی لیکن نامکمل رہ گئی تھی۔ بعد میں ابراہیم نے کچھ وقت نکال کر مکمل کر ڈالی۔ اسی طرح کتاب عمل نصف النہار محمد نے شروع کی تھی اور حسن نے مکمل کی۔ کتاب فی صنعۃ الرخامات محمد کی تصنیف ہے اور کتاب الکرہ و کتاب العمل بذات الحلق کا مصنف حسن ہے۔

اثنافرودیطیس (ایک نسخے میں اثنافرودنطیس)

یہ ایک رومی فلسفی ہے۔ اس کے متعلق یحییٰ بن عدی نے لکھا ہے کہ اس حکیم نے ایک کتاب فی الاثار العلویہ تصنیف کی تھی۔ جو در اصل ارسطو کے مقالۂ قوس قزح کی تفسیر تھی۔ اس کا ترجمہ ثابت بن قرۃ نے کیا ہے۔

ارسطن

یہ روم کا باشندہ تھا۔ اس کی تصنیف کتاب النفس سے پتا چلتا ہے کہ یہ طبیعیات کا ماہر تھا۔

اودیمیس[1]

یہ روم کا ایک بلند پایہ و شہرۂ آفاق حکیم تھا جس نے ارسطو کی بعض تصانیف

---

[1] برلن کے نسخے نمبر ۵۲۰۰۳ اور میونخ کے نسخے نمبر ۴۴۰ میں اودیمیس دیا ہوا ہے۔

کی شروح بھی لکھی ہیں۔

ارمینس

روم کا باشندہ، مشہور فلسفی اور ارسطو کی بعض تصانیف کا شارح تھا۔

ایاملیخس

اپنے عہد کا مشہور رومی فلسفی جس نے ارسطو کی بعض تصانیف کا ترجمہ کیا اور اس کی اپنی چند کتب بھی عربی و سریانی میں منتقل ہوئیں۔

اراسیس

روم کا باشندہ۔ اپنے عہد کا ایک مقتدر فلسفی اور بعض تصانیفِ ارسطو کا شارح تھا۔ اس کی اپنی چند کتب بھی عربی میں منتقل ہوئی ہیں۔

انکساغورس

ارسطو کا تقریباً ہم عصر اور یونان کے مشہور فلسفیوں میں سے تھا۔ اس کے مقالے آج تک مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔

افلیمون

مشہور فاضل، فنونِ طبیعہ کا ماہر اور بقراط کا ہم عصر تھا۔ غالباً شام کا باشندہ تھا۔ اس کی فراست اس قدر تیز تھی کہ بیرونی رنگ ڈھنگ دیکھ کر عادات و اخلاق کا صحیح پتا دے سکتا تھا۔ اس موضوع پر اس نے ایک بلند پایہ کتاب بھی لکھی ہے جس کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بقراط کے حالات میں ہم اس حکیم کا ایک دل چسپ قصہ آپ کو

سُنائیں گے۔ چوں کہ اس قصّے کا تعلق اصحابِ بقراط سے تھا اس لیے حالاتِ بُقراط میں درج ہُوا۔

ابلّونیوس النجّار

پُرانے زمانے کا ریاضی داں ہے اور اقلیدس سے بھی بہت پہلے گزرا ہے۔ اس نے ٹیڑھے خطوط (خطوطِ توبیہ و مستقیمہ شامل نہیں) پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام کتاب المخروطات تھا۔ جب یہ کتاب مامون الرشید کے ہاں پہنچی تو اس نے اس کتاب کے پہلے سات مقالے علاحدہ کر لیے۔ اور جب ان مقالوں کا ترجمہ نکلا تو مقدمے میں آٹھ مقالوں کا ذکر ملا۔ یہ آٹھواں مقالہ دراصل پہلے سات مقالوں کا فرہنگ تھا۔ جس میں چند مفید حواشی وغیرہ بھی موجود تھے۔

اُس زمانے سے لے کر آج تک دُنیا آٹھویں مقالے کو تلاش کر رہی ہے لیکن ہنوز کام یاب نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کی قدر صرف ملوکِ یونان کے ہاں تھی اور وہ لوگ جواہرِ نایاب کی طرح ان کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک ایسے شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مدّعیِ حکمت تھا۔ دوِرانِ گفتگو میں کہنے لگا کہ "میں نے کتاب مذکور کا آٹھواں مقالہ پڑھا ہے"۔ اس کے بعد جب اس مقالے کے مندرجات بیان کرنے لگا۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ جھوٹ بول رہا ہے اور اس نے کتاب کو دیکھا تک نہیں۔

اقلیدس کی مشہور تصنیف کی محرّک ابلونیوس کی دو تصانیف تھیں:۔

(۱) کتاب المخروطات۔

(۲) نام معلوم نہیں۔ تفصیل اقلیدس کے حالات میں دیکھیے۔

موسیٰ[1] بن شاکر کے بیٹے کتاب المخروطات کے دیباچے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حکیم اسکندریہ کا باشندہ تھا۔ اور اس کی کتاب المخروطات تقریباً مسخ ہو چکی ہے۔ جس کی کئی وجہیں ہیں:۔ اوّل، کتاب تقریباً نایاب تھی۔ دوم جن کے ہاں کوئی نسخہ موجود تھا، انھوں نے اصلاح کی کوشش نہ کی۔ سوم پُرانے نسخے پھٹ گئے، نئے تیار نہ کرائے گئے۔ نتیجتاً کسی کے پاس کوئی حصہ باقی رہ گیا اور کسی کے ہاں کوئی۔

حالات یونہی چلتے گئے، یہاں تک کہ عسقلان[2] میں ایک مہندس اوطیقوس نامی پیدا ہوا۔ جو بہ قول بنو موسیٰ کافی کتابوں کا مصنف تھا لیکن آج اس کی کوئی کتاب دست یاب نہیں ہو سکتی۔ اس مہندس نے کتاب المخروطات کو اِدھر اُدھر سے تلاش کر کے اس کے پہلے چار مقالوں کی اصلاح کر ڈالی۔

بنو موسیٰ کہتے ہیں کہ کتاب آٹھ مقالوں پر مشتمل تھی جن میں سے پہلے سات مقالے اور آٹھویں کا کچھ حصہ یعنی صرف چار اشکال موجود ہیں۔ پہلے چار مقالوں کا احمد[3] بن موسیٰ و ہلال بن ہلال الحمصی نے اور آخری تین مقالوں کا ثابت بن قُرّۃ الحرّانی نے ترجمہ کیا ہے۔

اس کی چند تصانیف (جو ہم تک پہنچی ہیں) کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المخروطات۔ ساڑھے سات مقالے۔

(۲) کتاب قطع الخطوط علیٰ نسبۃٍ۔ ایک مقالہ۔ (۳) کتاب فی النسبۃ للمحدود۔ دو مقالے۔ پہلے مقالے کی اصلاح ثابت نے کی اور دوسرے کا عربی میں ترجمہ ہوا لیکن یہ ترجمہ لوگوں کی سمجھ سے بہت بالا ہے۔

---

[1] محمد، احمد و الحسن۔ حالات بابُ الکُنیٰ ابناء موسیٰ کے ذیل میں دیکھیے۔ [2] عسقلان۔ ساحلِ شام پر ایک حسین شہر جسے عروس الشام بھی کہتے تھے (قاموس) لیکن نزہت القلوب صفحہ ۲۷۱ میں مذکور ہے کہ عسقلان فلسطین کا ایک شہر ہے بعض جغرافیہ دانوں نے فلسطین کو شام کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ [3] احمد بن موسیٰ بن شاکر۔ ابناء موسیٰ میں سے ایک۔

(۴) کتاب قطع السطوح علی النسبۃ - ایک مقالہ۔ (۵) کتاب الدوائر المماثۃ۔

(۶) بقول ثابت بن قرۃ - اس کا ایک مقالہ مندرجۂ ذیل موضوع پر بھی موجود ہے:-

"جب دو خط اس طرح علاحدہ ہوں کہ وہ زاویۂ قائمہ سے کچھ کم تر زاویے بنائیں تو وہ مل جاتے ہیں۔"

اقلیدس المہندس النجار الصوری

اقلیدس بن نوقطرس بن برنیقس علمِ ہندسہ میں شہرۂ آفاق اور جیومیٹری کا تقریباً موجد سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تصنیف کتاب فی الھندسہ کا یونانی نام الاسطروشیا (اصولِ ہندسہ) ہے۔ یہ ایک قدیم یونانی طرز کا حکیم ہے۔ جس کا وطن شام تھا۔ گاؤں کا نام صور[1] اور پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھا۔ علمِ ہندسہ میں یدِطولا رکھتا تھا۔ حکمائے یونان میں اس کی تصنیف کتاب الارکان کے نام سے مشہور ہے۔ روم میں استقصات اور مسلمانوں کے ہاں الاصول کہلاتی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب سے پہلے یونان میں علمِ ہندسہ کی کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہ تھی اور نہ بعد میں کوئی دیکھی گئی۔ تمام علمائے ہندسہ خواہ وہ یونانی تھے یا رومی و اسلامی، اسی کتاب سے استفادہ کرتے رہے اور اسی کی تفاسیر، شروح لکھتے رہے۔ تمام دُنیائے اسلام میں کوئی ایسا مہندس موجود نہیں جو اقلیدس کی عظمتِ علمی کے سامنے سرِ تعظیم خم نہ کرتا ہو۔

حکمائے یونان نے اپنے مکانات کے دروازوں پر لکھ رکھا تھا:-

"اس مدرسے میں صرف مہذب النفس لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔"

---

[1] صور: شام کے مغربی حصے میں ایک ساحلی شہر جہاں حکیم فرفوریوس پیدا ہوا تھا اور جہاں طبیب ابوالخیر مبارک بن شرارۃ الحلبی کی قبر ہے۔

ان کے ہاں تہذیبِ نفس سے مُراد کتابِ اقلیدس کا مطالعہ تھا۔ اسی فن پر اقلیدس کی چند اور کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً کتاب المفروضات۔ کتاب المناظر۔ کتاب تالیف اللحون۔

یعقوب بن اسحاق کندی اپنی ایک تصنیف میں بیان کرتا ہے کہ ایک یونانی فرماں روا کو کسی قدیم لائبریری میں سے دو کتابیں دست یاب ہوئیں جو ابلونیوس النجّار کی طرف منسوب تھیں اور جن کا موضوع تھا صفۃ الاجسام الخمسۃ۔ بادشاہ ایسے علما کی تلاش میں پڑ گیا جو ان کتب کو سمجھ سکیں لیکن سرزمین یونان سے کوئی ایسا شخص نہ نکلا۔ دوسرے ممالک کے مسافروں سے پوچھنا شروع کیا، ہوتے ہوتے ایک دن ایک مسافر نے بادشاہ کو بتلایا کہ صوَر میں ایک بڑھئی اقلیدس نامی علمِ ہندسہ کا ماہر سمجھا جاتا ہے، شاید وہ ان کتب کو سمجھ لے۔ بادشاہ نے بلادِ سواحل کے فرماں روا کو وہ دو کتابیں بھیج کر التجا کی کہ اقلیدس سے ان کی شرح لکھوائی جائے۔ چناں چہ ملک السواحل نے اقلیدس کو طلب کر کے اس کام پر لگا دیا۔ حکیم نے ان کتب کی ہر شکل کو حل کیا۔ ابلونیوس کے مافی الضمیر کو شرح و بسط سے پیش کیا اور ایسے اصول وضع کیے جن کی روشنی میں ابلونیوس کے اجسامِ خمسہ کی حقیقت سمجھ میں آ جائے۔ اقلیدس کے تیرہ مقالے جن سے دُنیائے علم آگاہ ہے، دراصل ابلونیوس ہی کے خیالات ہیں، جنھیں اقلیدس نے ذرا شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔

اقلیدس کی وفات کے بعد کسی نے دو اور مقالے لکھ کر اس حکیم کی کتاب میں شامل کر دیے۔ ان الحاقی مقالوں میں چند ایسی چیزیں درج ہیں جن کا ذکر ابلونیوس نے کہیں نہیں کیا۔ مثلاً اجسامِ خمسہ میں سے ایک کی نسبت دوسرے کے ساتھ وغیرہ۔ یہ مقالے اقلیدس کی طرف منسوب ہیں لیکن بہ قولِ محققین ان کا اصلی مصنف کوئی اور تھا۔

بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ اقلیدس ارشمیدس سے پہلے گزر چکا تھا اور

یہ حکیم ایک ریاضی داں فلسفی تھا۔ اس کی کتاب اصولِ ہندسہ کے دو تراجم حجاج بن یوسف بن مطر الکوفی نے تیار کیے۔ ایک کا نام نقل ہارونی اور دوسرے کا نقل ماموتی تھا۔ دوسرا ترجمہ زیادہ اچھا ہے۔ اسحٰق بن حُنین نے بھی اس کا ترجمہ کیا جس کی اصلاح ثابت بن قرۃ الحرّانی نے کی۔ ابو عثمان دمشقی نے بھی چند مقالات کا ترجمہ کیا۔

ابن الندیم[1] کہتا ہے کہ دسواں مقالہ موصل میں علی[2] بن احمد العمرانی کے کتب خانے میں ملا۔ نیز شام کے ایک اور عالم ابو الصقر القبیصی کے ہاں بھی دیکھنے میں آیا۔ آج کل یعنی ۳۷۰ھ (ابن الندیم کا زمانہ) میں ابو الصقر سے لوگ المجسطی پڑھنے آتے ہیں۔

اس کتاب کے شکوک کو ایرن[3] نے حل کیا۔ النیّریزی[4]، الکرابیسی[5] اور الجوہری[6] نے شرحیں لکھیں۔ اور ماہانی[7] نے پانچویں مقالے کی تفسیر پیش کی

نظیف[8] المتطبب لکھتا ہے کہ "رومی زبان میں اقلیدس کا دسواں مقالہ عربی زبان

---

[1] محمد بن اسحاق الندیم (جو ابو یعقوب الورّاق کے نام سے بھی مشہور ہے) عربی تصانیف کی مشہور و معروف "الفہرست" کا مصنف ہے۔ ابن الندیم نے یہ فہرست ۳۷۷ھ میں مرتب کی تھی جس کے کچھ حصے ضائع ہو گئے ہیں۔ چار جلدیں پیرس کی شاہی لائبریری میں موجود ہیں۔ اور پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں بھی چند جلدیں محفوظ ہیں۔ عربی کتب کی یہ سب سے پُرانی اور قابلِ اعتماد فہرست ہے۔

[2] علی بن احمد العمرانی الموصلی۔ حساب و ہندسہ کا فاضل اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ تفصیل حرف العین میں دیکھیے۔ [3] ایرن مصری و اسکندرانی کے حالات آگے آئیں گے۔ [4] الفضل بن حاتم النیّریزی ایرانی النسل منجم و ہندس تھا۔ حالات اوراقِ آیندہ میں۔ [5] احمد بن عمر الکرابیسی حالات آگے آئیں گے۔

[6] الجوہری سے مُراد غالباً ابو نصر اسمٰعیل بن حمّاد جوہری فارابی ہے جس نے صحاح اللغات لکھی تھی۔ وفات ۳۹۳ھ۔ [7] محمد بن عیسیٰ ابو عبداللہ الماہانی۔ حالات حرف المیم میں۔

[8] نظیف النفس الرّومی عضد الدولہ کا مصاحب تھا۔ بعد میں اُسے شفاخانہ بغداد میں طبیب مقرر کیا گیا۔ حالات حرف النون میں۔

کے دسویں مقالے سے بڑا ہے۔ رومی مقالے میں ۱۴۹ شکلیں ہیں اور عربی مقالے میں ۱۰۹۔ اور میں اس رومی مقالے کو عربی میں ترجمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

یوحنا پادری کہتا ہے:-

"ثابت بن قرہ نے کہا تھا کہ اقلیدس کے مقالۂ اولیٰ میں ایک شکل موجود تھی ۔جو اب ترجمے میں باقی نہیں رہی -"

ثابت ٹھیک کہتا ہے، میں نے یہ شکل یونانی مقالے میں دیکھی تھی -

نظیف کہتا ہے کہ یوحنا نے وہ شکل مجھے دکھلائی تھی -

اقلیدس کے چند دیگر شارحین کے نام یہ ہیں: (۱) ابو حفص الحارث الخراسانی۔ (۲) ابوالوفا البوزجانی[۱] (اس کی شرح قدرے نامکمل ہے)، (۳) ابوالقاسم الانطاکی کی تفسیر آج ہر طالب علم کو یاد ہے۔ (۴) سند بن علی نے پہلے نو مقالوں اور کچھ دسویں کی تفسیر لکھی ۔ (۵) ابو یوسف رازی نے ابن العمید[۲] کی خاطر دسویں مقالے کی نہایت عمدہ تفسیر قلم بند کی ۔

الکندی اپنی کتاب فی اغراض کتاب اقلیدس میں لکھتا ہے :-

" اس کتاب کا اصل مصنف ابلونیوس النجار تھا جس سے صرف پندرہ اقوال منقول ہیں۔ جب ان اقوال پر بہت زمانہ گزر گیا ۔اور دنیا ان

---

[۱] محمد بن محمد بن یحیٰی بن اسمٰعیل بن العباس ابوالوفار البوزجانی کے حالات حرف المیم میں ۔

[۲] ابن العمید کا نام ابوالفضل محمد بن ابی عبداللہ الحسین بن محمد الکاتب تھا اور آپ کے والد کا لقب عمید تھا ۔ ۳۲۸ھ میں ابن العمید ۔رکن الدولہ بویہی کا وزیر بنا ۔ ۳۵۹ھ میں کردی امیر حسنویہ کے خلاف جنگ کے لیے نکلا لیکن راستے ہی میں فوت ہوگیا (ماہ صفر ۳۶۰ھ) ابن العمید علمی عظمت کی بنا پر جاحظ ثانی کہلاتا تھا۔ اس کی ایک کتاب کا ذکر بو علی بن سینا کے حالات میں آئے گا ۔ اس کا بیٹا ابوالفتح علی بن محمد (پ ۳۳۵ھ) بھی ابن العمید کے نام سے مشہور تھا۔

سافل ہوگئی تو اسکندریہ کے ایک بادشاہ کو علم ہندسہ کی ترقی کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے اقلیدس کو دربار میں طلب کیا اور اس کتاب کی اصلاح و تفسیر پر مامور فرمایا۔ اسی تفسیر کا دوسرا نام ہے "اقلیدس کے تیرہ مقالے" اس کے بعد ابسقلاؤس[۱] کو دو اور مقالے کہیں سے مل گئے۔ جو ان تیرہ مقالوں کے ساتھ شاہی اجازت سے شامل کر دیے گئے۔"

علی[۲] الحسن بن الحسن بن الہیثم البصری۔ حال وارد مصر نے اس کتاب کی شکلات کو حل کیا ہے، نیز شکوک کا جواب دیا ہے۔ ایک یونانی عالم بلبیس[۳] نامی نے مقالۂ عاشرہ کی شرح قلم بند کی تھی۔ جو عربی میں بھی منتقل ہو چکی ہے۔ اس کا ایک نسخہ ابن کاتب[۴] حلیم نے تیار کیا تھا جو اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ اسی مقالے کی ایک عمدہ شرح قاضی ابو محمد بن عبدالباقی البغدادی الفرضیؒ المعروف بہ قاضیٔ بیمارستان نے لکھی تھی اور اس کو اشکال سے واضح کیا تھا۔ ایک نسخہ جو خود شارح کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، میرے ہاں موجود ہے۔

جب ۵۹۵ھ میں میری ملاقات ابوالحسن القشیری الاندلسی سے بیت المقدس میں ہوئی تو اس نے ایک اندلسی کا ذکر کیا جس نے اس کتاب کی شرح لکھی تھی۔ اور شرح کا نام بھی لیا تھا، لیکن اب دماغ سے اتر چکا ہے۔

اقلیدس کی چند دیگر کتب کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الظاہرات	(۲) کتاب اختلاف المناظر
(۳) کتاب المعطیات	(۴) کتاب النغم المعروف بہ الموسیقی۔

اس کتاب کی نسبت اقلیدس کی طرف درست نہیں۔

---

[۱] ابسقلاؤس اقلیدس کا ہم عصر و شاگرد [۲] مفصل حالات حرف الحا میں دیکھیے۔

[۳] میونخ کے نسخے نمبر ۴۴۴ میں تلبس اور ویآنہ کے نسخے نمبر ۱۰۶۲ میں ابلیس درج ہے۔

[۴] برلن کے دو نسخوں ۱۰۰۵۴ و ۵۸۶۷ میں کاتب الحکیم درج ہے۔

(۵) کتاب القسمۃ۔ ثابت کی اصلاح شدہ (۶) کتاب الفوائد ۔ نسبت غلط ہو۔

(۷) کتاب القانون (۸) کتاب الثقل والخفۃ

(۹) کتاب التر کیب ۔ غلط طور پر منسوب ۔

(۱۰) کتاب التحلیل ۔ غلط طور پر منسوب ۔

الیانوس الرومانی

یہ ایک یونانی عالم تھا جس کی شاگردی کا دعوا جالینوس نے بھی کیا ہو۔ جالینوس ایک مقام پر کہتا ہو کہ تقریباً ہر طبیب الیانوس کو اپنا استاد سمجھتا ہو۔ الیانوس بیان کرتا ہو کہ ایک دفعہ انطاکیہ[1] میں زبردست وبا پھیل گئی، لوگ دھڑا دھڑ مرنے لگے، کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی اور اطبا و سلاطین پر ایک طرح کا خوف مسلط ہو گیا۔ اس اثنا میں چند علما نے اہالیانِ شہر کو مشورہ دیا کہ وہ باقی تمام دوائیں چھوڑ کر صرف دریاق[2] استعمال کریں۔ تو جن لوگوں نے بیمار ہونے کے بعد یہ دوا پی، ان میں سے بعض بچ گئے۔ اور بعض چل بسے۔ اور جن خوش قسمتوں نے بیمار ہونے سے پہلے اس کا استعمال شروع کر دیا وہ بالکل محفوظ رہے۔

---

[1] انطاکیہ۔ حلب کے مغرب اور الیگزنڈریٹا کے جنوب مشرق میں ساحلِ شام کے قریب ایک مشہور شہر جو ہرقل کے زمانے میں شام کا دار الخلافہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید و ابو عبیدہ بن الجراح نے اس شہر کو سنہ ۱۷ھ۔ ۲۱ اگست سنہ ۶۳۸ء میں فتح کیا۔

[2] قاموس میں دریاق کے دو معنے دیے ہوئے ہیں: تریاق و شراب۔ المنجد میں ایک تیسرا مفہوم بھی دیا ہوا ہو۔ یعنی ایک پھل دار پودا۔

ارشمیدس[1]

ارشمیدس یونانی فلسفے کا ماہر اور ریاضی کا بہت بڑا فاضل تھا۔ یہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مصر میں آگیا جہاں مصریوں سے علمِ ہندسہ سیکھا اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

الخطیب امین الدین ابوالحسن علی بن احمد بن جعفون عبدالباقی الابانی العثمانی الاموی القفطی علم و فضل و فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اپنے زمانے میں بے نظیر تھا کہتا ہے۔ کہ ہمارے ملک کے بڑے بڑے علما اس امر پر متفق ہیں کہ ارشمیدس ہی وہ انسان ہے جس نے مصر کی بستیوں میں سیلابِ نیل سے بچنے کے لیے بند لگوائے تھے اور ایک گانو سے دوسرے گانو تک آمد و رفت کے لیے پُل بنوائے تھے۔ اور یہ سب کچھ کسی بادشاہ کے حکم سے کیا تھا۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ ارشمیدس سے پہلے جب دریائے نیل طغیانی پر آتا تو دیہاتی لوگ دوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور جب نیل کا پانی کم ہو جاتا تو نیچے آجاتے۔ لیکن وادیوں اور پستیوں کو عبور نہ کر سکتے، اس لیے کہ وہاں بہ دستور پانی موجود ہوتا۔ اس طرح ان غریب دیہاتیوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا۔ کاشت کی ہوئی فصلیں بہ جاتیں اور انتظار میں نئی فصلوں کا موسم نکل جاتا۔ جب ارشمیدس کو ان تکالیف کا علم ہوا تو اس نے پستیوں و وادیوں میں پُل بنا دیے جن کے نیچے سے پانی اور اوپر سے انسان گزرتے۔ ہر گانو کی مملوکہ زمین میں سے کچھ حصے کی آمدنی ان پُلوں اور بندوں کی تعمیر کے لئے وقف کر دی گئی۔ یہ پُل آج تک مصری دیہات میں موجود ہیں۔ ان کی نگرانی

---

[1] ارشمیدس حضرت مسیح سے ۲۱۳ سال پہلے زندہ تھا۔ سسلی کے ایک شہر سیراکوزا میں پیدا ہوا اور جب رومنز نے اس شہر کو فتح کیا تو ارشمیدس ایک سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی تصانیف کی پندرہ گٹھڑیاں جلا دی گئیں۔

کے لیے ایک باقاعدہ سرکاری دفتر موجود ہے۔ اور ان کی مرمّت وغیرہ پر پوری توجہ دی جاتی ہے۔ ان دیہات اور چند دیگر اضلاعِ شرقی میں میرے والدِ محترم مدّت تک بہ حیثیت ناظر متعین رہے۔ میں اُن دنوں آٹھ دس سال کا بچّہ تھا۔ اور میرے والد کے ماتحت ناظموں، نگرانوں اور مزدوروں کا ایک بہت بڑا عملہ تھا۔ اور یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا بلکہ ازبس مشکل خیال کیا جاتا تھا۔

ارشمیدس کی تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المسبّع فی الدائرۃ (۲) کتاب ساحۃ الدائرۃ
(۳) کتاب الکرۃ والاسطوانۃ (۴) کتاب تربیع الدائرۃ - ایک مقالہ
(۵) کتاب الدوائر المتماسۃ - ایک مقالہ (۶) کتاب المثلّثات - ایک مقالہ
(۷) کتاب الخطوط المتوازیہ (۸) کتاب المأخوذات فی اصول الہندسہ
(۹) کتاب المفروضات - ایک مقالہ۔
(۱۰) کتاب خواص المثلّثات القائمۃ الزوایا - ایک مقالہ
(۱۱) کتاب ساعات آلات الماء التی ترمی بالبنادق

محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب میں کہتا ہے:۔

"مجھے ایک معتبر آدمی نے بتلایا تھا کہ اہلِ روم نے تصانیف ارشمیدس کی پندرہ گٹھڑیاں جلا ڈالی تھیں اور یہ کہانی ذرا لمبی ہے"

ابن الندیم نے غالباً طوالت ہی کی وجہ سے کہانی بیان نہیں کی۔

اومیرس الشاعر الیونانی

یہ ایک یونانی شاعر تھا جس نے شاعری کو معراجِ کمال پر پہنچایا۔ اس کی عظمت

لے یوسف القفطی (م ۶۴۶ھ)

کا اندازہ صرف اسی واقعے سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص ابنابوالماجن نامی اس شاعر کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آپ کے قصائد مدحیہ کا تو اہل نہیں اس لیے ذرا میری ہجو ہی کہہ دیجیے تاکہ اقران و اماثل میں سر افتخار بلند کر سکوں۔ شاعر نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ تم میری ہجو کے قابل نہیں۔ وہ شخص کہنے لگا اگر تم نے میری آرزو کو پورا نہ کیا تو میں رؤسائے شہر کے پاس جا کر تمھاری اس بزدلی کا چرچا کروں گا۔ شاعر جھٹ بول اٹھا، جزیرۂ قبرص[1] کا واقعہ ہے کہ ایک کتا ایک شیر کے پاس لڑائی کے ارادے سے گیا۔ شیر نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ کتا کہنے لگا اگر تم نے میری خواہش کو پورا نہ کیا تو میں تمام جنگلی جانوروں میں تمھاری بزدلی کا چرچا کروں گا۔ شیر کہنے لگا میں جنگلی وحوش سے ضعف و بزدلی کا طعنہ گوارا کر لوں گا لیکن تم جیسے ذلیل جانور کے خون سے ہاتھ رنگنے کی ذلت کبھی برداشت نہیں کروں گا۔

اصطفن البابلی

یہ ایک کلدانی حکیم تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ بعثت (سنہ ۶۱۰ء) کے قریب زندہ تھا اور افلاک و نجوم کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس کی ایک کتاب فی احکام النجوم ماہرین ہیئت کے ہاں بہ نگۂ احترام دیکھی جاتی ہے۔

اخرمیدس

یونان میں اقلیدس کے بعد سب سے بڑا ریاضی داں بلکہ اس کا جانشین سمجھا

---

[1] قبرص کو سائپرس بھی کہتے ہیں۔ قبرص (قبرس) بحیرۂ روم کے مشرق میں ساحلِ شام کے پاس ایک مشہور جزیرہ ہے جس پر آج کل برطانیہ کا قبضہ ہے۔

جاتا ہے۔ یہ دُنیا کو علمِ اقلیدس سکھلاتا تھا۔ اس نے علمِ اقلیدس پر چند کتابیں بھی لکھی ہیں۔ رُوم کا ایک عالِم اس کے ہاں حصولِ علم کے لیے آیا تھا۔ علمِ ریاضی میں اس کے اقوال سے استناد کیا جاتا ہے۔

ابوسندرینوس

رُوم کا ایک ریاضی داں جو اقلیدس کے بعد گزرا۔ سرزمینِ رُوم میں اشاعتِ ریاضی کی بہت کوشش کی۔ بڑے بڑے فضلا اس کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔ ملوکِ رُوم تعمیرات میں اس سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

اقطیمن

اسکندریہ کا ایک ریاضی داں جس کا سب سے بڑا مشغلہ رصدگاہوں میں بیٹھ کر اجرامِ سماوی کا مشاہدہ تھا۔ یہ اور میطن[۱] اسکندریہ کی ایک رصدگاہ پر مل کر کام کرتے تھے۔ ان کے نتائجِ مشاہدہ بطلیموس القلوذی کے زمانے تک قابلِ اعتماد رہے۔ یہ بطلیموس سے ۵۷۱ سال پہلے گزرے تھے۔

اغلیخون

میرے خیال میں یہ حکیم یونان کا رہنے والا تھا۔ اس کی ایک تصنیف کتاب الفراسۃ کافی مشہور ہے۔ ابومعشر نے اپنی تصانیف میں اس حکیم کا ذکر کیا ہے۔

---

[۱] میطن اسکندریہ کا ایک منجم تھا جو بطلیموس سے ۵۷۱ سال پہلے گزرا ہے۔ علمائے افلاک میں اس کے نتائجِ مشاہدہ بہ نظرِ احترام دیکھے جاتے ہیں۔

آبرخس یا ایبرخس

عروجِ یونان کے زمانے میں یہ حکیم کالدیہ میں پیدا ہوا تھا۔ علمِ ریاضی کا فاضل اور علم الارصاد (رصد کی جمع) کا بہت بڑا ماہر تھا۔ میطن و اقطیمن سے تقریباً تین سو سال بعد گزرا۔ اس نے اپنے مشاہداتِ فلکی پر وہ محکم دلائل دیے کہ بطلیموس جیسے منجم کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ المجسطی میں بطلیموس اس کا بار بار ذکر کرتا ہے۔

اس کی مشہور تصنیف کتاب اسرار النجوم ہے جس میں اقوام و ملل کے عروج و زوال اور سیاسی جنگوں کا مفصل ذکر ملتا ہے۔ عربی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ جن حضرات نے اس کتاب کو پڑھا ہے، انھیں اس حکم کے تبحرِ علمی کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا۔ اہلِ بابل کا علم نجوم ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے کہ ان کی سلطنت[1] تباہ ہو چکی تھی اور غلاموں کے علم و فضل کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اُن کی چند رصد گاہوں کا ذکر بطلیموس نے المجسطی میں مجبوراً کیا ہے اس لیے کہ اہلِ یونان کے ہاں مشاہدۂ کواکب کا کوئی انتظام موجود نہ تھا۔ اس لیے اسے اپنے نظریوں کی بنیاد کلدانیوں کے مشاہدات پر رکھنی پڑی۔

ابرخس (شاعر)

یہ شاعر یونان کا رہنے والا تھا۔ اس میں اور اومیرس میں شاعرانہ رقابت رہا

---

[1] آشوریوں کا ایک بادشاہ آسور بانی پال تھا۔ جب اس کا لڑکا تخت پر بیٹھا تو اس کے عہد میں بابل کے حاکم نابو پلاسر نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ بابل کا پہلا بادشاہ کہلاتا ہے۔ بابل کا آخری بادشاہ بال تھازر تھا۔ جس پر شہنشاہِ ایران سیرس نے حملہ کیا۔ اور ۵۳۸ ق م میں بابل کو فتح کر کے سلطنتِ بابل کا خاتمہ کر دیا۔ (تاریخِ ملل قدیمہ۔ مطبوعۂ انجمنِ ترقی اُردو)

کرتی تھی۔ ایک دن ابرخس کہنے لگا "میں اومیرس سے بڑا شاعر ہوں اس لیے کہ میرے اشعار زیادہ ہیں اور خیالات کو موزوں الفاظ میں بہت جلد منتقل کر لیتا ہوں۔ دوسری طرف اومیرس کے اشعار تعداد میں کم ہیں۔ اور ایک شعر پر کئی گھنٹے لگا دیتا ہے"۔

اومیرس نے کہا کہ ایک دفعہ انطاکیہ میں ایک خنزیر (مادہ) نے شیرنی کو طعنہ دیا کہ تمھاری اولاد کم اور زمانۂ حمل بہت طویل ہوتا ہے، میرے ہاں بچے بھی زیادہ اور عرصۂ حمل بھی بہت کم ہوتا ہے۔ شیرنی نے جواب دیا کہ تمھارا الزام درست ہے۔ لیکن شاید تم اس حقیقت کو بھول گئی ہو کہ میں جو بچہ جنتی ہوں وہ شیر ہوتا ہے۔

ارسطیقس یا ارسطیقوس

قورینا کا رہنے والا۔ قورینا شام میں حمص کے پاس ایک شہر ہے جسے پرانے زمانے میں رفنیہ کہتے تھے۔ کسی کتاب میں اس حکیم کے نام کے ساتھ الرفنی (رفنیہ کا رہنے والا) بھی دیکھا ہے (لیکن کتاب کا نام یاد نہیں رہا) یہ حکیم یونانی فلسفیوں میں بہت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اپنے فن کا امام سمجھا جاتا تھا۔ فلسفیوں میں ایک ایسا گروہ بھی ہو گزرا ہے جو اس کی پیروی کا دم بھرتا تھا۔ موجودہ فلسفے سے پہلے اسی کا فلسفہ رائج تھا۔ اس کا فرقہ ان سات فرقوں میں شمار ہوتا ہے جن کا ذکر حالاتِ افلاطون میں آچکا ہے۔ اس کے پیرو قورینائین (قورینا کی طرف منسوب) کہلاتے تھے۔ جب مشائین کا فلسفہ چمکا تو اس کا فلسفہ مدھم پڑ گیا۔

اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب الجبر المعروف بالحدود ہے جس کی اصلاح ابوالوفا[۱] محمد بن محمد الحاسب نے کی۔ اسی نے اس کا ترجمہ کیا اور تفسیر بھی لکھی۔ نیز

---

[۱] عہدِ بویہہ کا ایک منجم جب شرف الدولہ نے ویجن بن رستم کو چند دیگر منجموں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ پر)

اس کے بیان کردہ قواعد کو حسابی دلائل سے ثابت کیا۔ اس کی ایک اور تصنیف بھی ہو جس کا نام کتاب قسمۃ الاعداد ہو۔

ارسطرخس یا ارسطوخس

فلسفے کے لحاظ سے یونانی۔ مولد کے لحاظ سے اسکندرانی (اسکندریہ کا رہنے والا) علم الفلک کا فاضل، اور کتاب حدّ الشمس والقمر کا مصنف ہو۔

انبون البطریق

ریاضی داں، مہندس، منجم چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں پیدا ہوا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب العمل بالاسطرلاب المسطح ہو۔

انقیلاؤس

یہ حکیم اسکندریہ کا باشندہ اور علومِ طبیعی کا ماہر تھا۔ اس نے تصانیفِ جالینوس کے ملخص تیار کیے اور بعض کتب کو سوال و جواب کی شکل میں ڈھالا۔ ان اختصارات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہو کہ یہ حکیم مختصر نویسی میں ماہر اور فنِ طب کا بہت بڑا حامی تھا۔ اسکندریہ کے چند دیگر حکما نے بھی جالینوس کی کتابوں کے اختصارات لکھے اور فنِ طب کو ترقی دی لیکن یہ ان سب کا سردار تھا۔ اس نے جالینوس کے اقوالِ پراگندہ کو جمع کرکے تیرہ مقالے مرتّب کیے۔ ان کا موضوع تھا "اسرارِ حرکات" اور ایسے بیمار

(صفحہ ۱۰۹ کا بقیہ حاشیہ):۔ کے ہمراہ ۳ رجادی الاخر ۳۲۷ھ کو شاہدۂ آفتاب کا حکم دیا اور ان لوگوں نے اپنے نتائج قلم بند کیے تو اس محضر نامے پر ابوالوفا محمد بن محمد کے دستخط بھی ثبت تھے۔ یہ محضر نامہ حرف الواؤ۔ ویجن بن رستم کے حالات میں ملاحظہ فرمائیے۔

کے لیے لکھے گئے تھے جسے کوئی پرانی بیماری ہو اور وہ مجامعت کر بیٹھا ہو۔ ان مقالوں میں ایسی بیماری کے اسباب و علاج کا مفصل ذکر موجود ہو۔

حُنین بن اسحاق (جس نے اکثر تصانیف جالینوس یونانی سے سریانی زبان میں منتقل کیا) کہتا ہو کہ جالینوس کی اکثر تصانیف انقیلاوس نے مرتب کیں۔ اور بعض تصانیفِ جالینوس کے خلاصوں کو بھی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کسی زمانے میں اہلِ اسکندریہ نے ایک طبی درس گاہ قائم کی تھی جس میں بڑے بڑے طبیب جالینوس کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اُن لوگوں نے تصانیفِ جالینوس کو موجودہ شکل میں مرتب کیا، ان کی تفاسیر لکھیں اور ایسے خلاصے قلم بند کیے جن کا یاد کرنا آسان ہو اور طلبۂ علم سفر میں لیے پھریں۔ بہ قولِ اسحاق بن حُنین چار حکیموں نے اس کام میں بہت زیادہ حصّہ لیا۔ یعنی اصطفن الاسکندرانی۔ جاسیوس۔ انقیلاوس اور مارینوس۔ یہ اسکندریہ کے مشہور چار طبیب تھے۔ جن کی کوششوں سے مذکورہ بالا تفاسیر و جوامع تیار ہوئیں اور انقیلاوس کو یہ فخر حاصل ہو۔ کہ اس نے ان پراگندہ کتب کو کہیں سے ڈھونڈ کر مرتب کیا۔

ابلّن

علومِ طبیعی کا ماہر اور بلادِ روم میں پہلا طبیب تھا۔ بہت پُرانے زمانے میں گزرا۔ اس نے منافیس[1] کے کہنے پر اغریقیہ زبان کی ابجد تیار کی اور فنِ طب کو کافی ترقی دی۔ یہ حکیم موسیٰ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ براق حکیم کے زمانے میں تھا۔ اس کے متعلق روم میں اسی طرح کی بڑی حکایات مشہور ہیں، جس طرح کہ اسقلبیوس کے متعلق یونان میں۔

[1] اغریقیہ سے مراد یونانی زبان ہو۔

اندروماخس

یہ حکیم صرف سکندرِ اعظم کے زمانے میں مشہور رہا۔ اس کے چند مقالے مدارسِ طب میں آج بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ اردن[1] میں رئیس الاطبا تھا۔ اور یہ وہی طبیب ہے جس نے معجون مرثرودیطوس[2] میں کچھ گھٹا بڑھا کر اسے اور زیادہ مفید بنا ڈالا تھا۔ گھٹانے کا تو علم نہیں۔ البتہ جو چیز بڑھائی تھی، وہ سانپ کا گوشت تھا۔

البسقلاؤس

یونان کا مشہور ریاضی داں جو اقلیدس کے بعد گزرا تھا۔ اس کی مشہور کتابیں یہ ہیں:۔ (۱) کتاب الاجرام والابعاد۔ ایک مقالہ۔ (۲) کتاب المطالع۔ (۳) اقلیدس کے چودھویں و پندرھویں مقالے کی اصلاح کی۔

اوطوقیوس

فلسفے کے لحاظ سے یونانی، مولد کے لحاظ سے اسکندرانی۔ علمِ ہندسہ کا ماہر اور مشہور مصنف ہے۔ ارشمیدس و بطلیموس کے بعد ہوا۔ مدارسِ ریاضی میں اس کے نام سے ہر کوئی واقف ہے۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

---

[1] اردن نہر سوئز کے مشرق، فلسطین کے جنوب اور عرب کے شمال میں ایک چھوٹا سا ملک جو آج کل ایک نیم آزاد سلطنت ہے۔ فرماں روا کا نام امیر عبداللہ فیصل بن شریف مکہ ہے۔

[2] مرثرودیطوس ایک طبیب (غالباً یونانی) تھا۔ جس نے سانپ، بچھو اور دیگر زہریلے جانوروں کے زہر کا حتمی علاج دریافت کر لیا تھا۔ اس کا معجون (جو خود طبیب کے نام سے مشہور تھا) اس کام کے لیے بے مثال تھا۔

(۱) شرح المقالۃ الاولیٰ من کتاب ارشمیدس فی الکرۃ والاسطوانہ
(۲) کتاب فی الخطین (اس کتاب میں فلسفی ہندسین کے اقوال سے استناد کیا ہے)
(۳) کتاب تفسیر المقالۃ الاولیٰ من کتاب بطلیموس فی القضاء علی النجوم۔

اوطولوقس

یونان کا مشہور ہندسہ دان و ریاضی داں جس کی تصانیف سے کوئی عالم ناآشنا نہیں۔ بعض تصانیف یہ ہیں:۔
(۱) کتاب الکرۃ المتحرکہ (اس کی اصلاح کندی نے کی)
(۲) کتاب الطلوع والغروب۔ تین مقالے۔

ایرن

اسکندریہ کا رہنے والا اور مختلف فنون کا عالم تھا۔ اس کی تصانیف میں ریاضی کے کئی اسرار بے نقاب ملتے ہیں۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔
(۱) کتاب فی حل شکوک اقلیدس۔ (۲) کتاب الحیل الروحانیہ۔

ارستجانس

یہ طبیب جالینوس سے پہلے گزرا تھا اور اس سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ جالینوس نے اس کے اقوال کو اپنی تصانیف میں نقل کر کے ان کی زبردست تردید کی ہے اور اس کے وضع کردہ اصول و قواعد کو باطل قرار دیا ہے۔ اس حکیم کی ایک کتاب فن طب پر ہے جس کا نام ہے کتاب طبیعۃ الانسان۔

اوریباسیوس

یہ ایک یونانی طبیب تھا۔ اطبا کی تواریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اور نہ یہ معلوم ہو کہ آیا جالینوس سے پہلے گزرا تھا یا بعد میں آیا۔ اس کی تصانیف سے صرف اتنا پتا چلتا ہو کہ یہ ایک یونانی حکیم تھا وبس۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب اِلیٰ ابنہ اسطاث۔ نو مقالے۔ حنین نے ترجمہ کیا۔

(۲) کتاب تشریح الاعضا۔ ایک مقالہ۔

(۳) کتاب الادویۃ المستعملۃ۔ اصطفن بن بسیل نے ترجمہ کیا۔

(۴) کتاب السبعین۔ ایک مقالہ۔ حنین اور عیسےٰ بن یحییٰ سریانی نے اس کا ترجمہ کیا۔

ابراہیم بن فزارون

اپنے زمانے کا مشہور طبیب اور فزارون کی اولاد میں سے تھا۔ غسان[1] بن عباد کے ساتھ بلادِ سندھ میں آیا۔ کچھ عرصے یہاں رہا۔ اور پھر واپس چلا گیا۔ جب تک سندھ میں رہا، سور کا گوشت کھاتا رہا۔

ابراہیم ایک عجیب حکایت بیان کرتا ہو۔ کہتا ہو کہ سندھ میں ایک دریا بہتا ہو جس

---

[1] غسان بن عباد مامون کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا۔ لیکن احمد بن ابی خالد الاحول (وزیر مامون متوفی سنہ ۲۱۱ھ) کے کہنے پر مامون نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ طاہر بن الحسین کو مقرر کر دیا (یہ سنہ ۲۰۵ھ کا واقعہ ہو) اور طاہر نے سنہ ۲۰۷ھ میں تقریباً خود مختاری و بغاوت کا اعلان کر دیا۔
(دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱ ص ۴۵۴)

کا نام مہران[۱] ہے۔ اس میں ایک ایسی مچھلی ملتی ہے جو شکل و صورت میں بُزغالے سے ملتی جُلتی ہے۔ لوگ اس کو پکڑ کر ایک حصّے (سر وغیرہ) پر کیچڑ مل دیتے ہیں اور دوسرا حصّہ آگ پر رکھ دیتے ہیں۔ انتڑیاں وغیرہ پہلے نکال لیتے ہیں۔ جب یہ حصّہ پک کر تیار ہو جاتا ہے تو گوشت کھا لیتے ہیں اور باقی پانی میں پھینک دیتے ہیں۔ اگر اس مچھلی کی استخوانِ پُشت سالم ہو تو یہ پھر زندہ ہو جاتی ہے اور گوشت دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر پیٹھ کی ہڈّی توڑ دی جائے تو دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ جب غسّان نے یہ حکایت سُنی تو اپنے گھر میں ایک تالاب بنوایا اور ہمیں کہا کہ جاؤ مچھلیاں پکڑ لاؤ۔ ہم ہر روز کئی مچھلیاں پکڑ لاتے جن میں سے بعض کی استخوانِ پُشت توڑ ڈالتے اور بعض کی یونہی رہنے دیتے۔ مہران کے اگلے حصّے پر کیچڑ مل کر پچھلا حصّہ آگ پر رکھ دیتے۔ جب پک کر تیار ہو جاتی تو اس حصّے کا گوشت کھا لیتے اور باقی تالاب میں پھینک دیتے۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ تمام وہ مچھلیاں جن کی ہڈّیاں سالم ہوتیں، دوبارہ جی اٹھتیں اور ان پر دوبارہ گوشت چڑھ جاتا۔ یہ گوشت سفید رنگ کا ہوتا اور جن مچھلیوں کو بھوُنے بغیر تالاب میں پھینک دیتے تھے، ان کا نیا گوشت کالے رنگ کا ہوتا تھا۔

ابراہیم بن ہلال بن ابراہیم بن زہرون الصابی ابواسحٰق

یہ کئی رسائل کا مصنّف تھا۔ اس کے آبا و اجداد حرّان کے رہنے والے تھے۔ یہ خود بغداد میں پیدا ہوُا اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ نظم و نثر ہر دو میں کمال پیدا کیا اور علمِ ریاضی، ہندسہ و ہیئت میں لازوال شہرت کا مالک بنا۔

---

[۱] نہر مہران۔ جوئے است بہ سندھ۔ (منتہی الارب) لیکن نزہت صہ ۲۱۹ پر مذکور ہے کہ آبِ مہران دریائے جہلم کا دوُسرا نام ہے۔

جب شرف[۱] الدولہ بن عضدالدولہ نے بغداد میں ایک رصدگاہ بنوانے کا ارادہ کیا اور اس کام پر ویجن[۲] بن رستم القوہی کو مقرر کیا اور ویجن نے چند علما کی موجودگی میں اپنے مشاہدات کو قلم بند کر کے اس تحریر پر ان سب کے دستخط لیے تو ابراہیم بن ہلال نے بھی اس تحریر پر بہ حیثیت شاہد دستخط کیے تھے۔ اس تحریر میں مشاہدہ و معائنے کی مفصل کیفیت اور آفتاب کا بعض بُرجوں میں داخل ہونے کے حالات درج تھے۔

مجھے مصنف کی ایک کتاب فی المثلثات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، جو مصنف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ اس موضوع پر اس کے چند اور رسائل بھی ملتے ہیں جو بعض سوالات کے جواب میں لکھے گئے تھے۔ بہترین رسائل لکھنے اور بلیغ الکلامی میں کافی شہرت کا مالک تھا۔ شاہانِ عراق کے ایک سلسلے یعنی بنو بویہ[۳] کے دربار میں مدتوں رہا۔ اس کی زندگی

۱؎ آلِ بویہ کا ایک فرماں روا (وفات ۳۷۲ھ)

۲؎ ویجن کے حالات حرف الواو میں دیکھیے۔

۳؎ خاندانِ بویہ :۔ (۳۲۰ - ۴۴۸ھ)۔ بویہ خاندانِ دیلمی کا ایک رئیس تھا جو بحرِ خزر کے ساحلی علاقوں میں چھوٹی سی سلطنت بنانے کی کوشش میں تھا۔ ۳۱۶ھ میں سامانی دربار کو چھوڑ کر مرداویج زیاری کے ہاں چلا گیا۔ مرداویج نے اس کے لڑکے علی عمادالدولہ کو حکومت کرج عنایت کردی۔ علی نے دیلمیوں اور گیلی سرداروں کی مدد سے اصفہان، ارجان اور نوبندجان پر قبضہ کر لیا۔ علی کے ساتھ اس کے دو بھائی یعنی حسن رکن الدولہ اور احمد معزالدولہ بھی شامل ہو گئے اور ان تینوں نے ۳۲۲ھ میں شیراز پر قبضہ جما لیا۔ ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر خلیفہ مستکفی نے اِن تینوں بھائیوں کو خطاباتِ شاہی (عمادالدولہ۔ رکن الدولہ۔ معزالدولہ) سے نوازا اور معزالدولہ کو امیر الامرا بنا لیا۔ بس یہیں سے بنو بویہ کی عمارت و عظمت کی داغ بیل پڑتی ہے اور ان کا اثر یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ خلیفہ ان کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔

اِن بھائیوں کی حکومت مختلف علاقوں پر قائم تھی۔ تفصیل آگے دیکھیے (طبقاتِ سلاطین اسلام ص۱۲۵)

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۷ پر دیکھیے)

میں نشیب و فراز بہت زیادہ ہیں۔ کبھی دنیوی وجاہت کی آخری بلندیوں پر پہنچ جاتا تھا اور کبھی ذل و مسکنت کی انتہائی پستیوں میں پھینک دیا جاتا۔ اس سلسلے کی ایک افسوس ناک حکایت یوں ہے کہ جب عضدالدولہ پہلی بار عراق میں داخل ہوا تو ابراہیم کی بڑی عزت کی۔ اسے شرفِ باریابی

(صفحہ ۱۱۶ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو)۔

علاقہ	تاریخ جلوس ہجری	نام	علاقہ	تاریخ جلوس ہجری	نام
دیالمۂ فارس	۳۲۰ھ	عمادالدولہ ابوالحسن علی	صرف عراق	۴۱۱	مشرف الدولہ
	* ۳۳۸	عضدالدولہ ابوشجاع خسرو		۴۱۶	جلال الدولہ
	* ۳۷۲	شرف الدولہ		۴۳۵	عمادالدین (ملکِ فارس)
	۳۷۹	صمصام الدولہ ابوکالیجار مرزبان		۴۴۰/۴۴۸	ابونصر خسرو فیروز (" ")
	* ۳۸۸	بہاءالدولہ (عراق)	کرمان	۴۰۳	قوام الدولہ ابوالفوارس
	* ۴۰۳	سلطان الدولہ ابوشجاع		۴۱۹	عمادالدین (ملکِ فارس)
	* ۴۱۵	عمادالدولہ ابوکالیجار مرزبان		۴۴۰/۴۴۸	ابومنصور فولادستون
	* ۴۱۷/۴۴۰	ابونصر خسرو فیروز رحیم	دیالمۂ ری۔ ہمدان و اصفہان	۳۶۷	رکن الدولہ ابوعلی حسن
دیالمۂ عراق و اہواز و کرمان	۳۲۰	معزالدولہ ابوالحسین احمد		۳۶۶/۳۷۲	مویدالدولہ ابومنصور (اصفہان فقط)
	۳۵۶	عزالدولہ بختیار		۳۶۶	فخرالدولہ ابوالحسن علی
	۳۶۷	عضدالدولہ (ملکِ فارس)		۳۸۷/۴۲۰	مجدالدولہ ابوطالب رستم
	۳۷۲	شرف الدولہ (" ")		۳۸۷	شمس الدولہ (ابوطاہر)
	۳۷۹	بہاءالدولہ ابونصر فیروز		۱۳-۴۱۲	سماءالدولہ ابوالحسن
	۴۰۳	سلطان الدولہ (ملکِ فارس)	(نوٹ) دیالمہ کو آلِ کاکویہ، غزنویوں اور سلجوقیوں نے تباہ کیا		

* ان فرماں رواؤں نے بعض دیگر علاقوں پر بھی حکومت کی تھی۔

بخشا، صحبتیں کیں اور آخر میں ایران جانے کی دعوت دی۔ ابراہیم نے پہلے یہ دعوت منظور کرلی لیکن پھر یہ سوچ کر کہ اس کی غیر حاضری میں اہل و عیال کو تکلیف ہوگی۔ اور کواکب پرستوں (صابئین) کے تمام مذہبی و مجلسی امور درہم برہم ہوجائیں گے، عضدالدولہ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

جب عضدالدولہ اور عزالدولہ (عضدالدولہ کا عم زاد بھائی) کی غلط فہمیاں رفع ہوگئیں اور ان کی آپس میں صلح ہونے لگی تو عزالدولہ ابراہیم کے پاس آیا اور کہا کہ معاہدے کی شرائط قلم بند کرو۔ ابراہیم نے حکم کی تعمیل کی اور ایک ایسا معاہدہ تیار کیا جس کی شرائط عضدالدولہ کو ناگوار گزریں۔ اس وقت تو دستخط کر دیے لیکن جب دوبارہ عراق میں داخل ہوا تو ابراہیم کو جیل خانے میں ڈلوا دیا۔ اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ اگر جیل سے آزاد ہونے کی تمنا ہو تو پہلے خاندانِ بویہ کی تاریخ مرتب کرو۔ ابراہیم نے نہایت فصیح و بلیغ عبارت میں کتاب التاجی کی تکمیل کی اور کچھ قصائدِ مدحیہ بھی جیل خانے سے لکھ بھیجے۔ اس کے بعد ابراہیم جب تک زندہ رہا، اخلافِ عضدالدولہ اور وزرائے بویہ کا موردِ الطاف رہا۔ آخر سوموار کے دن ۱۲ شوال ۳۸۴ھ کو بغداد میں فوت ہوا اور ایک مقام جُنینہ[1] متصل شونیزیہ میں دفن ہوا۔ اس کی ولادت شبِ جمعہ ۵ رمضان ۳۱۳ھ کو ہوئی تھی۔

ابراہیم کی وفات پر الشریف الرضی[2] ابوالحسن الموسوی نے کئی مرثیے کہے جن میں سے ایک کا مطلع یہ تھا ؎

---

[1] جنینہ بغداد میں ایک موضع کا نام ہے۔ (القاموس ج ن ن)۔ [2] محمد بن حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسےٰ بن ابراہیم بن موسےٰ الکاظم ایک بہت بڑا ادیب، شاعر اور شیعی فاضل تھا۔ شیعوں کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ کا مصنف یا تو یہی رضی ہے اور یا اس کا بھائی مرتضیٰ۔ رضی بغداد میں ۴۰۶ھ کو فوت ہوا۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

أَعلِمتَ من حملوا على الأعواد   أرأيت كيف خبا ضياء النادی

(کیا تم جانتے ہو کہ تابوت پر کسے لیے جا رہے ہیں؟ - دیکھا تم نے کہ محفل کا چراغ کیوں کر بجھ گیا)

یہ ایک لمبے مرثیے کا مطلع ہے۔ جب رضی (شاعر) کے بھائی مرتضیٰ نے یہ مطلع سُنا، تو آگ بگولہ ہو کر کہنے لگا:

"ہاں ہم جانتے ہیں کہ تابوت پر کون جا رہا ہے۔ ایک مشرک اور کافر کُتّا جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف جا رہا ہے۔"

ابراہیم بن زہرون ابو اسحٰق

یہ حرّان کا ایک طبیب اور غالباً ابراہیم بن ہلال الکاتب کا دادا تھا۔ ثابت بن سنان بن ثابت بن قرّہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یہ حکیم شبِ جمعرات (یہ جمعرات ماہ صفر کے آخری گیارہ دنوں میں آئی تھی) ماہِ صفر ۳۰۹ھ کو فوت ہوا۔

ابراہیم قُویریؔ ابو اسحاق

ابو بشر متّی بن یونان اس کے شاگردوں میں سے تھا اور یہ اپنے زمانے میں کافی مشہور رہا ہے۔ اس کی چند تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب تفسیر قاطیغوریاس مُشجّر (۲) کتاب باریرمینیاس مُشجّر

(۳) کتاب انالوطیقا الاولیٰ مُشجّر

اس کی کتابیں از بس مُغلق و خشک ہیں اس لیے انھیں کوئی نہیں پڑھتا۔

احمد بن محمد بن مروان بن الطیب السرخسیؒ

یہ ایک اسلامی فلسفی ہو جو یعقوب بن اسحاق کندی کا شاگرد تھا۔ اس نے فلسفے میں کمال پیدا کیا۔ اور موسیقی و منطق وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔ اس کا کلام فصیح، مختصر نویسی میں ماہر، علوم متقدمین و فنونِ عرب میں کامل، ذہین۔ قابل و بلیغ تھا۔ اس کی تصانیف نہایت عمدہ ہیں۔ یہ آغاز میں معتضد[1] باللہ کا اُستاد تھا۔ پھر اس کا ندیم و جلیس بن گیا۔ معتضد

---

[1] معتضد باللہ بن موفق بن متوکل خلفائے عباسیہ میں سے تھا۔ عباسیہ کے بانی ابوالعباس عبداللہ سفّاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نے ۱۳۲ھ میں ابومسلم مروی خراسانی (وفات ۱۳۷ھ) کی مدد سے سلطنتِ اسلامی کے بیش تر حصے پر قبضہ کرلیا۔ اور یہیں سے دولتِ عباسیہ کی بنیاد پڑگئی۔ جو سوا پانچ سو سال تک جاری رہی۔ خلفا کی تعداد ۳۷ تھی۔ چوں کہ خلفائے عباسیہ کا ذکر بار بار کتاب میں آتا ہو، اس لیے یہ جدول یہاں دیا جاتا ہو:۔

شمار	سالِ جلوس	نامِ خلیفہ	دار الخلافہ	کوئی قابلِ ذکر امر
۱	۱۳۲ھ	ابوالعباس عبداللہ سفّاح بن محمد	انبار	انبار کوفہ کے پاس ایک شہر تھا جو سفّاح نے خود آباد کیا تھا۔ اور اس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا۔ سفّاح خوں ریز کو کہتے ہیں۔ چوں کہ اس نے آلِ اُمیہ کے بے شمار آدمی قتل کیے تھے۔ اس لیے سفّاح مشہور ہوگیا۔
۲	۱۳۶ھ	ابوجعفر منصور (ابوالعباس کا بھائی) بن محمد	بغداد	
۳	۱۵۸ھ	مہدی بن ابوجعفر	"	
۴	۱۶۹ھ	ہادی بن مہدی	"	
۵	۱۷۰ھ	ہارون الرشید بن مہدی (ہادی کا بھائی)	"	
۶	۱۹۳ھ	امین بن ہارون	"	
۷	۱۹۸ھ	مامون بن ہارون	"	
۸	۲۱۸ھ	معتصم باللہ بن ہارون	"	

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱ پر دیکھیے)

اس سے امورِ مملکت میں مشورہ کیا کرتا تھا۔ احمد میں ایک نقص تھا کہ اس پر علم غالب تھا اور عقل مغلوب۔ اور یہی نقص اس کے قتل کی وجہ بنا۔ قصہ یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ معتضد نے

(صفحہ ۱۲۰ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔

شمار	سالِ جلوس	نامِ خلیفہ	دارالخلافہ	کوئی قابلِ ذکر امر
۹	۲۲۷ھ	واثق باللہ بن معتصم	بغداد	
۱۰	۲۳۲ھ	متوکل بن معتصم	"	
۱۱	۲۴۷ھ	المنتصر بن متوکل	"	
۱۲	۲۴۸ھ	المستعین بن محمد بن معتصم	"	
۱۳	۲۵۱ھ	المعتز باللہ بن متوکل	"	
۱۴	۲۵۵ھ	المہتدی باللہ بن واثق	"	
۱۵	۲۵۶ھ	المعتمد علی اللہ بن متوکل	"	
۱۶	۲۷۹ھ	معتضد باللہ بن موفق بن متوکل	"	
۱۷	۲۸۹ھ	المکتفی باللہ بن معتضد	"	
۱۸	۲۹۵ھ	المقتدر باللہ بن معتضد	"	
۱۹	۳۲۰ھ	القاہر باللہ بن معتضد	"	
۲۰	۳۲۲ھ	الراضی بن مقتدر	"	
۲۱	۳۲۹ھ	المتقی بن مقتدر	"	
۲۲	۳۳۳ھ	المستکفی بن المکتفی	"	
۲۳	۳۳۴ھ	المطیع اللہ بن المقتدر	"	
۲۴	۳۶۳ھ	الطائع اللہ بن المطیع	"	

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۲ پر دیکھیے)

اسے قاسم[۱] بن عبید اللہ اور بدر (معتضد کا غلام) کے متعلق کوئی راز کی بات کہہ دی۔ اس نے قاسم کے فریب میں آکر راز افشا کر دیا۔ بادشاہ کو جو غصہ آیا تو اپنے دربار سے ہٹا کر قاسم و بدر

(صہ ۱۲۱ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو)۔

شمار	سالِ جلوس	نام خلیفہ	دارالخلافہ	کوئی قابلِ ذکر امر
۲۵	۳۸۱ھ	القادر باللہ بن المتقی	بغداد	
۲۶	۴۲۲ھ	القائم بامر اللہ بن قادر باللہ	"	اسے ارسلان ترکی نے ۴۵۰ھ میں پکڑ لیا تھا اور طغرل بیگ سلجوقی نے چھڑایا تھا۔
۲۷	۴۶۷ھ	المقتدی بن قائم	"	
۲۸	۴۸۷ھ	المستظہر بن مقتدی	"	
۲۹	۵۱۲ھ	المسترشد بن مستظہر	"	
۳۰	۵۲۹ھ	الراشد بن مسترشد	"	
۳۱	۵۳۰ھ	المقتفی لامر اللہ بن مستظہر	"	
۳۲	۵۵۵ھ	المستنجد بن مقتفی	"	
۳۳	۵۶۶ھ	المستضیٔ بنور اللہ بن مستنجد	"	
۳۴	۵۷۵ھ	الناصر لدین اللہ بن المستضی	"	
۳۵	۶۲۲ھ	الظاہر بامر اللہ بن الناصر	"	
۳۶	۶۲۳ھ	المستنصر بن الظاہر	"	
۳۷	۶۴۰ھ	مستعصم بن مستنصر	"	مستعصم آخری بادشاہ تھا جسے ہلاکو خان نے ۶۵۶ھ = ۱۲۵۸ء میں قتل کر دیا تھا۔

نوٹ :- مصر کے خلفائے عباسی المستنصر بن الظاہر کی اولاد ہیں۔

(طبقاتِ سلاطین اسلام ترجمہ عباس اقبال)

۱ معتضد کا وزیر۔ ابن رومی کا ممدوح و قاتل۔ اپنے والد عبیداللہ کی وفات کے بعد وزیر معتضد بنا۔ وفات ۲۹۱ھ۔

کے حوالے کردیا ۔ ان دونوں نے پہلے تو اس کے مال و متاع پر ہاتھ صاف لیا اور پھر جیل خانے میں ڈال دیا۔ جب کچھ عرصے کے بعد معتضد نے آمد[1] پر چڑھائی کی اور احمد بن عیسٰی بن شیخ کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تو خوارج کا ایک گروہ جیل خانے سے بھاگ نکلا جسے المعتضد کے ایک نواب مونس الفحل نے فوراً گرفتار کرلیا لیکن احمد جیل سے نہ ہلا، بہ ایں خیال کہ شاید[2] اس پر رحم کیا جائے گا ۔ معتضد نے قاسم کو حکم دیا کہ وہ تمام واجب القتل باغیوں کی ایک فہرست تیار کرے ۔ قاسم نے احمد کا نام بھی اس فہرست میں جڑ دیا چناں چہ یہ قتل ہوگیا۔ معتضد کو اس واقعے کی خبر نہ تھی۔ اس نے باتوں باتوں میں احمد کا حال دریافت کیا تو قاسم نے مقتولین کی فہرست سامنے کردی۔ معتضد نے اُس کا نام پڑھا اور خاموش ہورہا۔ یہ شخص انتہائی عزّت کے بعد نہایت ذلّت کی موت مرا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :-

(۱) کتاب قاطیغوریاس
(۲) کتاب باریرمینیاس
(۳) کتاب انولوطیقا
(۴) کتاب غش الصناعات
(۵) کتاب اللهو والملاہی
(۶) کتاب السیاسۃ
(۷) کتاب المدخل الیٰ صناعۃ النجوم
(۸) کتاب الموسیقی الکبیر ۔ دو مقالے
(۹) کتاب الموسیقی الصغیر
(۱۰) کتاب المسالک والممالک
(۱۱) کتاب الارثماطیقی والجبر والمقابلہ
(۱۲) کتاب المدخل الی الطبّ
(۱۳) کتاب المسائل
(۱۴) کتاب فضائلِ بغداد
(۱۵) کتاب الطبیخ (ایک نسخے میں الطبیخ)
(۱۶) کتاب زاد المسافر

---

[1] آمد ۔ دریائے دجلہ کے کنارے دیار بکر کا اہم شہر (نزہت صہ ۱۰۳)

[2] معتضد نے پہلے احمد بن عیسٰی پر چڑھائی کی اور ۲۸۵ھ میں اس کے لڑکے محمد پر۔ محمد نے معافی مانگ لی لیکن اپنی حرکات سے باز نہ آیا، اس لیے اسے تمام خاندان کے ساتھ گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ احمد و محمد دیار بکر کے فرماں روا تھے (طبری)

(۱۷) کتاب المدخل إلی علم الموسیقی
(۱۸) کتاب الجلساء والمجالسہ
(۱۹) کتاب جوابات ثابت
(۲۰) کتاب النمش والکلف
(۲۱) کتاب الشاکین وطریق اعتقادہم
(۲۲) کتاب منفعتہ الجبال
(۲۳) کتاب وصف مذہب الصابئین
(۲۴) کتاب فی انّ مُبدعات لامتحرکتہ ولاساکنتہ

احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی

یہ عہد مامون کا ایک منجم ہے جس کی ایک تصنیف المدخل اِلی علم ہیئتہ الافلاک و حرکات النجوم ازبس مفید و بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ تین ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں بطلیموس کے تمام اصول نہایت بلند عبارت میں پیش کیے گئے ہیں۔

احمد بن یوسف المنجم

علم النجوم میں کافی شہرت کا مالک ہے۔ اس کی دو تصانیف کے نام یہ ہیں:۔
(۱) کتاب النسبتہ والتناسب۔ (۲) کتاب شرح الثمرۃ لبطلیموس۔ یہ کتاب نجوم پر ہے۔

احمد بن محمد الصاغانی ابو حامد الاصطرلابی

علم ہندسہ و ہیئت میں ماہر اور اپنے زمانے میں بڑا مشہور عالم تھا۔ یہ بغداد میں اصطرلاب اور دیگر آلاتِ رصدیہ کی تکمیل میں لگا رہتا تھا۔ اس کے آلات آج تک استعمال ہو رہے ہیں۔ وہ شاگردوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیچھے چھوڑ گیا ہے جنھیں اُستاد کی قابلیت پر بجا ناز

ہے۔ اس کے پاس قدیم زمانے کے چند ایسے آلات بھی تھے جن سے دیگر ماہرینِ افلاک نا آشنا ہے۔

جب شرف الدولہ بن عضد الدولہ نے ویجن بن رستم الکوہی کی زیرِ نگرانی بغداد میں شاہی باغ کے پاس ایک رصدگاہ بنوائی اور مشاہدات کا ایک چارٹ تیار کیا گیا۔ تو اس پر احمد بن محمد الصاغانی کے دستخط بھی ثبت تھے۔ تفصیل ویجن کے حالات میں دیکھو۔

اس کی موت ماہِ ذی القعدہ یا ذی الحجہ ۳۷۹ھ میں بہ مقامِ بغداد واقع ہوئی۔

احمد بن عمر الکرابیسی

علومِ ہندسہ و اعداد میں بہت بڑی شہرت کا مالک تھا۔ اس کی تصانیف عربی زبان میں ہیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب شرحِ اقلیدس (۲) کتاب حساب الدور

(۳) کتاب الوصایا (۴) کتاب مساحت الحلقۃ

(۵) کتاب الحساب الہندی۔

اسحٰق بن حُنین بن اسحٰق ابو یعقوب بن ابی زید العبادی النصرانی

علم وفضل اور یونانی وسریانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے فاضل باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور فصاحت و بلاغت میں والد سے بہ درجہا بڑھا ہوا تھا۔ یہ انھی امرا کے دربار میں رہا جہاں اس کا والد رہ چکا تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں قاسم[1] بن عبیداللہ کے

---

[1] اپنے والد عبیداللہ کی وفات (۲۷۹ھ) کے بعد المعتضد کا وزیر بنا۔ (بقیہ حاشیہ صہ ۱۲۶ پر)

دربار میں آگیا۔ اور اس کا مشیرِ خاص بن گیا۔ قاسم کا کوئی راز اُس سے مخفی نہ تھا۔ اس کی موت فالج سے ربیع الاول ۲۹۸ھ میں واقع ہوئی۔ اس نے تراجم کے علاوہ بھی چند کتابیں لکھیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب الادویۃ المفردۃ (۲) کتاب کناش الخف

(۳) کتاب تاریخ الاطبا

اہرن القس

آغازِ اسلام میں پیدا ہوا۔ اس کی کتاب کنّاش سریانی زبان میں تھی جسے ماسرجیس نے عربی میں منتقل کیا۔ اصل کتاب تیس مقالوں میں تھی، مترجم نے دو اور بڑھا دیے۔

اُمیہ بن عبدالعزیز بن ابی الصلت الحکیم المغربی

زمانے میں بے مثال، گیتی میں یکتا، نظم و نثر میں یگانہ، علومِ اوائل میں بے ہمتا اور مختلف فنون و فضائل میں بے نظیر تھا۔ تحصیلِ علوم اپنے وطن میں کی، پھر سیاحت کے لیے نکل پڑا۔ پھرتے پھراتے مصر میں پہنچا لیکن بدقسمتی سے یہاں اس کی کوئی قدر نہ ہوئی اور اربابِ دولت نے اس کی پروا تک نہ کی۔ تنگ آکر اہلِ مصر کی ایک ہجو لکھ ڈالی جس کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

(۱) میری آرزو تھی کہ مصر میں مجھے کوئی ایسا انسان مل جائے جو مصائب میں میری مدد کرے اور دل کو تسلی دے۔

(صـ ۱۲۵ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو) :۔ علم و فضل میں اس کی شہرت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وفات ۲۹۱ھ (الکامل للمُبرّد)

(۲) لیکن یہاں ایک ایسی قوم سے پالا پڑا کہ جب یہ سچ بولیں تو ان کے وعدے سراب سے زیادہ وقیع نہیں ہوتے (اور جب جھوٹ بولنے پر اُتر آئیں تو اللہ کی پناہ)

(۳) میں یہ سمجھا تھا۔ کہ میرا علم دفعِ آلام کا وسیلہ بنے گا۔ اور میں راحت حاصل کروں گا لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ میرا یہ وسیلہ (علم) ہی تمام تکالیف کا منبع ہے۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ میرے ناخنوں کو میرے قلم نے کاٹا ہے اور میرے صبر و سکون پر کتابوں کی فوج نے ڈاکہ ڈالا ہے۔

اسی شاعر کی ایک نظم اصطرلاب پر ملاحظہ ہو:۔

(۱) ایک شریف انسان کا بہترین رفیقِ سفر و حضر، اصطرلاب ہے۔

(۲) ہے تو چھوٹا سا اور تانبے کا بنا ہوا ہے لیکن سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔

(۳) ایک مختصر سی چیز ہے لیکن اگر اس سے بلند علمی مسائل کے متعلق سوال کرو تو اس کے جوابات مختصر نہیں ہوں گے۔

(۴) اس کی ایک آنکھ بھی ہے جو دیکھنے میں غلطی نہیں کرتی اور جو کچھ دیکھتی ہے، بتلا دیتی ہے۔

(۵) تم اس کو اٹھائے ہوئے ہو اور یہ آسمان کو اٹھائے پھرتا ہے۔ اگر تمہارے ہاتھ میں یہ نہ گھومے تو آسمان بھی گھومنا چھوڑ دیں۔

(۶) زمین اس کا مسکن ہے لیکن باتیں آسمانوں کی بتاتا ہے۔

(۷) اس کی ایجاد کسی ایسے دانا نے کی جس کی بلندیٔ تخیل کا اندازہ لگانا بے حد مشکل ہے۔

(۸) ذوقِ سلیم رکھنے والے حضرات کا فرض ہے کہ موجد کا شکریہ ادا کریں۔

(۹) اصطرلاب اس حقیقت کا سب سے بڑا شاہد ہے کہ انسانی عقول نیز انسانی فطرتوں میں کافی اختلاف ہے۔

(۱۰) اور کہ اجسام میں بھی اتنا ہی اختلاف ہے، جتنا کہ صورتوں میں۔

اخوان الصّفا

یہ ایک فلسفیوں کی جماعت ہے جس نے اکیاون مقالوں میں ایک کتاب مرتّب کی۔ پچاس مقالوں میں پچاس انواعِ حکمت سے بحث کی گئی ہے۔ اور آخری مقالہ پہلے مقالوں کا ملخص ہے۔ چوں کہ اس کتاب کا مقصد فلسفے کا شوق پیدا کرنا تھا، اس لیے اس میں محض اشارات ملتے ہیں۔ مفصّل مضامین موجود نہیں اور لمبے چوڑے دلائل سے کام لیا گیا ہے۔

اس کتاب پر مصنفین کے نام درج نہیں، اس لیے مصنفین کے متعلق محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی نسل سے ایک امام اس کا مصنف تھا۔ اس امام کی تعیین میں پھر اختلاف ہے جس سے ہم کسی نتیجے تک نہیں پہنچ سکتے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کسی قدیم معتزلہ کی تصنیف ہے۔

میں خود اس تلاش میں سرگرداں تھا کہ اتفاقاً ابو حیان[1] التوحیدی کا کلام پڑھنے کا اتفاق ہوا اور میری پریشانی جاتی رہی۔ وہاں درج تھا کہ ایک دفعہ صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کے وزیر[2] نے ابو حیان سے ایک سوال پوچھا، جس کے جواب میں

---

[1] ابو حیّان عضد الدولہ کے عہد کا آدمی ہے۔ ابو سلیمان السجستانی المنطقی کا خاص دوست تھا۔ اور یہ دونوں مل کر سارے شہر (بغداد) کے واقعات عضد الدولہ کو بتلایا کرتے تھے۔ ابو حیّان نے ایک مشہور کتاب، کتابُ الامتاع والموانسۃ لکھی تھی۔ جس کے متعلّق ایک قرطبی عالم نے کہا تھا۔ اِبتدأ ابو حیّان کتابہٗ صوفیاً و توسّطہٗ مُحدِّثاً و ختمہٗ سائلاً مِلحفاً (ابو حیّان کتاب کے آغاز میں صوفی نظر آتا ہے، درمیان میں جاکر محدث بن جاتا ہے اور آخر میں ایک گداگر بن کر رہ جاتا ہے۔)

[2] ابو الفضل عبد اللہ بن العارض الشیرازی۔

ابو حیان نے اخوان الصفا کی تمام حقیقت کھول کے رکھ دی۔ سوال و جواب درج ذیل ہیں۔

وزیر۔ ابو حیان! میں تم سے ایک اہم بات پوچھنے لگا ہوں۔ وہ یہ کہ میں زید بن رفاعہ سے ایسی باتیں سُنتا ہوں جن سے میرے شکوک بڑھ جاتے ہیں۔ وہ کوئی ایسا مذہب بیان بیان کرتا ہے جس سے میں ناواقف ہوں۔ اور ایسے کنایات و اشارات سے کام لیتا ہے جن کی حقیقت مجھ سے مخفی ہے۔ وہ نقطوں اور حرفوں تک کی بحث پر اُتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ 'با' کے نیچے ایک نقطہ کسی حکمت پر مبنی ہے۔ یہ 'تا' کے دو نقطے اور الف کا بے نقطہ ہونا حکمت سے خالی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور تعجب یہ کہ وہ بڑے فخر سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے۔ کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اُس سے اکثر ملتے رہتے ہو۔ بڑی لمبی لمبی صحبتیں رہتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ اگر ایک آدمی سے بار بار ملاقات کی جائے تو اُس کا کوئی راز ملنے والے سے مخفی نہیں رہتا، اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ تم اُس کے مخفی مذہب کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتے ہو گے۔

ابو حیّان۔ جناب والا! آپ اس شخص کو بہت پہلے سے جانتے ہیں، پھر یہ آپکا ملازم ہے، ان حالات میں مجھ سے پوچھنا محض کسرِ نفسی ہے۔

وزیر۔ تم ان باتوں کو چھوڑو اور جو کچھ اس کے متعلق جانتے ہو، بیان کرو۔

ابو حیّان۔ میں تو اتنا جانتا ہوں۔ کہ یہ شخص بڑا ذہین اور قابل ہے، نظم و نثر ہر دو کا دھنی ہے۔ حساب، علمِ بلاغت و تاریخ میں ماہر ہے، مذاہبِ عالم پر اسے عبور حاصل ہے، دانش مندوں کی آرا و مقالات کو نگہِ تحقیق سے پرکھتا ہے، الغرض ہر فن مولا ہے۔ تین باتوں میں سے ایک بات یقینی ہے۔ یا تو اس کا علم بالکل کم ہے اور لوگوں کو طلاقتِ لسانی سے دھوکا دے رہا ہے، یا متوسط درجے کا عالم ہے۔ اور اس کی بات ہر دماغ میں اُتر جاتی ہے۔ اور یا اپنے زبردست علم سے دوسروں کو مرعوب کر لیتا ہے۔

وزیر۔ اس کا مذہب کیا ہے؟

ابو حیّان ۔ اس کے مذہب کی تعیین قدرے مشکل ہو اس لیے کہ یہ ہر چھوٹی بڑی بات سے تاثر لے لیتا ہو۔ پھر اس قدر قادر الکلام ہو کہ متضاد بیانات میں بھی تطابق پیدا کر لیتا ہو۔ یہ شخص مدّت تک بصرے[1] میں رہا، وہاں علما کی ایک جماعت سے اس کے تعلقات قائم ہو گئے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔[2] (۱) ابو سلیمان محمد بن معشر البیستی المعروف بالمقدسی۔ (۲) ابو الحسن علی بن ہرون الزنجانی (۳) ابو احمد المہرجانی اور (۴) العوفی وغیرہ۔ اس جماعت کا مقصدِ زندگی صداقت، تقدس، پارسائی اور نیکی کی تبلیغ تھا۔ ان لوگوں نے ایک مذہب وضع کیا جو ان کے خیال میں الٰہی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہو۔ یہ کہتے تھے کہ شریعت میں جاہلانہ خرافات و اباطیل داخل ہو چکے ہیں اور اب شریعت کی تجدید و تطہیر فلسفے کے بغیر ناممکن ہو، اس لیے کہ فلسفہ امورِ یقینی کی تعلیم دیتا ہو۔ پس اگر فلسفہ و شریعت کو ملا دیا جائے۔ تو ظنی و غیر یقینی امور خود بہ خود شریعت سے نکل جائیں گے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان بزرگوں نے علمی و عملی فلسفے کی تمام انواع پر پچاس مقالے لکھے۔ (فہرست مندرجات علاحدہ) اور ان کا نام رسائل اخوان الصفا رکھا۔ ان رسائل کو ایک جلد میں اکھٹا کر دیا اور کتاب پر اپنے نام ثبت نہ کیے۔ اس کے بعد کاتبوں سے اس کے کئی نسخے لکھوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیے۔ ان رسائل میں دینی کلمات و شرعی امثال کافی تعداد میں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں ذو معنیین فقرات سے کام لیا گیا ہو اور کہیں منطقی داؤ چلائے

---

[1] خلیج فارس پر عراق کی مشہور بندرگاہ۔ جسے عمر فاروق رض کے عہدِ خلافت میں عتبہ ابن غزوان نے ایک تجارتی بنایا۔ اور جامع مسجد کی بنیاد عبد اللہ بن عامر نے ڈالی۔ (نزہت ص ۳۷)

[2] بیہقی نے اپنی کتاب صوان الحکمۃ ص ۲۱ پر مصنفینِ اخوان الصفا کے جو نام دیے ہیں، وہ ان اسماء سے قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً ابو سلیمان محمد بن معشر البستی المقدسی (نہ کہ البیستی) ابو الحسن علی بن زہرون الریحانی (نہ کہ ہرون الزنجانی) ابو احمد النہرجوری (نہ کہ المہرجانی) العوفی اور زید بن رفاعۃ۔

گئے ہیں۔

وزیر۔ کیا تم نے ان رسائل کا مطالعہ کیا ہے؟

ابوحیّان۔ جی ہاں، لیکن اطمینان نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے ہر فن پر کچھ نہ کچھ لکھ مارا ہے۔ جسے پڑھ کر تسلّی نہیں ہوتی۔ نیز ان میں خرافات، کنایات، غلط و غیر محکم مسائل بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند رسائل میں اپنے اُستاد ابوسلیمان المنطقی السجستانی محمد بن بہرام کے ہاں لے گیا۔ اُستاد نے چند دنوں تک ان کا مطالعہ کیا اور واپس کرتے وقت فرمایا:۔

"ان لوگوں نے بے فائدہ تکلیف اٹھائی۔ کوشش کی لیکن بے کار۔ یہ پیاسے تھے لیکن چشمے تک نہ پہنچ سکے۔ ان کے گیت بے لذّت اور ان کا تیار کیا ہوا کپڑا بے طاقت۔ بالوں میں کنگھی کی لیکن انھیں اور الجھا دیا۔ یہ ایک ایسی بات کرنا چاہتے تھے جو ناممکن الوقوع ہے۔ اِن کا ارادہ یہ ہے کہ یہ علمِ نجوم، علم الافلاک و دیگر المجسطی۔ طبعیات، موسیقی (سُروں، گیتوں، آوازوں کی ہم آہنگی و توازن کا علم) اور منطق (جس میں اقوال کو اضافت و کم و کیف کے معیار پر پرکھا جاتا ہے) کو شریعت میں شامل کر دیں اور فلسفے کو جزوِ مذہب بنا دیں حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ اس سے پہلے بھی چند علما یہ کوشش کر چکے ہیں۔ اُن کے ذرائع ان سے زیادہ وسیع تھے۔ ان کے ہاں وسائل کی کثرت تھی اور دنیوی شان و شکوہ کی کمی نہ تھی لیکن ان کی مساعی کی انتہا چند خرافات و اباطیل و چند لچر اصول تھے، جو چند دن بھی زندہ نہ رہ سکے۔"

ابن العباس بخاری۔ حضرت! اس کی کیا وجہ تھی؟

ابوسلیمان۔ "اس کی وجہ یہ تھی کہ شریعت اللہ کی بنائی ہوئی ہے، جو ہم تک اس کے سفیروں کے ذریعے پہنچی ہے۔ ان سفیروں کی صداقت پر مختلف شہادتیں موجود ہیں۔ مثلاً وحی کی شہادت، قبولیتِ دُعا اور ظہورِ علامات و معجزات۔ شریعت میں بحث و مباحثے کی کوئی گنجایش

نہیں۔ "کیسے" "کیوں" "اگر" اور "کاش" کا یہاں گزر نہیں۔ اور سرِ تسلیم خم کیے بغیر کوئی اور چارۂ کار موجود نہیں۔ شریعت مکمل نیکی کی تعلیم دیتی ہے، اس کی تفاصیل دل میں اُتر جاتی ہیں، کوئی ہدایت پیچیدہ و مغلق نہیں، کوئی تاویل غیر معروف نہیں۔ ملک کی زبان اس کی مدد پہ آمادہ۔ براہینِ قاطعہ حمایت کے لیے تیار، اعمال صالحہ کی طرف بلانے والی، عام بولی میں بات سمجھانے والی، واضح دلائل سے کام لینے والی، خبر و سنت سے تمسک کرنے والی، اتفاق و اجماعِ امت کو اصول قرار دینے والی، جس کے حرام و حلال پر سب متفق اور جس میں منجم کی تاثیرِ کواکب و حرکاتِ فلکی کے جھگڑے نہیں، مشاہداتِ طبیعی کے مخمصے نہیں۔ حرارت و برودت، رطوبت و یبوست، فاعل و منفعل اور توافق و تنافر کی دُور از کار بحثیں نہیں، مقادیرِ ہندسہ و اقوال و اسماے منطقی کی پیچیدگیاں نہیں۔ اخوان الصفا کے لیے قطعاً مناسب نہ تھا کہ وہ شریعت و فلسفے کو ملا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالتے۔ اگر آج فلسفیوں کی اس حرکت کو ہم نے گوارا کر لیا تو کل چند گروہ اور اُٹھ کھڑے ہو گئے (مثلاً فسوں گر، اہلِ کیمیا، جادوگر، علماے تعبیرِ (خواب) اور مدّعیانِ سحر) جو اپنے اپنے فنون کو جزوِ شریعت بنانے کی کوشش کریں گے۔ اگر ان علوم کا مذہب سے کوئی رشتہ ہوتا۔ تو اللہ سبحانہٗ کہیں تو ان اشیا کا ذِکر فرماتا۔ اور انبیا ان علوم کو سیکھ کر شریعت کو محکم کرتے۔ یا کم از کم فلسفیوں ہی کو یہ ہدایات دے جاتے کہ شریعت تمھارے فلسفے کے بغیر نامکمل رہے گی، اس لیے فلسفے کو مذہب کا جز بنا دینا۔

آنحضرتؐ نے قطعاً کوئی ایسی ہدایت جاری نہیں فرمائی۔ نہ خود ان علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور نہ ان کے خلفا میں سے کسی نے یہ کام کیا۔ ہاں اُن علوم سے اجتناب و احتراز پر چند ہدایات ملتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:۔

"جو شخص کسی جوتشی، کاہن یا منجم سے غیب کی باتیں پوچھنے جاتا ہے، وہ اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے لڑنے آتا ہے،

وہ پٹ جاتا ہے۔ اور چاروں شانے چت گرتا ہے۔"

ایک اور موقع پر نبی کریم صلعم نے فرمایا:۔

"اگر سات سال تک بارش نہ برسے اور پھر ایک دن برس پڑے، تب بھی بعض لوگوں کے مُنہ سے یہ کلمۂ کفر سُنا جائے گا کہ یہ بارش مجدحؔ[1] کی برکت ہے۔"

مدّت سے علمائے اسلام میں بعض اصول و فروع، حلال و حرام، تفسیر و تاویل و دیگر امور میں اختلاف چلا آتا ہے۔ لیکن آج تک کوئی عالم فیصلہ لینے کے لیے کسی منجم، مہندس، منطقی، طبیب، فسوں گر، شعبدے باز، کیمیاگر یا جادوگر کے پاس نہیں گیا۔ یہ اس لیے کہ دین ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اور اسے ان فلسفیوں کے فیصلوں کی ضرورت نہیں۔ یہ خوبی علمائے اسلام ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ اُمّتِ موسوی، ملّتِ عیسوی، علمائے مجوسی نے بھی آج تک فلسفیوں کو کبھی اپنا حکم تسلیم نہیں کیا۔

اُمّتِ اسلامیہ میں اختلاف آرا کی وجہ سے کئی فرقے مثلاً معتزلہ[52]،

---

[1] مجدح یا مُجدح ثریا و دبران کے درمیان ایک چھوٹا سا ستارہ اور بہ قولِ بعض تین ستارے جن سے عرب لوگ بارش کا شگون لیتے تھے۔ [52] معتزلہ اس فرقے کا بانی واصل بن عطا (۸۰ھ - ۱۳۱ھ) حسن بصری کا شاگرد تھا۔ اُستاد کے ساتھ کسی معاملے میں اختلاف ہوگیا۔ اس نے قدیم عقائد سے ہٹ کر بعض نئے عقائد کا اعلان کیا تو اُستاد نے فرمایا اعتزل عنا۔ اُس دن سے یہ فرقہ معتزلہ کہلانے لگا۔ واصل، ہشام بن عبدالملک (۱۰۶ھ - ۱۲۹ھ) کے عہدِ خلافت میں تھا۔ معتزلہ کے بڑے بڑے اصول یہ ہیں (۱) اعمالِ انسانی کا خالق اللہ نہیں (۲) اللہ صفات سے عاری ہے۔ (۳) معتزلہ حضرت علیؓ و معاویہؓ میں سے ایک کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ یعنی ان میں سے جو بھی وجہِ جنگ بنا وہ جہنمی ہے۔ (۴) خلق قرآن کے قائل ہیں۔ (۵) قیامت میں رویتِ الٰہی کے منکر ہیں۔ ان کے بڑے بڑے شیوخ یہ تھے۔ ابراہیم بن سیار النظام۔ (م ۲۲۱ھ) ابوالہذیل محمد العلاف۔ جعفر بن مُبشر۔ المزدار عیسیٰ بن صبیح۔ عمرو بن بحر الجاحظ (م ۲۵۵ھ) ابو علی الجبائی۔ ابو ہاشم عبدالسلام بن ابو علی الجبائی وغیرہ۔ (بقیہ حاشیہ صہ ۱۲۴ پر دیکھیے)

مرجیہ[۱]، شیعہ[۲]، سُنی اور خارجی[۳] پیدا ہوئے۔ فقہا میں بھی بعض مسائل کی وجہ سے اختلاف رہا۔ لیکن ان حضرات نے نہ تو فلسفیوں کو حکم بنایا اور نہ ان کے اقوال و قواعد سے استشہاد

(صد ۱۳۳ کا بقیہ حاشیہ)۔ ان کے کئی فرقے ہیں۔ مثلاً الہاشمیہ (پیروانِ ابو ہاشم عبدالسلام بن الجبائی) الحائطیہ (پیروانِ احمد بن الحائط) معطلہ، قدریہ وغیرہ۔ موخر الذکر دو نام عام ہیں اور ہر معتزلے پیروان کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱ المرجیہ۔ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان زبانی اقرار و دلی تصدیق کا نام ہے، اعمال کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک بدکار مومن بہشت میں اور ایک نیکوکار کافر جہنم میں جائے گا۔ اس عقیدے کا پہلا قائل الحسن بن محمد بن الحنفیہ تھا۔ بصرے میں اس کی تبلیغ حسان بن بلال المزنی (بہ قولِ بعض ابو سلت السمان) متوفی ۱۵۲ھ نے کی۔

المرجیہ کے مشہور فرقے دو ہیں۔ اول ثوبانیہ (پیروان ثوبان خارجی)۔ دوم۔ غزادیہ (پیروانِ غزار بن عمرو)

معتزلہ کے عقائد میں افراط اور مرجیہ میں تفریط ہے۔ یہ اہلِ سنت ہی ہیں جو ہو اعتدال پر ہمیشہ گام زن رہے ہیں۔ (میری مراد قدیم اہل السنت ہیں)

۲ شیعہ۔ حامیانِ علیؓ جو رسول صلعم کے بعد خلافت کا مستحق علیؓ کو سمجھتے تھے اور اس لیے یہ فرقہ خلفائے ثلثہ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ اس فرقے کا بانیِ اول عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا۔ یہ شخص یا تو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی خاطر اور یا اعتقاداً حضرت علیؓ سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ علیؓ میں اللہ حلول کر چکا ہے۔ اسے عثمانؓ نے مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ شیعوں کو رافضی بھی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کا مادہ رفض ہے یعنی چھوڑنا۔ جب حضرت حسینؓ کے پوتے اور امام زین العابدین کے بیٹے زید نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف لشکر کشی کی۔ اور تبرا (خلفائے ثلثہ پر لعنت بھیجنا) بند کر دیا تو آپ کے تمام سپاہی (شیعے) ناراض ہو کر علاحدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ رفضتمونی۔ (تم نے مجھے چھوڑ دیا) اُس روز سے (بقیہ حاشیہ صد ۱۳۵ پر دیکھیے)

گیا۔ بھلا فلسفہ وشریعت میں نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ شریعت وحی سے حاصل کی گئی ہے اور فلسفہ انسانی عقل کی اختراع ہے۔ گو عقل اللہ ہی کی دی ہوئی ہے لیکن اس کے ادراکات عموماً ناقص وناستوار ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف شریعت دنیائے دل کو انوار ایمان

(صفحہ ۱۳۴ کا بقیہ حاشیہ ۲)۔ شیعہ رافضی کہلانے لگے۔ ان کے کئی فرقے ہیں، مثلاً زیدیہ (زید بن علی بن حسین کی امامت کے قائل) امامیہ (امامت کو آلِ علیؓ میں محدود ماننے والے) الکیسانیہ (پیروان کیسان و محمد بن الحنفیہ کی حیات کے قائل) البیانیہ (بیان بن اسماعیل التمیمی کی امامت کے قائل) جناحیہ (پیروان عبداللہ بن معاویہ ذو الجناحین۔ انبیا میں حلول کے قائل) المفوضہ (جو محمدؐ و علیؓ کو خالقِ عالم کہتے تھے) ملوک بویہ، فاطمین مصر اور صفوی خاندان (ایران) نے شیعیت کو پھیلانے میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ ۳ھ صفین کی مشہور جنگ (جو علیؓ و معاویہؓ میں ہوئی تھی) میں جب افواجِ معاویہؓ نے گھبرا کر قرآن بلند کیا تو فیصلہ کیا گیا کہ معاملہ ثالثوں کے سپرد کیا جائے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے موسیٰ اشعریؓ اور معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ (فاتح مصر) ثالث مقرر ہوئے۔ ان ہر دو نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ معاویہؓ و علیؓ ہر دو کو تختِ خلافت سے علاحدہ کر دیا جائے۔ دوسرے دن مجمعِ عام میں جب موسیٰ اشعریؓ اپنا فیصلہ سنا چکا تو عمرو کہنے لگا کہ خود بہ خود فیصلہ ہو گیا۔ علیؓ معزول ہو چکے ہیں۔ اب پیچھے صرف معاویہؓ رہ گیا ہے جسے میں دنیائے اسلام کا واحد خلیفہ قرار دیتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے اس فیصلے کو منظور نہ کیا۔ نتیجتاً ان کی اپنی فوج کے بہت سے سپاہی باغی ہو گئے۔ یہ باغی سپاہی بڑھتے بڑھتے ایک پورا لشکر بن گئے۔ حضرت علیؓ کے علاوہ معاویہؓ و ابن زبیرؓ سے بھی لڑے۔ یہ علیؓ کو کافر کہا کرتے تھے کہ علی نے خود ہی حکم مقرر کیا۔ اور پھر فیصلے سے سرتابی کی۔

خوارج میں بڑے بڑے بہادر، مناظر، شعرا و خطبا ہو گزرے ہیں۔ شعرا میں سے بہت مشہور یہ تھے:۔ قطری بن الفجاۃ۔ ابو خالد القنانی۔ ابو بلال مرداس بن حدیر۔ عمران بن حطان۔ ابو حمزہ یحییٰ بن عوف المختار الازدی وغیرہ۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶ پر دیکھیے)

ویقین سے آباد کردیتی ہے۔ اگر انسانی نجات کے لیے صرف عقل کافی ہوتی تو پھر وحی کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

انسانی عقول اور ان کے افکار میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر عقلِ انسانی کو راہ بر بنایا جائے تو دُنیا میں کروڑوں مذاہب پیدا ہوجائیں گے، اس لیے کہ ہر انسان کے افکار دُوسرے سے الگ ہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہر شخص اپنی محدود عقل کے مطابق اپنی راہ تجویز کرلے اور اسی پر زندگی بھر چلتا جائے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس انفرادی مذہب کا نتیجہ نظامِ عالم کی مکمل تباہی ہوگا۔

اگر کوئی آدمی ایسا ہے جو دُوسروں کے پیچھے نہیں چلنا چاہتا، اور دین و دُنیا کی تمام مشکلات پر عقل کے زور سے غالب آنا چاہتا ہے تو ایسا انسان غالباً جُلاہے، موچی بڑھئی اور دیگر پیشہ وروں کا احسان بھی نہیں اٹھائے گا اور اپنے سارے کام خود کرے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ناممکن ہے۔

(صفحہ ۱۳۵ کا بقیہ حاشیہ)۔ خوارج کئی ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ مثلاً المحکمۃ الاولیٰ (یہ کہتے تھے: لاحکم الا اللہ)۔ شُراۃ (ان کا قول تھا کہ شرینا الآخرۃ بالدنیا) الناصبہ والحروریۃ۔ (الحروریۃ اس لیے کہ خوارج کا پہلا اجتماع حروراء میں ہوا تھا)

ان کے فرقوں کے نام یہ ہیں: (۱) ازارقہ (پیروانِ ابو راشد نافع بن ازرق) (۲) شبیبیۃ پیروانِ شبیب بن یزید الشیبانی ابو الصحاری)۔ (۳) نجدات (پیروانِ نجدۃ بن عویمر الحنفی)۔ (۴) عجاردۃ (پیروانِ عبدالکریم بن عجرد) (۵) معلومیۃ (ان کا اعتقاد تھا کہ جو لوگ اللہ کے تمام اسمائے واقف نہیں، وہ کافر ہیں)۔ (۶) مجہولیہ (ان کا خیال تھا کہ اللہ کے چند اسما جاننا کافی ہیں)۔ (۷) حمزیہ (پیروانِ حمزہ بن ادرک)۔ (۸) میمونیہ (پیروانِ میموں بن عمران)۔ (۹) صفریہ (پیروانِ زیاد بن اصفر) (۱۰) بہیسیۃ (پیروانِ ابو البہیس)۔ (۱۱) اباضیہ (پیروانِ عبداللہ بن اباض)۔ (۱۲) ثعالبہ۔ (پیروانِ ثعلبہ بن مشکان)۔ (الفرق الاسلامیہ تالیف محمود البشبیشی طبع مصر ۱۹۳۲ء)

بخاری۔ ہمیں بہ ذریعۂ وحی یہ خبر دی گئی ہو کہ انبیا کے مدارجِ نبوّت میں اختلاف تھا۔ (یعنی کسی کی نبوّت بنی اسرائیل تک محدود تھی اور کسی کی تمام عالم پر حاوی وغیرہ وغیرہ) اگر اس اختلافِ مدارج کے باوجود نبوّت قابلِ اطاعت ہو تو عقولِ انسانی کا اختلاف متابعتِ عقل کی راہ میں کیوں حائل ہو؟۔

ابوسلیمان۔ انبیا کے مدارجِ نبوّت میں اختلاف تھا لیکن ان کی نبوّت میں کسی کو شبہ نہ تھا اور ان کی لائی ہوئی شریعت تمام شکوک سے بالاتر تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالا کو ان پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ان پر وحی نازل کرتا تھا، ان کی دعائیں سنتا تھا، اور انھیں رسالت کی شانِ امتیازی عطا کر رکھی تھی۔ کیا فلسفیوں میں کوئی ایک خوبی بھی ایسی پائی جاتی ہو۔ اِن پر کس کو اعتبار ہو اور ان کے ہفوات کون سنتا ہو؟"

وزیر۔ کیا تمھارے استاد کی یہ باتیں المقدسی تک نہیں پہنچیں؟

ابوحیان۔ میں نے مقدسی کے سامنے بارہا ان چیزوں کا ذکر کیا۔ کئی دفعہ باب الطاق میں کاتبوں کے سامنے بھی گفتگو ہوئی۔ لیکن وہ خاموش رہا، اور مجھے جواب کے قابل نہ سمجھا۔ ایک دن ابن طارۃ[1] کے ایک حریری[2] نوکر نے چند اسی طرح کی باتیں کہ کر المقدسی کو مشتعل کردیا۔ اور وہ یوں بول اٹھا۔

" شریعت بیماروں کی طب ہو۔ اور فلسفہ تن درستوں کی طب۔ انبیا

---

[1] ابوالفرج المعافیٰ بن زکریا المعروف بہ ابن طارہ ایک نہروانی فقیہ و ادیب نیز شاعر تھا۔ بغداد میں قاضی رہا۔ ابوالقاسم البغوی وغیرہ سے درسِ حدیث لیتا رہا۔ اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۹۰ھ کو وفات پائی۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان)

[2] حریری۔ بکسر را۔ ریشم فروش۔ اگر بضم حا و فتح را پڑھیں تو معنی ہوں گے۔ حُریرہ کا باشندہ۔ حُریرہ نخلہ (مکہ وطائف کے درمیان ایک موضع ہو جسے بطن النخلہ بھی کہتے ہیں۔ نیز مکہ سے ایک رات کی مسافت پر دو دریا ہو ایک کا نام نخلۃ الیمانیہ اور دوسرے کا نخلۃ الشامیہ ہو۔ پانچ اور مواضع کا نام بھی نخلہ ہو) کے پاس ایک موضع ہو۔ (قاموس)

روحانی بیماروں کا علاج کرتے ہیں تاکہ وہ اچھے ہو جائیں یا کم از کم ان کی بیماری نہ بڑھنے پائے۔ اور فلسفی حاصل شدہ صحت کو قائم رکھنے کی تدابیر سوچتا ہے۔ تاکہ بیماری کا حملہ ہی نہ ہو سکے۔ ان ہر دو کے طریق ہائے کار و مقاصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ انبیا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے، اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ دوا عمدہ، طبیعت قابل اور طبیب ہمدرد ہو۔ اور فلسفیوں کا منشا یہ ہے کہ تن درست کی صحت کو قائم رکھا جائے۔ تاکہ وہ فضائل و کمالات حاصل کرنے کے بعد سعادتِ عظمیٰ (یعنی حیاتِ الٰہیہ جس کا دوسرا نام حیاتِ جاودانی ہے) کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے

اور اگر بالفرض کوئی مریض مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد فضائل حاصل بھی کرنا چاہے تو بھی ہر دو میں بڑا فرق ہوگا۔ پیروِ شریعت کے فضائل محض تقلیدی، ظنی اور وقتی ہوں گے۔ اور فلسفی کے فضائل یقینی، قطعی اور جاودانی ہوں گے۔"

ابو حیان نے اپنی کتاب میں اس حریری غلام اور المقدسی کا تمام مناظرہ درج کیا ہے جسے یہاں بہ خوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

حرف الباء

بُرقلس دیدوخس الافلاطونی

اطاطولہ[1] کا رہنے والا ایک دہریہ تھا جس کی تردید میں یحییٰ نحوی نے ایک ضخیم کتاب لکھی تھی جو میرے پاس موجود ہے۔ یحییٰ نحوی اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے کہ

---

[1] یہ کتاب سولہ مقالوں پر مشتمل ہے اور نام ہے الرّدُّ علیٰ برقلس۔

برقلس وقلطیانوس[1] القبطی کا ہم عصر تھا اور علوم قومی و ملکی میں کافی شہرت رکھتا تھا۔
اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب حدود اوائل الطبیعیات (۲) کتاب شرح افلاطون ان النفس غیر مائتۃ۔ تین مقالے

(۳) کتاب الثاؤلوجیا (ربوبیت) (۴) کتاب وصایا فیثاغورس الذہبیہ

(۵) کتاب برقلس۔ اس کتاب کا دوسرا نام دیادوخس ہے۔ یعنی پیرو۔ اس میں افلاطون کی دس مسائل میں پیروی کی ہے۔

(۶) کتاب فی المثل الذی قالہ افلاطون فی کتابہ المسمّٰی غرغیاس سُریانی۔

(۷) کتاب برقس الافلاطونی الموسوم باسطوخوسیس[2] الصغری وغیرہ۔

المختار[3] بن عبدون بن بطلان الطبیب النصرانی البغدادی کہتا ہے کہ برقلس لاذقیہ[4] کا رہنے والا تھا۔

---

[1] یحیی نحوی کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ وقلطیانوس چوتھی صدی ہجری کے وسط میں زندہ تھا۔

[2] ایک نسخے میں طوخریس درج ہے۔ (حاشیۂ تاریخ الحکما مطبوعۂ برلن سنہ ۱۳۲۰ھ صفحہ ۸۹)

[3] یہاں نام غلط دیا ہوا ہے۔ پورا نام یہ ہے۔ المختار بن الحسن بن عبدون ابو الحسن المعروف بابن بطلان (م سنہ ۴۴۴ھ) حالات حرف المیم میں۔

[4] لاذقیہ۔ شام کا ایک شہر جس کے متعلق چند تفاصیل مختار بن الحسن کے حالات میں دیکھیے۔ حکیم نیقولاوس (حالات حرف النون میں) اسی شہر میں پیدا ہوا تھا۔ (تاریخ الحکما صفحہ ۲۹۷ و صفحہ ۳۳۶) منتہی الارب لاذق کے ذیل میں لکھا ہے۔ "شہرے است از اعمالِ حلب و ازاں است ربیع بن محمد لاذقی شیخ نسائی"۔ اور دوسری طرف تاریخ الحکما صفحہ ۲۹۷ پہ درج ہے۔ "......ثم خرجت من انطاکیۃ الی اللاذقیۃ وھی مدینۃ یونانیۃ"۔ "ثم خرجت" یہ سنہ ۴۴۲ھ سے چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت شام پر مسلم حکومت تھی اس لیے اس لاذقیہ سے مراد شامی لاذقیہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی یونانی لاذقیہ ہے اور یا مصنف نے غلطی کھائی ہے۔

ابنِ بطلان تاریخ و علومِ اوائل کا بہت بڑا عالم اور ترجمہ کرنے میں کافی قابلیت کا مالک تھا۔

بطلیموس الغریب

رُوم کا باشندہ، اپنے زمانے کا فلسفی اور ارسطوؔ کا بہت بڑا شیدائی و حمایتی تھا الجبلی والا بطلیموس الگ ہے۔ اس نے علوم ارسطوؔ کی اشاعت میں کافی حصّہ لیا۔ اپنے زمانے کے مشہور فلسفیوں میں شمار ہوتا تھا۔ ملوک و علمائے بطالسہ کا یہ قاعدہ تھا کہ تخصیص و امتیاز کی خاطر اپنے نام کے ساتھ کوئی اسمِ صفت بڑھا لیتے تھے (اور غالباً بطلیموس کے ساتھ 'غریب' کا لفظ اسی امتیاز کو ظاہر کرتا ہے۔ مترجم)۔ یہ ارسطوؔ پر اس قدر مہربان تھا کہ اس کے حالاتِ زندگی مرتب کیے اور اس کی تصانیف کی عظمت بیان کی۔

برانیوس

یہ رومی فلسفی اپنے زمانے میں کافی مشہور رہا ہے۔ اس نے ارسطوؔ کی بعض تصانیف کی شروح قلم بند کیں۔ سوانح نگاروں نے اس کا نام شارحینِ ارسطوؔ میں درج کیا ہوا ہے۔

بُقراط بن ایراقلس

بُقراط علمِ طب کا مشہور امام اور ہم عصر علمائے طبیعی کا رئیس تھا۔ اسے بعض انواعِ فلسفہ میں یہ طولیٰ حاصل تھا۔ اسکندرِ اعظم سے تقریباً سو سال پہلے گزرا۔ فنِ طب میں اس نے چند نہایت عمدہ جوامع لکھیں جن سے دُنیا کا ہر طبیب آگاہ ہے۔ کہتے ہیں کہ بُقراط اسقلبیوس کی نسل سے تھا۔ اگر اس سے مُراد اسقلبیوس دوم ہے تو درست۔ اور اگر اوّل ہے تو ناممکن،

اس لیے کہ مورخین بالاتفاق اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اسقلبیوسِ اوّل طوفانِ نوح پہلے گزرا تھا۔ (بُقراط اور اسقلبیوسِ اوّل کے درمیان ہزار ہا سال کا عرصہ مانا جاتا ہے) اور طوفان کے بعد اولادِ نوح (حام۔ سام۔ یافث) کے بغیر کوئی اور نسل باقی نہ رہی تھی۔ اس لیے بُقراط کو اسقلبیوسِ اوّل کی طرف صِرف اسی صورت میں منسوب کیا جا سکتا ہے کہ طوفانِ نوح کو عالم گیر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ مقامی قرار دیا جائے۔ اور ایسے لوگ موجود ہیں جو طوفانِ نوح کو مقامی حیثیت دیتے ہیں۔

بُقراط فیروہا[1] کا رہنے والا تھا۔ یہ عموماً دمشق چلا جاتا اور وہاں کے گھنے جنگلوں میں تعلیم و عبادت کے فرائض سرانجام دیا کرتا۔ آج بھی دمشق کے ایک باغ میں ایک چبوترا صُفّۂ بُقراط کے نام سے مشہور ہے۔

بُقراط بڑا خُدا پرست و زاہد انسان تھا۔ لوگوں کا علاج مفت کرتا اور دیہات میں پھر پھر کر مریضوں کو ڈھونڈتا تھا۔ یہ حکیم دارا بن دارا کے دادا، اردشیر[2] کے زمانے میں تھا۔ جالینوس ایک رسالے میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ اردشیر بیمار پڑ گیا، اور بُقراط کو علاج کے لیے بُلایا۔ بُقراط نے اس بنا پر انکار کر دیا۔ کہ ایرانی یونانیوں کے دشمن ہیں۔ ہاں یونان کے دو بادشاہوں کے علاج کے لیے بقراط خوشی سے گیا تھا، اس لیے کہ وہ بادشاہ بہ قولِ جالینوس جمیل سیرت تھے۔ جب یہ بادشاہ صحت یاب ہو گئے۔ تو بقراط فوراً واپس

---

[1] ایک نسخے میں قبروہا دیکھا گیا۔ قدیم زمانے میں یہ اُس شہر کا نام تھا جسے آج حمص کہا جاتا ہے۔ اور جو مُلکِ شام کا ایک مشہور شہر ہے۔

[2] اردشیر کیانی خاندان کا ساتواں بادشاہ تھا جس نے ۱۱۰ سال حکومت کی۔ سلاطینِ کیانی کے نام بہ ترتیب جلوس یہ ہیں۔ (۱) کیقباد (۲) کیکاؤس (۳) کیخسرو (۴) لہراسپ (۵) گشتاسپ (۶) اسفندیار (۷) بہمن اردشیر (۸) ہُما زوجۂ بہمن (۹) دارا (۱۰) دارا۔ آخری دارا کو اسکندرِ اعظم نے شکست دے کر ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان کا عرصۂ سلطنت تقریباً ۷۳۲ سال تھا۔

آگیا اور اُن کے ہاں ٹھیرنا گوارا نہ کیا اس لیے کہ دنیوی مال و متاع کے لالچ سے آزاد تھا۔

مشہور ہے کہ جب اردشیر کی بیماری بڑھ گئی تو اس نے بُقراط کو طلب کرنے کے لیے سونے کے ہزار قنطار[۱] دینے منظور کیے لیکن بُقراط نہ مانا۔ اور پیغام کا جواب تک نہ دیا۔

حکیم افلیمون حدس و فراست میں جواب نہ رکھتا تھا۔ وہ انسان کے ظاہری رنگ ڈھنگ سے اندرُونی اخلاق و عادات کا صحیح اندازہ لگا لیتا تھا۔ ایک دفعہ بُقراط کے شاگردوں نے مشورہ کیا کہ بُقراط کی صحیح تصویر بنا کر افلیمون کے پاس جائیں اور اس کی فراست کا امتحان لیں کہ دیکھیں بُقراط کے متعلق کیا کہتا ہے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا۔ بُقراط کی ہو بہو تصویر تیار کی۔ (یونانی تصاویر کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس فن میں لاثانی تھے۔ متاخرین مصوری کے اُس درجے تک نہ پہنچ سکے) اور افلیمون کے آگے رکھ دی۔ افلیمون کہنے لگا کہ "یہ شخص زنا کو بہت پسند کرتا ہے۔" شاگرد کہنے لگے "تم غلط کہتے ہو، یہ بُقراط کی تصویر ہے۔" افلیمون نے جواب دیا۔ "تصویر کسی کی ہو، بات میں نے ٹھیک کہی ہے، جا کر دریافت کر لو۔" چناں چہ یہ بُقراط کے پاس گئے۔ اور تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ بُقراط کہنے لگا "افلیمون ٹھیک کہتا ہے۔ میں زنا کو پسند کرتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ میں اس فعل کا مرتکب نہیں ہوتا۔"

بُقراط کی بعض تصانیف میں نرمی، شفقت، انکسار، تواضع و محبت پر گراں بہا

---

[۱] قنطار کی تعیین میں اختلاف ہے۔ فرائد الدریہ و المنجد میں قنطار کا وزن سو رطل دیا ہوا ہے۔ قاموس فیروز آبادی میں قنطار کے آگے لکھا ہے۔ قنطار = دو صد دینار۔ یا ستر ہزار دینار۔ یا اسی ہزار درہم یا سو رطل سونا۔ یا گائے کی کھال چاندی سے پُر۔ رطل کے متعلق پھر جھگڑا ہے۔ فرائد میں اس کا وزن اڑھائی سیر، قاموس میں نصف سیر۔ اور المنجد میں دس اوقیہ (ایک اوقیہ نصف چھٹانک کے برابر) یعنی پانچ چھٹانک دیا ہوا ہے۔ واللہ اعلم

ہدایات ملتی ہیں۔ چوں کہ ہمارے ہاں اس کی تصانیف کا سب سے پہلے ترجمہ ہوا اور یہ دُنیا کا کامل ترین طبیب تھا۔ (جس کے بعد جالینوس کا درجہ آتا ہے) اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فنِ طب کی ایجاد پر لوگوں کی رائے یہاں نقل کروں۔

فنِ طب کی اختراع و مخترع کے متعلق علما میں اختلاف ہے۔ اسحٰق بن حُنین اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ ایک قوم اہلِ مصر کو فنِ طب کا موجد سمجھتی ہے اور ساتھ ہی ایک حکایت بھی سُناتی ہے۔ کہ پُرانے زمانے میں مصر کی ایک عورت ہمیشہ رنج و غم و غیض و غضب کا شکار رہا کرتی تھی اور ساتھ ہی چند بیماریوں۔ مثلاً ضعفِ معدہ، فسادِ خون۔ احتباسِ حیض میں مبتلا تھی۔ ایک دفعہ اتفاقاً زنجبیلِ شامی (ایک پودا) کو کھا بیٹھی اور تمام روگ دُور ہو گئے۔ اس تجربے سے اہلِ مصر نے فائدہ اٹھایا۔ اور فنِ طب کا آغاز ہو گیا۔

بعض علما فلسفے، طب اور دیگر صنائع کا موجد ہرمس (حضرت ادریسؑ) کو قرار دیتے ہیں۔ بعض اختراع کا سہرا اہلِ قوس (یا قولوس) کے سر باندھتے ہیں۔ بعض ساحروں کو اس کا موجد قرار دیتے ہیں۔ بعض کے ہاں اس کی ابتدا بابل، بعض کے ہاں ایران، بعض کے ہاں ہندستان، بعض کے ہاں یمن اور بعض کے ہاں صقلب[۱] سے ہوئی۔

یحییٰ نحوی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ جالینوس کے زمانے تک آٹھ بڑے بڑے طبیب (رؤس الاطبا) گزرے ہیں۔ (۱) اسقلیبوس الاوّل (۲) غورس (۳) مینس۔ (۴) برمانیدس (۵) افلاطون الطبیب (۶) اسقلیبوسِ دوم (۷) بُقراط (۸) جالینوس۔ اسقلیبوسِ اوّل اور جالینوس کے درمیان ۵۶۰ سال کا عرصہ حائل ہے۔ اسی طرح ہر طبیب کی وفات اور دوسرے کی ولادت تک سیکڑوں سال کے لمبے لمبے وقفے ہیں۔ بقراط اپنے زمانے میں رئیس الاطبا تھا۔ یہ اسقلیبوسِ ثانی کے شاگردوں میں سے

---

[۱] صقلب سسلی کا ایک شہر ہے۔ (منتہی الادب)

ہے۔ اسقلبیوس کی وفات کے وقت اس کے تین شاگرد زندہ تھے۔ یعنی ماغارس۔ فارخس۔ و بقراط۔ ماغارس و مارخس کی وفات کے بعد بقراط رئیس الاطبا قرار پایا۔

یحییٰ نحوی اسکندرانی (آغازِ اسلام میں اسکندریہ کا پادری) کہتا ہے کہ بقراط یگانۂ دہر، کامل، فاضل، تمام اشیا سے واقف اور ایک فلسفی طبیب تھا۔ بعض لوگ اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس نے صنعتِ قیاس و تجربے کو اس قدر تقویت دی کہ اب کسی رد و قدح کی گنجایش باقی نہیں رہی۔

بقراط پہلا حکیم ہے جس نے اپنی اولاد کی طرح غربا کو بھی فنِ طب کی تعلیم[1] دی۔ اس حکیم کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں امرا کی بے توجہی سے یہ فن مٹ ہی نہ جائے، اس لیے غربا کو بھی شامل کر لیا۔ مزید تفصیل کے لیے بقراط کی تصنیف کتاب عہدہ الی الاطبار الغربا ملاحظہ ہو۔

ایک مورخ نے ذکر کیا ہے کہ بقراط بہمن[2] بن اردشیر کے زمانے میں تھا۔ ایک دفعہ بہمن بیمار پڑ گیا اور بقراط کو بلا بھیجا۔ شہر والوں نے بہمن کی اس خواہش کے خلاف سخت صدائے احتجاج بلند کی، اور کہا کہ اگر ہم سے بقراط کو چھیننے کی کوشش کی گئی تو ہم عَلَمِ بغاوت بلند کر دیں گے۔ اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ بہمن کو اِن لوگوں پر رحم آ گیا اور بقراط کو وہیں رہنے دیا۔

بقراط کا ظہور ۹۶ سال بخت[3] نصر اور شاہ بہمن کے چودھویں سال جلوس میں ہوا تھا۔

---

[1] اوراقِ گزشتہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ ان دنوں فنِ طب صرف امرا و شرفا کو پڑھایا جاتا تھا اور غربا اس نعمت سے محروم تھے۔ [2] بہمن بن اردشیر۔ کیانیوں کا ساتواں بادشاہ۔

[3] کالڈیۂ قدیم میں یوں تو کافی بادشاہ گزرے ہیں۔ لیکن دو بہت مشہور تھے، اول نمرود بن کنعان بن سنحاریب بن نمرودِ اکبر (نمرودِ اکبر طوفانِ نوح کے بعد بابل میں پہلا بادشاہ تھا) یہ نمرود وہی ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا تھا۔ دوم۔ بخت نصر بن مردا ذان بن سنحاریب۔ (بقیہ حاشیہ صد ۱۴۵ پر)

یحییٰ نحوی کہتا ہے کہ دنیا کے مشہور بڑے طبیبوں میں یہ ساتواں تھا۔ اور جالینوس آٹھواں کہ جس پر ریاستِ طب ختم ہوگئی۔ بقراط اور جالینوس میں ۶۶۵ سال کا عرصہ تھا۔ بقراط کی عمر ۹۵ سال تھی جن میں سے سولہ سال بچپن و طلبِ علم میں گزرے۔ اور ۷۹ سال تعلیم و تدریس میں بسر کیے۔ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام ثاسلوس و دارقن ہیں اور بیٹی کا نام مانارلیا۔ بہن بھائیوں سے زیادہ ذہین تھی۔ بقراط کے دو پوتوں کا نام بھی بقراط تھا۔ ایک ثاسلوس کا بیٹا تھا اور دوسرا دارقن کا۔

تلامذۂ بقراط کے اسما یہ ہیں: لاذن۔ ماسرجس۔ ساوری۔ فولوس (سب سے بڑا شاگرد)۔ اسطاث۔ غورس۔

جالینوس کے عہد تک مندرجۂ ذیل حضرات بقراط کے مفسّر رہے ہیں:۔ سنبلقیوس، نسطاس، دلیسقوریدس الاول، طیماوس الفلسطینی، مانطیاس، ارمراطس ثانی۔ القیاسی بلاذیوس۔

تفاسیرِ جالینوس

بقراط کی چند کتابوں کی تفسیر جالینوس نے بھی کی ہے۔ تفصیل یہ ہے:۔ (۱) کتاب عہدِ بقراط۔ جالینوس نے تفسیر کی اور حنین نے یونانی سے ترجمہ کر کے کچھ اپنی طرف سے بھی اضافہ کر دیا۔ عیسیٰ بن یحییٰ نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔

(۲) کتاب الفصول۔ مفسّرِ جالینوس۔ حنین و عیسیٰ نے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۳) کتاب الکسر۔ مفسّر جالینوس۔ حنین نے محمد بن موسیٰ کے لیے عربی میں ترجمہ کیا۔ چار مقالے۔

(صفحہ ۱۴۴ کا بقیہ حاشیہ):۔ یہ چھوٹے نمرود کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے یہودیوں کو کافی تباہ کیا۔ مصر پر قبضہ جمایا، سلطنت کو کافی وسیع کیا اور آخر ایرانیوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا)۔ (طبقات الامم تالیف ابوالقاسم صاعد بن احمد الاندلسی (م سنہ ۴۶۲ھ) مطبوعہ مصر۔ ص ۲۰) بخت نصر کا سالِ جلوس سنہ ۶۲۰ قدیم تھا۔

(۴) کتاب الامراض الحادۃ ۔ مفسر جالینوس ۔ عیسٰی[1] بن یحیٰی نے عربی میں ترجمہ کیا۔
تین مقالے۔

(۵) کتاب جراحات الراس ۔ مفسر جالینوس ۔ ایک مقالہ ،

(۶) کتاب ابیذیمیا ۔ مفسر جالینوس ۔ سات مقالے ۔ جالینوس نے پہلے مقالے کی تفسیر تین مقالوں میں، اور دوسرے کی بھی تین مقالوں میں لکھی ۔ چوتھے، پانچویں اور ساتویں مقالے کو بلا تفسیر رہنے دیا۔ اور چھٹے کی آٹھ مقالوں میں شرح لکھی جنھیں عیسٰے بن یحیٰی نے عربی میں منتقل کیا۔

(۷) کتاب الاخلاط ۔ مفسر جالینوس ۔ عیسٰے بن یحیٰی نے احمد بن موسٰی کی خاطر عربی میں ترجمہ کیا ۔ تین مقالے۔

(۸) کتاب قاصیطرون ۔ مفسر جالینوس ۔ حُنین نے محمد بن موسٰے کی خاطر عربی میں منتقل کی ۔ تین مقالے۔

(۹) کتاب الماء والھواء ۔ مفسر جالینوس ۔ کُل تین مقالے جن میں سے صرف دو کو حُنین نے عربی میں منتقل کیا۔
اور حُبیش[2] بن الحسن نے تمام تفسیر کا عربی میں ترجمہ کیا

(۱۰) کتاب طبیعۃ الانسان ۔ جالینوس کی تفسیر ۔ تین مقالات پر مشتمل جس کے ملخص کو حُنین نے اور تمام تفسیر کو عیسٰے بن یحیٰی نے عربی میں منتقل کیا۔

---

[1] عیسٰی بن یحیٰی بن ابراہیم السریانی ۔ حالات حرف العین میں ۔

[2] حُبیش بن الحسن الاعسم ۔ حالات حرف الحاء میں ۔

بولس

یونان کا قدیم طبیعی حکیم جس کے اقوال کو اطبّا نے اپنی تصانیف میں اکثر نقل کیا ہے۔ چوں کہ اُس وقت فنِ طب ابتدائی مدارج میں تھا۔ اس لیے اس نے اس فن پر بحث کرتے ہوئے جابہ جا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ارسطو نے اپنی طبیعی تصانیف میں اس حکیم کی تردید کی ہے اور واضح دلائل سے اس کی اغلاط کو واضح کیا ہے۔ ارسطو کے بعد جالینوس نے براہینِ قاطعہ سے اقوالِ بولس کا رد لکھا۔

بطلیموس القلوذی

یونان کا رہنے والا عِلمِ ریاضی کا ماہر اور المجسطی وغیرہ کا مصنّف تھا۔ یہ حکیم اندریاسیوس[1] وانطمیوس[2] (شاہانِ رُوم) کے زمانے میں تھا۔ یعنی ابرخس سے دُوسواسّی سال بعد۔ علمائے طبقات الامم کا خیال ہے کہ بطلیموس اُن بطالسہ یا بطالمہ میں سے تھا جنھوں نے اسکندرِ اعظم کے بعد اسکندریہ وغیرہ پر حکومت کی۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ اس لیے کہ بطلیموس المجسطی کے تیسرے مقالے کی آٹھویں نوع (جہاں حرکاتِ شمس و دیگر حالات و مشاہداتِ آفتاب کا ذکر کیا ہے) میں لکھتا ہے:۔

"میں نے اندریانوس[3] کے انیسویں سال میں آفتاب کا مشاہدہ کیا بخت نصر

---

[1] اندریاسیوس HADRIAN کا مُعرّب۔ جس نے سنہ ۱۱۷ء سے سنہ ۱۳۸ء تک حکومت کی۔

[2] انطیموس ANTONINUS کا مُعرّب۔ جس نے اندریاسیوس کے معاً بعد سنہ ۱۳۸ء سے سنہ ۱۶۱ء تک حکومت کی۔

[3] اندریانوس اور اندریاسیوس ایک ہی چیز ہیں۔

کے پہلے سال سے اس وقت تک۔ کہ خریف کا معتدل سا موسم ہے، ۸۷۹ سال ۶۶ دن اور چھ گھڑیاں گزر چکی ہیں۔ بخت نصر کے سالِ اوّل سے اسکندر کی موت تک جو سکندر ذوالقرنین کا دادا تھا، ۴۲۴ مصری سال گزرے۔ اسکندر کی موت سے پہلے شہنشاہِ روم یعنی اغسطس کی سلطنت تک ۲۹۴ سال گزرے اور اغسطس کے پہلے سالِ جلوس سے اس وقت تک[۵۱] ۱۶۱ سال ۶۶ یوم اور دو گھڑیاں گزر چکی ہیں"۔

اِس قول سے بطلیموس کے زمانے کی تعیین مشکل نہیں۔ یعنی بطلیموس اغسطس سے ۱۶۱ سال بعد گزرا تھا۔ اور مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ اغسطس[۵۲] ایک رومی فرماں روا تھا۔ جس نے بطالسہ کی آخری فرماں روا ملکہ قلوبطرہ کو شکست دے کر یونانی بطالسہ کی سلطنت ختم کردی تھی۔ اس لیے یہ خیال کہ بطلیموس فرماں روایانِ بطالسہ میں سے تھا، غلط ہے۔

علم الافلاک کے متعلق جس قدر مواد یونانیوں و رومیوں نے جمع کیا تھا، وہ بطلیموس کے سامنے موجود تھا۔ اس نے کچھ مواد خود بھی جمع کیا۔ اور اس فن پر وہ تصانیف چھوڑ

---

۵۱ آگسٹس کی موت سنہ ۴۲ قم میں ہوئی تھی۔ اگر اس میں ۱۶۱ سال اور بڑھا دیے جائیں تو یہ سنہ ۱۱۷ بعد از مسیح بنتا ہے۔ اور یہ وہی سال ہے جب اندریا سیوس تخت پر بیٹھا تھا۔ چوں کہ انسائیکلوپیڈیا کی دی ہوئی تاریخیں بالکل یقینی نہیں ہوتیں اس لیے بطلیموس کے قول کے مطابق سنہ ۱۱۷ کو اندریا سیوس کا انیسواں سالِ جلوس تسلیم کرنا پڑے گا نہ کہ پہلا۔

۵۲ اغسطس معرّب ہے آگسٹس کا۔ روم کے مشہور بادشاہ جولیس سیزر (۱۰۲ - ۴۴ قم) نے سنہ ۲۷ قم میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور اپنا نام آگسٹس رکھا۔ سیزر سے پہلے روم میں جمہوریت قائم تھی جس میں تمام اختیارات دو مجسٹریٹوں کے سپرد تھے۔ اور اہم امور میں عوام سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا بہ زیر لفظ روم)

گیا کہ آج تک دُنیا ان کا جواب پیدا نہ کر سکی۔ المجسطی اس وقت تک لاثانی کتاب خیال کی جاتی ہے۔ لوگوں نے اس کی شرحیں تو لکھیں۔ مثلاً فضل[۱] بن حاتم (ایک نسخے میں بن ابی حاتم) وغیرہ نے۔ لیکن اس کا کوئی جواب پیدا نہ ہو سکا۔ محمد بن جابر البتانی نے المجسطی کا اختصار لکھا۔ ابوریحان البیرونی[۲] الخوارزمی نے مسعود بن محمود بن سبکتگین کی خاطر قانونِ مسعودی تصنیف کی جس میں بطلیموس کے نقشِ قدم پر چلا۔ کوشیار بن لبان الجیلی نے اپنی تقویم بطلیموسی اصول پر تیار کی۔ الغرض بطلیموس کے بعد علما کا سب سے بڑا کمال یہ رہا ہے کہ المجسطی کو کسی طرح سمجھ سکیں۔ یا اس کے بیان کردہ اصول پر چند اور دلائل تراش سکیں و بس۔

کہتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ سے لے کر آج تک مختلف فنون میں صرف تین کتابیں ایسی لکھی گئی ہیں جو ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔ اور فنونِ متعلقہ کی کوئی بات ایسی نہیں جو ان میں موجود نہ ہو۔ (۱) علم الافلاک پر المجسطی (۲) علم المنطق پر کتاب ارسطو اور نحو پر (۳) کتاب سیبویہ[۳] بصری۔

محمد بن اسحٰق الندیم لکھتا ہے کہ المجسطی کا مصنف بطلیموس اذریانوس وانطونیس (روم کے بادشاہ جو یونان پر مسلّط تھے) کے زمانے میں تھا۔ اس حکیم نے کواکب کا مشاہدہ کیا اور مذکورہ بالا فرماں رواؤں میں سے کسی ایک کے لیے المجسطی لکھی۔ یہ پہلا حکیم ہے،

---

[۱] فضل بن حاتم النیریزی۔ حالات حرف الفا میں۔

[۲] ابوریحان البیرونی (۱۰۴۸ء) خوارزم کا مشہور مورخ و سیاح جس نے ہندستان کا بھی سفر کیا تھا۔ علم و فضل میں اس قدر بلند درجہ رکھتا تھا کہ آج تک ایران اس کی نظیر نہ پیدا کر سکا۔ اس کی چند مشہور کتابیں یہ ہیں: (۱) تاریخ ہند (۲) آثار الباقیہ۔

[۳] سیبویہ ایرانی النسل تھا۔ بصرے میں اقامت اختیار کر لی۔ علم نحو کا امام و مجتہد سمجھا جاتا ہے۔ (نکلسن کی تاریخ ادبِ عربی)

جس نے اصطرلاب کُرّی، دیگر آلاتِ رصد و آلاتِ سطحِ کُرہ و پیمانے استعمال کیے۔ بعض علما کا خیال یہ ہے کہ ابرخس پہلا حکیم ہے جس نے آلاتِ رصد کو استعمال کیا تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ابرخس بطلیموس کا اُستاد تھا حالاں کہ یہ قطعاً غلط ہے۔ اس لیے کہ ان ہر دو میں نو سو سال کا فاصلہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ بطلیموس سب سے بڑا ماہرِ افلاک تھا۔ اس نے آلاتِ رصدیہ کے نقائص دُور کیے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس نے رصد کی ابتدا کی ہوگی، اُسی نے آلاتِ رصد بھی ایجاد کیے ہوں گے۔

المجسطی تیرہ مقالوں پر مشتمل ہے۔ یحییٰ[۱] بن خالد بن برمک پہلا انسان ہے جس نے اس کتاب کی تفسیر و ترجمے کی طرف توجہ دی۔ کئی علما نے اس کا عربی

۱۔ یحییٰ بن خالد برمکی بہ قول حمداللہ مستوفی مصنف نزہت القلوب (تصنیف سنہ ۷۴۱ھ) اردشیر کے وزیر گودرز کی اولاد سے اور بہ قول مصنف "مبداء و معاد" جاماسپ کی نسل سے تھا۔ ابن الفقیہ اپنی تصنیف کتاب البلدان کے صفحہ ۳۲۲ پہ لکھتا ہے کہ بلخ کا مشہور آتش کدہ نوبہار لہراسپ کیانی کے زمانے میں برامکہ نے بنوایا تھا۔ اور بہ قول زکریا بن محمد بن محمود القزوینی (م سنہ ۶۸۲ھ) یہ آتش کدہ منوچہر بن ایرج بن فریدون نے تیار کر دیا تھا۔ اور برمک صِرف متولّی تھے۔ مسعودی (م سنہ ۳۴۶ھ) اپنی کتاب مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۶ پر لکھتا ہے کہ نوبہار کا متولّی برموک کہلاتا تھا۔ اور یاقوت الحموی (م سنہ ۶۲۶ھ) کا خیال یہ ہے کہ نوبہار کے موبد (پادری) کا خطاب برمک تھا۔

تازہ تحقیق یہ ہے کہ نوبہار میں مہ (چاند) کی پرستش ہوتی تھی۔ اور وہ "مہ گاہ" کہلاتا تھا۔ چوں کہ عرب گ نہیں بول سکتے تھے اس لیے "مہ کہ" کہتے رہے۔ چوں کہ "مہ کہ" کی ترکیب ذوقِ سلیم پر گراں گُزرتی تھی۔ اس لیے یہ لفظ "مک" بن گیا۔ اور بر کے معنی والی و دستور بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً دستور بر۔ اس لیے یہ لفظ برمک بن گیا۔

خالد کا جدِ اعلا جاماسپ بن یشتاسپ تھا۔ جو نوبہار کا متولّی بھی تھا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱ پر)

میں ترجمہ کیا۔ لیکن یحییٰ کو کوئی ترجمہ پسند نہ آیا۔ آخر ابوحسان وسلم (ایک نسخے میں سلمان) صاحب بیت الحکمۃ کو اس کام پر لگایا۔ تمام ترجموں میں سے ان کا ترجمہ بہتر و فصیح تھا چناں چہ اسے پسند کیا۔ کہتے ہیں کہ حجاج بن مطر نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہے۔ نیریزی کا

(ص ۱۵۰ کا بقیہ حاشیہ):۔ اس خاندان کا ایک فرد فیروز سنہ ۳۰ھ میں مشرف بہ اسلام ہو کر عبداللہ کہلایا جس کے بیٹے کا نام جعفر تھا۔ جب سنہ ۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک اموی کے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم باہلی نے بلخ کا محاصرہ کر کے نوبہار کو تباہ کر دیا تو جعفر نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور کچھ مدت بعد تنگیٔ رزق سے مجبور ہو کر سلیمان بن عبدالملک (۹۶ - ۹۹ھ) کے دربار کا رخ کیا اور وہاں کاتب مقرر ہوا۔ اس کا بیٹا خالد سنہ ۹۰ھ میں پیدا ہوا۔

زوالِ امیہ کے بعد خالد پہلے سفاح کے دربار میں کاتبِ افواج۔ پھر وزیر۔ پھر سنہ ۱۴۸ھ میں موصل کا پھر رے کا اور پھر فارس کا گورنر مقرر ہوا۔ سنہ ۱۵۰ھ میں خالد کا بیٹا یحییٰ آذربائیجان کا عامل بنا کر بھیجا گیا۔

یحییٰ سنہ ۱۲۰-۱۱۹ھ میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۹۰ھ میں چل بسا۔ ہادی کے زمانے میں فضل ربیع وزیر تھا۔ اور یحییٰ شاہ زادہ ہارون کا کاتب۔ جب سنہ ۱۶۹ھ میں وفاتِ ہادی کے بعد ہارون الرشید تخت پہ بیٹھا تو یحییٰ کو وزیرِ اعظم بنا لیا۔ جب یحییٰ کی عمر زیادہ ہو گئی تو پہلے فضل بن یحییٰ اور پھر جعفر بن یحییٰ کو وزیر بنا لیا۔

برمکی اس قدر فیاض، عالم اور با اقبال تھے کہ ہارون الرشید آتشِ حسد میں جلنے لگا۔ اور ایک رات جلاد کو بلا کر حکم دے دیا کہ جعفر کا سر کاٹ کر فوراً حاضر کرو۔ یہ سنہ ۱۸۷ھ کا واقعہ ہے۔ یحییٰ، فضل اور دوسرے برامکہ کو جیل میں پھینک دیا، ان کا سامان ضبط کر لیا اور اس طرح اس عظیم الشان خاندان کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ ہر چند کہ ہارون اس واقعے پہ اظہارِ ندامت کرتا رہا۔ لیکن دمِ واپسیں تک اس نے یحییٰ وغیرہ کو جیل سے رہا نہ کیا۔ جب ہارون کے بعد مامون تخت پر بیٹھا تو اس نے فوراً تمام برامکہ کو رہا کر دیا لیکن اس وقت تک یحییٰ و فضل مر چکے تھے اور جعفر قتل ہو چکا تھا اس لیے کوئی کام کا آدمی جیل میں باقی نہ تھا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۵۲ پر دیکھیے)

ترجمہ (جس کی اصلاح ثابت نے کی تھی) مقبول نہیں ہوا۔ اسحاق نے بھی اس کا ترجمہ کیا تھا جس کی اصلاح ثابت نے دو دفعہ کی لیکن پہلی اصلاح دوسری سے بہ درجہا بہتر ہے۔

دیگر تصانیف بطلیموس کی چند دیگر تصانیف کا بھی عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مثلاً

(۱) کتاب کتبہ الی سوری تلمیذہ ۔ ابراہیم بن الصلت نے ترجمہ کیا۔ حنین بن اسحق نے اصلاح کی اور اوطوقیوس[1] (ایک نسخے میں انطرقیوس) نے پہلے مقالے کی تفسیر قلم بند کی۔ اس مقالے کا مرتب و جامع ثابت ہے اور عمر بن فرخان، ابراہیم بن الصلت۔ النیریزی و البتانی مفسر و شارح ہیں۔

(۲) کتاب الموالید (۳) کتاب الحرب والقتال (۴) کتاب استخراج السہام۔

(۵) کتاب تحویل سنی العالم (۶) کتاب المرض و شرب الدواء۔

(۷) کتاب سیر السبعہ (۸) کتاب الاسریٰ والمحبسین (۹) کتاب فی اشتراء السعود واصطناعہا (ایک نسخے میں فی اسرار السعود ہے)۔

(۱۰) کتاب الخصمین ایہما یفلح (۱۱) کتاب القرعۃ مجدول

(۱۲) کتاب اقتصاص احوال الکواکب۔

(۱۳) کتاب الجغرافیا فی المعمورۃ من الارض ۔ اس کتاب کا سریانی نیز عربی میں ترجمہ ملتا ہے۔ عربی ترجمہ الکندی نے کیا تھا۔

(صفحہ ۱۵۱ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔

یحییٰ کے نو لڑکے تھے۔ یعنی فضل۔ جعفر۔ محمد۔ موسےٰ۔ عباس۔ احمد۔ خالد۔ عبداللہ اور ابراہیم ان میں سے فضل (۱۴۸ - ۱۹۳ھ) اور جعفر (۱۵۱ - ۱۸۷) اس قدر فیاض، عاقل، طباع اور زیرک تھے کہ برامکہ کی شہرت انھی کی بہ دولت ثریا تک جا پہنچی تھی۔

[1] اوطوقیوس کے حالات اوراقِ گزشتہ میں درج ہو چکے ہیں۔

برقطوس

اسکندریہ کا رہنے والا، علم الاعداد کا ماہر اور اپنے زمانے میں کافی مشہور تھا۔ اس کی منزلتِ علمی کا اندازہ اس کی بلند تصنیف المقالات الاربع فی طبائع العدد و خواصّہ سے ہو سکتا ہے۔

بطلیموس بدلّس

یونان کا فرماں روا جو بطالسہ سے تعلق رکھتا تھا۔ علم کا شیدائی اور تحقیق و تلاش پر مرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے شہر بابل کی ابتدا تخلیقِ عالم اور اسلافِ نمرود کے متعلق تحقیق کا خیال پیدا ہوا۔ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد آخر بنی اسرائیل کے ہاں بیت المقدس میں اس کی تشفی ہوئی۔ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے جب بنی اسرائیل کی دوبارہ حکومت قائم ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل نے اس کی خاطر عبرانی تورات کو یونانی میں منتقل کیا جس میں نمرود کا ذکر موجود تھا۔ اس یونانی تورات کو حُنین بن اسحاق نے عربی لباس پہنایا۔

اس نے فلسفیوں کی ایک جماعت کو اپنا شریکِ کار بنا رکھا تھا، جو اس کے لیے زمین کا قُطر نکالتے اور رُبع سکوں کو ملپتے تھے۔ اُسے علم الافلاک میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ علما کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ یہی شخص مشہور بطلیموس تھا۔ لیکن یہ خیال بے حقیقت ہے۔ ملاحظہ ہوں حالاتِ بطلیموس۔ اِس فرماں روا نے ۳۸ برس برس تک حکومت کی اور اس کا اُستاد ارسطوس المنجم تھا۔

باذینوس

رُوم کا رہنے والا منجم جس کی مشہور تصانیف یہ ہیں :-

کتاب الطوفان و کتاب الکواکب المذنبتہ ۔

بنس

رُوم کا ریاضی داں و مہندس جس نے بعد میں اسکندریہ کو اقامت کے لیے پسند کر لیا۔ یہ حکیم بطلیموس کے بعد آیا۔ اس کی چند تصانیف یہ ہیں :-

(۱) تفسیر کتاب بطلیموس فی تسطیح الکرۃ ۔ ثابت نے عربی میں ترجمہ کیا ۔

(۲) اقلیدس کے دسویں مقالے کی تفسیر ۔ دو مقالے ۔

باذروغوغیا الہندی الرّومی الحیلی

اس کی کتاب استخراج المیاہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ہر باب کے کئی مقالے ہیں۔

البقراطون

ثابت بن قرۃ حرّانی سے کسی نے پُوچھا کہ بقراط نام کے حکیم کتنے ہیں؟ کہا چار ہیں۔ اوّل، نسلِ اسقلبیوس کا مشہور بُقراط ۔ دوم، ابرقلیدس کا بیٹا جو پہلے بُقراط سے نو پُشت بعد ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں اور اسقلبیوس میں نو پُشتیں حائل تھیں۔ بُقراطِ ثانی کے آخری ایامِ حیات میں قومِ کبولونیاس کی جنگ شروع ہو گئی تھی ۔ سوم، بُقراط بن دراقن بن بُقراطِ ثانی، جو اسقلبیوس اوّل کی گیارھویں پُشت سے تھا۔ چہارم، بُقراطِ سوم کا چچازاد بھائی ۔

جب ان کی تصانیف علما و مترجمین تک پہنچیں تو ان لوگوں نے تمام بُقراطوں کو خلط ملط کر دیا۔ بدقسمتی سے یہ تمام بُقراط اطبا واقع ہوئے تھے۔ اور ان کی تصانیف مضامین میں ایک دوسرے سے ملتی تھیں، آخر ٹھیرے جو ایک دوسرے کے شاگرد۔ اس لیے ان کی تصانیف بھی وجہِ امتیاز نہ بن سکیں۔

کہتے ہیں۔ کہ طب کی پہلی کتاب بُقراطِ اوّل بن اغنوسو ہوس نے لکھی تھی۔

بختیشوع بن جورجیس بن بختیشوع الجندیسابوری

کنیت ابوجبرئیل، مذہب کا نصرانی، ابوالعباس[1] سفاح کا ہم عصرو مُعالج اور فنِ طب میں خاص شہرت کا مالک تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے تک جیتا رہا۔ کچھ تو علمی عظمت اور کچھ مصاحبتِ خلیفہ کی وجہ سے اہلِ بغداد اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

محمد بن اسحاق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بختیشوع خلفاے بغداد کے درباریوں میں سے تھا۔ رشید، امین، مامون، معتصم، واثق اور متوکل کا زمانہ دیکھا۔ فنِ طب میں یگانۂ روزگار تھا۔ خلفاے بغداد کے حرم میں بھی برائے علاج جایا کرتا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب التذکرہ ہے جو اپنے بیٹے جبرئیل کے لیے لکھی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ بختیشوع جندیسا[2]پور کا باشندہ تھا۔ اس نے سفّاح و منصور کا زمانہ

---

[1] ابوالعباس عبداللہ سفّاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (م ۱۳۶ھ) دولتِ عباسیہ کا پہلا خلیفہ۔ [2] دجلہ کے پار عراق کے مشرق میں ایک علاقہ پہلے اِلَام کہلاتا تھا۔ کلدانی عروج کے زمانے میں اس علاقے کا دارالخلافہ شوش تھا اور اب یہ خِطّہ خوزستان کہلاتا ہے۔ جندیسا پور اسی خطے کا ایک مشہور شہر ہے۔ جسے شاپور نے بنوایا تھا۔ یہاں پہلے ایک گانو تھا جس کا مالک جندی نامی ایک زمین دار تھا۔ اُس نے اس شرط پر یہ [illegible] انے کی اجازت دی کہ اس کا نام (بقیہ حاشیہ ص ۱۵۶)

نہیں دیکھا، البتہ اس کا والد جورجیس منصور کا معالج رہا تھا۔ (تفصیل جورجیس کے حالات میں آئے گی) والد کی غیر موجودگی میں بختیشوع شفاخانۂ جندیسا پور کے انتظام پر متعین رہا۔ مہدی کے زمانے میں جب شہزادہ ہادی بن مہدی کسی مرض میں مبتلا ہوگیا تو علاج کے لیے بختیشوع کو جندیسا پور سے طلب کیا گیا۔ اُن دنوں شاہی طبیب ابو قریش[1] تھا۔ ہادی کی والدہ خیزران کو یہ امر سخت ناگوار گزرا کہ باہر سے ایک طبیب بُلا کر شاہی طبیب کی ہتک کا سامان کیا گیا ہے۔ چناں چہ ملکہ بختیشوع کے پیچھے پڑ گئی۔ اور اس غریب کو ایک آدھ دفعہ جُوتے بھی لگوا دیئے۔ جب مہدی کو اس حرکت کا علم ہُوا، تو جھگڑا ختم کرنے کے لیے بختیشوع کو نہایت اکرام و احترام کے ساتھ جندیسا پور بھیج دیا جہاں وہ ۱۷۱ھ تک بیمارستان کے انتظام میں مصروف رہا۔

جب ہارون الرشید تخت پر بیٹھا اور کچھ عرصے کے بعد کسی سخت مرض کا شکار بن گیا تو اس نے یحییٰ بن خالد کو بلا کر کہا کہ میرے لیے کوئی قابل طبیب تلاش کرو یحییٰ کہنے لگا حضورِ والا! ابو قریش آپ کا خاندانی طبیب ہے اور آپ کے والد محترم اور والدۂ ماجدہ کا معالج رہا ہے، اسی سے کیوں نہ علاج کرایا جائے۔ ہارون الرشید کہنے لگا کہ یہ شخص فنِ طب سے تقریباً نابلد ہے اور ہم نے اسے محض اس لیے اپنی ملازمت میں رکھا ہُوا ہے۔ کہ قدیم نمک خواروں میں سے ہے۔ اس لیے میری خواہش یہ ہے کہ میرے لیے کوئی نہایت قابل طبیب تلاش کیا جائے۔

(صہ ۱۵۵ کا بقیہ حاشیہ): ۔ بھی بانیانِ شہر میں شمار کیا جائے۔ شاپور نے یہ شرط مان لی۔ اس کے بعد ہر کوئی کہتا پھرتا کہ جندی اور شاپور مل کر ایک شہر بنوا رہے ہیں۔ چناں چہ شہر کا نام ہی جندیسا پور پڑ گیا۔ یہاں بڑے بڑے حکما پیدا ہوئے۔ مثلاً جبرئیل بن بختیشوع، جورجیس بن بختیشوع، سابور بن سہل۔ عیسیٰ بن چہار بخت۔ عیسیٰ بن شہلافا اور یوحنا کا والد ماسویہ۔ (القفطی)

[1] ابو قریش عیسیٰ الصیدلانی خلیفۃ المہدی کا طبیبِ خاص تھا۔ حالات باب الکنیٰ میں ملاحظہ فرمائیے۔

خالد۔ جب آپ کا بھائی ہادی بیمار ہوا تھا تو آپ کے والد مہدی نے جندیسا پور سے ایک طبیب منگوایا تھا۔ جس کا نام بختیشوع تھا۔

رشید۔ تو پھر وہ واپس کیوں چلا گیا ؟

خالد۔ آپ کی والدہ اور عیسےٰ ابو قریش کی سازشوں سے گھبرا کر آپ کے والد نے اُسے واپس بھیج دیا تھا۔

رشید۔ اسی وقت تیز رفتار قاصد روانہ ہوں اور اگر حکیم زندہ ہو تو اُسے دربار میں فوراً حاضر کریں۔

حکم کی تعمیل ہوئی اور چند روز کے بعد بختیشوع دربار میں آ پہنچا۔ ہارون الرشید نے اس کی بہت عزت کی۔ زرّیں خلوت عطا کی اور بے شمار مال و دولت سے نوازنے کے بعد فرمایا کہ آج سے تمھیں رئیس الاطبا بنایا جاتا ہے اور اس گھڑی سے دُنیا تمھارے ہر حکم کی تعمیل کرے گی۔

بختیشوع بن جبرئیل بن بختیشوع

طبیب ابن طبیب۔ اپنے فن میں ماہر۔ سخا و مروّت، حُسنِ معرفت، کثرتِ تقوا و قیامِ صلوٰۃ کی وجہ سے بہت نیک نام تھا۔ جہاں جاتا، لوگ دیدہ و دِل میں بٹھاتے۔ اس کی یہ خوبیاں محمد[1] بن عبدالملک الزّیات۔ اور ابنِ ابی داؤد[2] کو ایک آنکھ نہ بھاتیں۔

---

[1] محمد بن عبدالملک الزّیات پہلے معتصم (۲۱۸ - ۲۲۷ھ) اور پھر واثق (۲۲۷ - ۲۳۲ھ) کا وزیر رہا۔ بہت بڑا ادیب اور مشہور عالم نحو و لغت تھا۔ المتوکل (۲۳۲ - ۲۴۷ھ) اس پر ناراض ہو گیا اور اسے اس قدر عذاب دیا کہ یہ ۲۳۳ھ میں فوت ہو گیا۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

[2] ابنِ ابی داؤد غلط ہے۔ صحیح نام ہے احمد بن ابی داؤد۔ معتصم کا وزیر۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸ پر)

چناں چہ یہ واثق باللہ کو اس کے خلاف ہمیشہ اُکساتے رہتے۔ واثق ان کے بھرّے میں آگیا۔ اُس غریب کی تمام جایداد پر قبضہ کرنے کے بعد اسے دارالخلافہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور وہ اپنے وطن میں واپس چلا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد واثق بیمار پڑ گیا۔ جب مقامی طبیب ناکام ہو گئے۔ اور مرض بہت بڑھ گیا تو بختیشوع کی طرف قاصد دوڑائے گئے لیکن بختیشوع کے آنے سے پہلے ہی اوپر سے بلاوا آگیا۔ اور واثق چل بسا۔

جب متوکل نے مسندِ خلافت سنبھالی تو بختیشوع کا سویا ہوا ستارہ جاگ اُٹھا۔ جاہ و جلال، کثرتِ اموال، جواں مردی، ظاہری زیب و زینت (لباس، ہیئت، صورت، اسباب، قالین وغیرہ) مہماں نوازی اور بذل و اتفاق کے اُس معراج تک پہنچا کہ قلم لکھ نہیں سکتا۔

کہتے ہیں کہ متوکل کے زمانے میں شہزادہ معتز باللہ سخت بیمار پڑ گیا، یہاں تک کہ دوا و غذا تک سے رہ گیا۔ اطبا نے لاکھ سر پٹکا لیکن شہزادے کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بڑی مصیبت یہ تھی کہ شہزادہ قطعاً کوئی دوا نہ پیتا تھا۔ اور نہ اسے غذا کی خواہش ہوتی تھی۔ اس اثنا میں بختیشوع آ پہنچا۔ اس کے بدن پر یمن کا نہایت قیمتی جبّہ تھا۔ شہزادے کے پاس بیٹھ گیا۔ اور لگا اِدھر اُدھر کی دل چسپ کہانیاں سُنانے۔ شہزادے کا دل کچھ بہلنے لگا۔ حکیم کے جُبّے پہ جو نظر پڑی تو ہاتھ سے چھو کر کہنے لگا "کس قدر عمدہ کپڑا ہے۔" حکیم نے کہا "بے شک، اس پر ایک ہزار درم خرچ ہوئے ہیں۔ اور اگر تم پسند کرو۔ تو نہایت ہلکی سی قیمت پر تمھارے ہاتھ بیچ ڈالوں گا۔" "بہت اچھا، تو فرمائیے!"

(صے ۱۵۷ کا بقیہ حاشیہ):- خلقِ قرآن کے فتنے کا موجد۔ بہت بڑا معتزلہ۔ علمیت کے لحاظ سے علامہ۔ امام احمدؒ بن حنبل کو کوڑوں سے پٹوانے والا اور امامؒ سے مناظروں میں شکست کھا کر بھی باز نہ آنے والا۔ اس کی وفات فالج سے محرم ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

آپ کرچپ لیں گے؟" "صرف دو سیب کھا لیجیے اور جُبّہ آپ کا۔" معتز نے جھٹ دو سیب اُٹھا کر کھالیے۔ "ہاں یاد آگیا، اس جُبّے کے ساتھ ایک اور کپڑا بھی پہننا پڑتا ہے جو میرے ہاں موجود ہے۔ اگر تم ایک گلاس سکنجبین کا پی کر دکھاؤ تو وہ کپڑا بھی مل جائے گا۔" المعتز نے لبالب گلاس اٹھایا اور غٹ غٹ پی گیا۔ بس پھر کیا تھا جگر کی حرارت کم ہوگئی، مُنہ کا ذائقہ رفتہ رفتہ ٹھیک ہوگیا اور شہزادے صاحب بسترِ علالت سے اُٹھ بیٹھے۔ متوکل طبیب کی اس حکمتِ عملی کا ہمیشہ تشکرانہ انداز میں ذِکر کرتا تھا۔

بعض مورخین نے ایک حکایت درج کی ہے جس سے بختیشوع اور متوکل کے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن متوکل صحنِ حرم میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اوپر سے بختیشوع وارد ہوا۔ اور سلام کلام کے بعد متوکل کے ساتھ چبوترے پر جا بیٹھا۔ اُس روز طبیب دیبائے رومی کی قمیص پہنے ہوئے تھا جس کا دامن ایک کنارے سے قدرے دریدہ تھا۔ متوکل باتیں بھی کرتا جاتا، اور اس پھٹے ہوئے حصّے سے کھیلتا بھی جاتا، یہاں تک کہ اس کی چھیڑ چھاڑ اور شرارت سے وہ شگاف نیفے تک جا پہنچا۔ اُس وقت موضوعِ گفتگو یہ تھا۔ کہ شیطان پر غلبہ حاصل کرنا چاہیے۔ متوکل پُوچھنے لگا

"کیا شیطان پر قابُو پانا ضرُوری ہے؟"

بختیشوع بول اٹھا۔

"بہت ضرُوری ہے اور خصوصًا جب اُس کا ہاتھ شگاف سے ہوتا ہوُا کسی کے نیفے تک پہنچ چکا ہو۔"

متوکل اس قدر ہنسا کہ زمین پر لوٹنے لگا اور حُکم دیا۔ کہ حکیم کو بے شمار دولت اور خوب صورت خلعتیں بہ طور انعام دی جائیں۔

بختیشوع معبد میں لوبان کی دھوُنی کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا۔ لوبان کو جلانے

کے لیے بہ جائے معمولی کو یلوں کے گلاب، درخت لیموں اور بید کے کویلے استعمال کیا کرتا تھا۔ اور اوپر کافور، مُشک، پُرانی شراب اور مصری بید مجنوں کا پانی چھڑکتا تھا۔

ایک دن متوکّل نے کہا "بختیشوع! کبھی ہمیں دعوت تو کھلاؤ" کہنے لگا "بہت اچھا اعلاحضرت" اور انتظام میں مصروف ہو گیا۔ موسم گرما کی شام تھی کہ متوکل طبیب کے گھر میں داخل ہوا۔ آرایش، شان و شکوہ اور شوکت و تجمّل دیکھ کر دنگ رہ گیا بے حد تعریف کی جس سے طبیب کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

خُدا کی شان چند یوم کے بعد خلیفہ کسی بات پر بگڑ گیا۔ فوراً الحسین بن مُخلّد کو حُکم دیا کہ طبیب کے املاک و خزائن پر قبضہ کرلو۔ کہتے ہیں کہ حکیم کے کپڑوں میں سے چار ہزار ایسے طلائی پاجامے برآمد ہوئے جو ارمینیہ کے ابریشم سے تیار ہوئے تھے الحسین سامان کا کچھ حصّہ تو شاہی محل میں پہنچا آیا اور باقی بیچ ڈالا۔ صرف چند چیزیں باقی رہ گئیں۔ یعنی کچھ لکڑی، کویلہ اور شراب وغیرہ۔ جنھیں خود حسین بن مُخلّد نے چھ ہزار دینار پر خرید لیا۔ اور چند یوم کے بعد انھی اشیا کا ایک حصّہ بارہ ہزار دینار پر بیچ ڈالا۔ حمدون نے بادشاہ کے ہاں اس کی بد دیانتی کی شکایت کر دی۔ نیز باقی ماندہ کویلے، لکڑی و شراب کو خریدنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ کچھ کھچا کر چھ ہزار دینار قیمت طے ہوئی۔ حمدون نے رقم ادا کر دی۔ اور صرف چند یوم کے بعد وہی اشیا بارہ ہزار دینار پر فروخت کر ڈالیں۔ یہ واقعہ ۲۴۴ھ کا ہے۔

اس طبیب کی وفات اتوار کے دن ۲۱-۲۲ صفر ۲۵۶ھ کو ہوئی۔ پیچھے ایک لڑکا عبید اللہ نامی اور تین لڑکیاں چھوڑ گیا۔ حکام و وزرائے سلطنت باقی ماندہ مال کی خاطر سدا ان بچوں کے پیچھے پڑے رہتے۔ نتیجتاً ان کی جمعیت بکھر گئی اور پریشان روزگار بن کر بکھر گئے۔

بختیشوع

اپنے زمانے میں مشہور طبیب اور المتقی کا شاہی معالج تھا۔ المتقی کے دربار میں چند اور طبیب بھی موجود تھے۔ مثلاً علی بن[1] الراہبہ۔ انوش اور ثابت بن سنان بن ثابت۔

بختیشوع بن یحییٰ

یہ بختیشوعِ اوّل کی نسل میں سے مشہور طبیب تھا۔ المقتدر باللہ کے ہاں شاہی طبیب کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ وسنان بن ثابت بن قرۃ (ثابت بن سنان مصنفِ تاریخ کا والد) بھی وہیں تھا۔ یہ ہر دو طبیب دربار میں قابل ترین طبیب خیال کیے جاتے تھے۔

حرف التاء

تینکلوش (یا تنکلوشا) پہلا نام زیادہ صحیح ہے۔

بابل کا رہنے والا تھا۔ ایک دفعہ ضحاک[2] نے سات بڑے سیاروں کے نام پر سات محل تیار کرائے۔ اور پھر سات قابل منجموں کو بخش دیے۔ یہ حکیم اُن سات میں سے ایک تھا۔ اس کی ایک مشہور تصنیف کتاب الوجوہ والحدوُد آج تک لوگوں کے پاس موجود ہے۔

---

[1] ابنِ راہبہ کے حالات حرف العین میں۔

[2] پشدادی خاندان کا پانچواں بادشاہ جس کے کندھوں پر دو سانپ تھے۔ اس کے خلاف کاوہ لوہار نے بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا تھا۔ اور اس کی جگہ فریدون فرماں روا بنایا گیا تھا۔

تیاذوق

اُمیہ[1] خاندان کے زمانے میں یہ طبیب کافی مشہور تھا۔ اور حجاج[2] بن یوسف کا معالجِ خاص تھا۔ اس کے بعض شاگردوں نے بھی خاص شہرت حاصل کی۔ جن میں سے ایک فرات[3] بن شحناثا (عیسیٰ[4] بن موسیٰ کا طبیب) منصور عباسی کے زمانے تک زندہ رہا۔

۱؎ اُمیہ بن عبدالشمس بن عبدِمناف بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن قریش .... بن اسمٰعیل۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ معاویہؓ تھا جس نے دمشق میں حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کرکے خود مختاری کا اعلان کردیا تھا۔ معاویہؓ بن ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ (۴۱ھ - ۶۰ھ) کے بعد یزید (۶۰ - ۶۴ھ) پھر معاویہ ثانی بن یزید (۶۴ھ) پھر مروان (۶۴-۶۵ھ) پھر عبدالملک بن مروان بن حکم (۶۵-۸۶ھ) پھر ولید اوّل بن عبدالملک (۸۶-۹۶ھ) پھر سلیمان بن عبدالملک (۹۶-۹۹ھ) پھر عمر بن عبدالعزیز بن مروان (۹۹ - ۱۰۱ھ) پھر یزید بن عبدالملک (۱۰۱ - ۱۰۵ھ) پھر ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ - ۱۲۵ھ) پھر ولیدِ ثانی بن یزید بن عبدالملک (۱۲۵-۱۲۶ھ) پھر یزید بن ولید اوّل (۱۲۶ھ) پھر ابراہیم بن ولید اوّل (۱۲۶ - ۱۲۷ھ) اور آخر میں مروان بن محمدؐ مروان جسے مروان الحمار کہتے تھے تخت نشین ہوا۔ ابومسلم خراسانی کے حملوں نے اس کی کمر توڑدی اور حالتِ فرار میں قتل (۱۳۲ھ) ہوا۔ اس کے بعد عباسی دور شروع ہوا۔ ۲؎ عبدالملک بن مروان کا ایک حاکم۔ جسے پہلے عبداللہ بن زبیرؓ (مکہ) کے خلاف بھیجا۔ اس نے مکے کا محاصرہ کرکے کعبے پر بھی پتھر برسائے۔ اور ابنِ زبیرؓ کا سر کاٹ ڈالا۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن ہیزم امیرِ خراسان کو شکست دی۔ پھر عراق کا گورنر مقرر ہوا۔ عبدالرحمان بن محمد (جو عراق کے اردگرد خلیفہ بن بیٹھا تھا) کو شکست دی۔ دجلہ پر الواسط شہر کی بنا ڈالی۔ چون برس کی عمر میں ۹۵ھ کو فوت ہوا۔ اس نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کیے۔ ۳؎ فرات کا ایک یہودی طبیب تھا جو جوانی میں حجاج اور پھر عیسیٰ بن موسیٰ کا معالج خاص رہا۔ ۴؎ عیسیٰ بن موسیٰ عباسی عہدِ منصور (۱۳۶ - ۱۵۸ھ) میں ولی عہد تھا۔ لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔

توفیق بن محمد بن الحسین بن عبداللہ بن محمد ابو محمد

ممالک غربی کا ایک منجم۔ ادیب و مہندس جو دمشق میں آکر آباد ہوگیا۔ اور یہاں ایسے شاگرد پیدا کیے جو اُستاد کے علم و فہم کے مداح تھے۔ محمد بن تصر بن صغیر (ایک نسخے میں سعیر۔ دوسرے میں صقر اور تیسرے میں صقیر لکھا ہوا ہے) القیسرانی الشاعر بھی اس کا شاگرد تھا۔ اس کی وفات، دمشق میں ۵۱۶ھ کو ہوئی۔

التیمی المقدسی الطبیب

اس کا پورا نام محمد بن احمد بن سعید تھا۔ چوں کہ اس کا نسبی نام (التیمی) اصلی نام سے زیادہ مشہور تھا۔ اس لیے میں نے اس کا حرف التا کے ضمن میں ذکر کیا۔ اس کا دادا سعید بھی بیت المقدس کا مشہور طبیب تھا۔ اس نے طب کی ابتدائی تعلیم دادے سے حاصل کی اور پھر مختلف شہروں میں گھوم کر تعلیم کو مکمّل کیا۔ اس کے معلومات طبّی از بس محکم و مفید تھے اور دواؤں کی تیاری میں اسے یدِطولیٰ حاصل تھا۔ تریاقِ فاروق میں چند مفردات بڑھا کر اسے کامل ترین دوا بنا ڈالا۔ تریاق پر اس کی چند تصانیف بھی ہیں۔ جن میں سے کچھ بڑی کچھ درمیانی اور کچھ چھوٹی ہیں۔ یہ حسن بن عبیداللہ بن طغج (یا طفج) کے دربار میں رہا کرتا تھا۔ جو اس وقت رملہ[۱] و دیگر ہمسایۂ بلاد پر حکمران تھا۔ ان کو ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی۔ طبیب نے امیر حسن کے لیے وہ لخلخے (ایک قسم کی خوش بو) اور معجونیں تیار کیں جو وباؤں کے روکنے کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی تھیں۔

---

[۱] رملہ:۔ رملہ نام کے عجم میں پانچ مواضع ہیں۔ ان میں سے مشہور فلسطین کا رملہ ہے۔ اسی شہر میں ادریس، رملی اور یکی بن زمیلی پیدا ہوئے تھے۔

یہاں سے یہ طبیب مصر میں چلا گیا۔ دولتِ علویہ[1] کا زمانہ تھا اور یعقوب بن کلس مسندِ وزارت پر متمکن تھا۔ (یہ المعز و العزیز ہر دو کا وزیر رہا ہے) پہنچتے ہی یعقوب کا مصاحب بن گیا اور اس کی خاطر کئی جلدوں میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا "مادۃ البقاء باصلاح فسادِ الہواء والتحرز من ضرر الادبار" یہ کتاب قاہرہ میں (معز کا زمانہ تھا) تیار کی۔ المعز کے ہاں دیارِ مغرب و مشرق سے اطبا آیا کرتے تھے۔ جن سے تمیمی کے مناظرے

[1] دولتِ علویہ و خلافتِ فاطمیہ مترادف ہیں۔ اس خاندان کا بانی عبید اللہ تھا جس نے ادارسہ کی مدد سے مراکش میں رسوخ پیدا کر لیا۔ اور خود مختاری کا اعلان کر کے ٹیونس کے پاس ایک شہر مہدیہ کو اپنا دار الخلافہ بنا لیا۔ ۳۵۶ھ میں سلاطین اخشیدیہ سے علویوں نے مصر چھین لیا اور ۳۸۱ھ میں ان کی سلطنت شام سے سواحلِ مراکش تک پھیل گئی۔ جب ۴۴۰ھ میں نازمنز نے مہدیہ و قیروان پر قبضہ کر لیا تو فاطمیوں نے قاہرہ کو پایۂ تخت بنا لیا۔ اس خاندان کو صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۷ھ میں ختم کیا۔ خلفا کی فہرست یہ ہے:-

نمبر شمار	سال جلوس ہجری	نام	نمبر شمار	سال جلوس ہجری	نام
۱	۲۹۷	مہدی ابو محمد عبید اللہ	۸	۴۲۷	مستنصر ابو تمیم
۲	۳۲۲	قائم ابو القاسم محمد	۹	۴۸۷	مستعلی ابو القاسم احمد
۳	۳۳۴	منصور ابو طاہر اسماعیل	۱۰	۴۹۵	منصور امیر ابو علی
۴	۳۴۱	معز ابو تمیم معد	۱۱	۵۲۴	حافظ ابو المیمون عبد المجید
۵	۳۶۵	عزیز ابو منصور نزار	۱۲	۵۴۴	ظافر ابو المنصور اسماعیل
۶	۳۸۶	حاکم ابو علی منصور	۱۳	۵۴۹	فائز ابو القاسم عیسیٰ
۷	۴۱۱	ظاہر ابو الحسن علی	۱۴	۵۵۵-۵۶۷	عاضد ابو محمد عبد اللہ

(طبقاتِ سلاطین اسلام ص ۶۰-۶۱)

اور لمبی لمبی صحبتیں رہتی تھیں۔ تمیمی ایک پُر انصاف مناظر تھا۔ خواہ مخواہ کسی کی تردید نہیں کرتا
تھا اور جب تردید کرتا تھا تو نہایت محکم دلائل کے ساتھ۔
سن ۳۷۰ھ کے قریب تمیمی مصر میں موجود تھا۔

حرف الثاء

ثاؤفرسطس الحکیم

ارسطو کا بھتیجا، شاگرد اور وصی جسے مرتے وقت ارسطو اپنی جایداد وغیرہ کا متولی بنا گیا تھا۔ اُستاد کی وفات کے بعد یہ دار التعلیم میں فرائضِ تدریس سرانجام دیتا رہا۔ عموماً چچا کی تصانیف پڑھاتا۔ بڑا عالم، فہیم و ذہین تھا۔ اس کی تصانیف بہت عالمانہ ہیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الآثار العلویہ۔ ایک مقالہ (۲) کتاب الادب۔ ایک مقالہ
(۳) کتاب مابعد الطبیعہ۔ ایک مقالہ۔ جس کا ترجمہ یحییٰ بن عدی نے کیا۔
(۴) الحِس والمحسوس۔ چار مقالے۔ مترجم ابراہیم بن بکوش العشاری۔
(۵) کتاب النبات۔ مترجم ابراہیم بن بکوش العشاری۔
(۶) کتاب قاطیغوریاس۔ اس کی نسبت ثاؤفرسطس کی طرف درست نہیں۔

ثالیس الملطی

اپنے زمانے کا مشہور فلسفی جو پہلے فیثاغورس کی صحبت میں تھا۔ اور پھر اہلِ مصر سے طبیعیات و فلسفہ سیکھتا رہا۔ یہ پہلا فلسفی ہے جس نے وجودِ خالق کا انکار کیا تھا۔ یہ کہا کرتا تھا

کہ ایک اچھا خدا ان تمام مختلف چیزوں (خیر و شر۔ قبیح و جمیل۔ نور و ظلمت وغیرہ) کا خالق نہیں ہو سکتا۔ ہندستان[1] کے عوام بھی اسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ثامسطیوس

تصانیفِ ارسطو کی تصانیف کے سلسلے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حکیم اپنے زمانے کا مشہور فلسفی تھا۔ یہ لیولیانس مرتد (جس نے نصرانیت چھوڑ کر فلسفیوں کا مذہب قبول کر لیا تھا) کا کاتب تھا۔ جالینوس کے بعد ہوا۔ تفاسیر کے علاوہ جن کا ذکر تصانیفِ ارسطو کے ذیل میں آچکا ہے، مندرجۂ ذیل کتب کا بھی مصنّف تھا۔

(۱) کتاب لیولیانس فی التدبیر (۲) کتاب الرسالۃ الی لیولیان الملک

ثاذوسیوس

یونان کا مشہور ہندس و ریاضی داں، جس کی تصانیف ان فنون پر کافی مشہور ہیں۔ اس کی ایک تصنیف کتاب الاُکَر اتنی عمدہ ہے کہ علما اسے المجسطی سے کم اور اقلیدس سے زیادہ مرتبہ دیتے ہیں۔

---

[1] ہندستان کے عوام کا کبھی یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ موجودات کا کوئی خالق موجود نہیں۔ اگرچند ایسے آدمی کسی زمانے میں پیدا بھی ہوئے ہوں۔ تو انھیں عوام و جمہورِ ہند نہیں کہا جا سکتا۔ قدیم یونانیوں کی طرح ہندستان میں مختلف مظاہر کے لیے مختلف دیوتا (یا نائب خدا یا ربُّ النوع) مانے جاتے ہیں۔ مثلاً ہوا کے لیے وایو۔ آگ کے لیے اگنی۔ بارش کے لیے اندر۔ لیکن ان سب کو بڑے خدا کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس عقیدے کا عدمِ باری کے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں۔

ثاؤن

اسکندریہ کا مشہور مہندس جس کی تصانیف تمام دُنیا میں پھیل چکی ہیں بطلی موس کے بعد ہوا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں :- (۱) کتاب العمل بذات الحلق (۲) کتاب جداول زیج بطلی موس المعروف بالقانون المسیّر۔ (۳) کتاب العمل بالاصطرلاب (۴) کتاب المدخل الی المجسطی

ثیوذوفروس

اسکندریہ کا رہنے والا مشہور ریاضی داں و مہندس جس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :- (۱) کتاب الاکر۔ تین مقالے۔ (۲) کتاب المساکن۔ ایک مقالہ (۳) کتاب اللیل والنہار۔ دو مقالے۔

ثاذون الطبیب

اوائلِ اسلام میں حجاج بن یوسف کا طبیب رہا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کے لیے اصولِ طب مرتب کیے تھے۔ کہتے ہیں کہ حجّاج نے ایک دن ثاذون سے پوچھا "مٹی کھانے کا علاج کیا ہے؟" کہا "تم جیسے فرماں روا کی قوتِ ارادی"۔ حجّاج کے دل میں یہ بات یوں اُتر گئی، کہ پھر زندگی بھر مٹی کھانے کا نام نہ لیا۔

ثیسناس

ایک یونانی خطیب جس نے فلسفہ، خطابت و مناظرہ میں کافی کمال پیدا کیا ہوا تھا۔ غراب الصقلی[1] کا شاگرد تھا۔ اس فلسفے کا مقصد صرف یہ تھا کہ مناظروں میں مقابل کو شکست دی جا سکے۔ اس حکیم نے غراب الصقلی کے ساتھ پہلے کچھ اجرت طے کی اور پھر اس سے یہ فن سیکھنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ فنِ مناظرہ و خطابت میں کمال حاصل کرنے کے بعد اُستاد سے اس امر پر مناظرہ شروع کر دیا کہ تم اُجرت کے حق دار نہیں ہو تفصیل حرف الغین میں غراب کے نیچے دیکھیے۔

ثوسیوس (ثوستیوس)

ایک مشہور یونانی شاعر جس نے فنِ شاعری کو اپنے علم و ہنر سے جلا دی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی محفل میں ثوسیوس کو بُرا بھلا کہا۔ جب شاعر کو اس امر کا علم ہوا تو فوراً یونانی طرز میں کہنے لگا، ایک دفعہ ایک بندر اور ایک کتا اکٹھا سفر کر رہے تھے۔ راہ میں وحشی درندوں کا قبرستان آ گیا۔ بندر کہنے لگا، آ بھائی کُتے! ذرا اِن مُردوں کے لیے دُعا کرتے جائیں۔ کُتے نے پوچھا، میاں بندر! تمھارا اور ان درندوں کا کیا رشتہ؟ بندر کہنے لگا۔ واہ تمھیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ سب کے سب بابدولت کے غلام تھے۔ کُتا کہنے لگا ممکن ہو کہ ایسا ہی ہو۔ کاش ان میں سے کوئی زندہ ہوتا، اور حضورِ والا اس کے سامنے یہ ارشاد فرماتے۔

---

[1] غراب الخطیب الصقلی۔ حالات حرف الغین میں۔

توفیل بن ثوما النصرانی المنجّم الرہاوی (ایک نسخے میں الزہادی)

خلیفہ مہدی کا رئیس المنجّمین، جس نے مشاہداتِ فلکی کو نہایت صحت سے قلم بند کیا۔
تقریباً نوّے برس کی عمر پائی۔

ثابت بن سنان بن ثابت بن قرۃ

المطیع للہ اور الاقطع[1] احمد بن بویہ ابو الحسن کے زمانے میں تھا اور جب تک خلیفہ الراضی زندہ رہا ثابت اس کے دربار میں رہا۔ ثابت فنِ طب کا ماہر اور اس کے اصول و فروع پر پوری طرح حاوی تھا۔ شفاخانۂ بغداد کا طبیبِ اعلیٰ رہا ہے۔ ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابیؔ[2] (جو ایک فصیح منشی تھا) کا ماموں تھا۔ اس کی تصنیف یعنی کتاب التاریخ۔ جس میں ۲۹۰ھ سے ۳۶۳ھ تک کے حالات درج ہیں، دنیا بھر میں وسعت معلومات کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ اس تاریخ پر ہلال بن المحسن کے حواشی بھی موجود ہیں۔ اگر یہ ماموں بھانجے نہ ہوتے تو اس زمانے کے اکثر تاریخی واقعات ضائع ہو جاتے۔

---

[1] الاقطع معز الدولہ ابو الحسن احمد بن بویہ (۳۵۶ - ۳۲۰ھ) آلِ بویہ کا ایک فرماں روا۔ طبقاتِ سلاطین اسلام میں ابو الحسین احمد درج ہے۔

[2] ہلال بن محسن بن ابراہیم الصابیؔ کتاب التاریخ کا مصنف، یحییٰ بن سہل و ابن بطلان کا دوست تھا۔ ابن بطلان نے ہلال کو حلب۔ تکریت۔ انطاکیہ وغیرہ کے حالات کتاب التاریخ میں درج کرنے کے لیے لکھ بھیجے تھے۔ (ملاحظہ ہو حرف المیم المختار کی ذیل میں) ابن سہل کی بیان کردہ حکایات کافی تعداد میں درجِ کتاب ہیں۔ ہلال کی وفات ۴۴۸ھ میں ہوئی۔ ہلال کی بیماری کا ایک دل چسپ قصہ ابو الحسن بن سنان (باب الکنیٰ) کے حالات میں دیکھیے۔

اگر آپ تاریخ کے مفصّل و مسلسل واقعات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں تو ابو جعفر طبری[۱] کی تاریخ پڑھیے۔ یہ تاریخ آغازِ عالم سے ۳۰۹ھ تک کے واقعات بتلاتی ہے۔ پھر احمد[۲] (ایک نسخے میں ابن احمد) بن ابی طاہر اور اس کے بیٹے عبیداللہ کی کتاب دیکھیے۔ اس میں آپ کو دولتِ عباسیہ کا مفصّل ذکر ملے گا (طبری نے خلافتِ عباسیہ کا ذکر نہایت اختصار سے کیا ہے) یہ کتاب بھی تقریباً ۳۰۹-۱۰ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد ثابت کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے طبری کے بعض سنین (جمع سنہ ـ سال) درج کرنے کے بعد ۳۶۳ھ تک کے واقعات بیان کر دیے ہیں۔ اس کے بعد فرغانی[۳] کی کتاب پڑھیے جو تاریخ طبری کے حاشیے پر درج ہے۔ اس نے بعض واقعات ثابت سے بھی زیادہ مفصّل بیان کیے ہیں۔

---

۱ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (۸۳۸-۹۲۲ء) نے بغداد۔ مصر۔ شام وغیرہ کے سفر کے بعد تاریخ الملوک والرسل لکھی جس میں روایات بہ حوالۂ راویان بیان ہوئی ہیں۔ کتاب نہایت قیمتی معلومات سے لبریز ہے۔ طبری کی دوسری مشہور کتاب تفسیر القرآن ہے۔ طبری المتوکل عباسی کے وزیر عبداللہ بن یحییٰ کے لڑکے کا اتالیق بھی رہا ہے۔

۲ ابو الفدا احمد بن ابی طاہر طیفور کی ولادت بہ مقام بغداد ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ طیفور کے آبا و اجداد خراسان سے بغداد میں آئے تھے۔ یہ پینتالیس کتابوں کا مصنف ہے جن میں سے مشہور سرقات الشعرا، تاریخ بغداد اور کتاب المنشور والمنظوم ہیں۔ تاریخِ بغداد کی چھٹی جلد کے سوا جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہے، باقی تمام تصانیف گم ہو چکی ہیں۔ ان کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

۳ احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی، مامون کے عہد میں زندہ تھا۔ یہ مؤرخ بھی تھا اور منجّم بھی۔ اس نے فنِ نجوم کی ایک کتاب کا مقدمہ لکھا تھا۔ یہ کتاب ۱۶۶۹ء میں امسٹرڈم میں بہ مع حواشی طبع ہوئی (قاموس المشاہیر صـ ۱۲۲)

پھر ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابئ کی کتاب کا مطالعہ کیجیے۔ اس نے اپنے ماموں ثابت کے درج کردہ حالات کو بیان کرنے کے بعد ۴۴۷ھ تک کے واقعات درج کر دیے ہیں۔ چوں کہ ہلال منشی لگا ہوا تھا، اور ہر روز سیکڑوں واقعات اس کے قلم سے نکل جاتے تھے، اس لیے اس کی کتاب میں بعض ایسی تفاصیل اور سلطنتوں کے وہ مخفی راز ملتے ہیں جو اور کہیں سے دست یاب نہیں ہو سکتے۔ یہ خود بھی منشی تھا۔ اور اس کا دادا (ابراہیم الصابئ) بھی وقائع نگار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی معلومات دیگر مورخین سے بہت وسیع ہیں۔

ان کتابوں کے بعد غرس النعمۃ محمد بن ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابئ کی کتاب دیکھیے، جس میں تقریباً ۴۷۰ھ تک کے واقعات درج ہیں۔ اس نے کسی رکاوٹ کی وجہ سے کتاب کو نامکمل چھوڑ دیا۔ ورنہ اگر چاہتا تو چند اور سالوں کے واقعات بھی لکھ جاتا۔ اس کے بعد ابن الہمدانی آیا جو ۵۱۲ھ تک کے واقعات لکھ گیا۔ ان میں ابوالحسن بن الراغونی نے ۵۱۷ھ تک کے واقعات کا اضافہ کیا۔ چوں کہ ابن الراغونی اس فن کا آدمی نہ تھا۔ اس لیے اس کی کتاب مقبول نہ ہوئی۔ اس کے بعد العفیف صدقۃ الحداد نے سلسلۂ واقعات کو تقریباً ۵۷۰ھ تک پہنچایا۔ ابن الجوزی[1] نے تقریباً دس سال کا اضافہ کیا۔ اور ابن القادسی نے ۶۱۶ھ تک کے واقعات قلم بند کر ڈالے۔

بہ قولِ ہلال بن المحسن (ثابت کا بھانجا) ثابت کی وفات ۱۱ ذی القعدہ ۳۶۵ھ کو ہوئی۔

---

[1] ابن الجوزی (وفات ۵۹۸ھ = ۱۲۰۰ء)

ثابت بن ابراہیم بن زہرون الحرانی الصابیٔ ابوالحسن

یہ ابواسحٰق ابراہیم بن ہلال الصابیٔ الکاتب کا چچا تھا۔ بغداد میں رہا کرتا تھا۔ بہ حیثیتِ طبیب کافی شہرت کا مالک تھا لیکن دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں بُخل سے کام لیتا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(۱) اصلاح مقالات من کتاب یوحنا بن سرافیون ۔

(۲) کتاب جوابات مسائل سُئل عنہا ۔

ابوالحسن ہلال بن المحسن کہتا ہے کہ ایک دفعہ عزّالدولہ بختیار بن مُعزّالدولہ احمد بن بویہ کا وزیر ابن بقیۃ سخت بیمار ہوگیا۔ مرض کا تعلّق خون سے تھا اور کافی تیز و گرم تھا۔ بیماری کے دوسرے دن وزیر کی فصد کھولی گئی۔ اسی شام کو پاگل ہوگیا اور بیل کی طرح ڈکارنا شروع کردیا۔ کھانا، پینا، سوال وجواب سب متروک۔ مُنہ سے جھاگ بہنے لگی۔ سانس اُکھڑ گئی۔ تنفس تقریباً رُک گیا۔ مُنہ کھنچ گیا، اور موت کے تمام آثار ہویدا ہوگئے۔ جب عزّالدولہ کو خبر پہنچی تو عیادت کے لیے آیا۔ یہ حال دیکھ کر فوراً ابوالحسن ثابت بن ابراہیم الصابیٔ الحرانی اور دیگر اطباے بغداد کو طلب کیا۔ رات بھر سوچتے اور مریض کو دیکھتے رہے لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ ہر سو یاس ہی یاس تھی کہ اتنے میں ابوالحسن ثابت نے دوبارہ فصد کھولنے کا مشورہ دیا۔ لیکن دوسرے طبیبوں نے اس کے خلاف رائے دی۔ ثابت پوچھنے لگا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر فصد کھولی گئی تو مرجائے گا اور یوں بچ رہے گا؟ سب نے جواب دیا کہ بچنا تو محال نظر آتا ہے۔ عزّالدولہ کہنے لگا کہ جب فصد کے بغیر کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پھر ہچکچانے کے کیا معنی؟ ابھی فصد کھول دو۔ چناں چہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر کی بے چینی رفع ہوگئی۔ وہ بے کلی جاتی رہی اور وزیر اچھا بھلا ہوگیا، لیکن بول نہ سکتا تھا۔ چوتھے دن قوتِ گویائی بھی عود کر آئی اور حسبِ دستور

قصرِ شاہی کی طرف نہایت شان سے روانہ ہوا۔ طبیب نے اسے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ فلاں روز تم شاہی محل کی طرف پوری صحت کے بعد سوار ہو کر جاؤ گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ عز الدولہ اور ابن بقیہ ہر دو نے طبیب کو بے شمار دولت بہ طور انعام دی۔

ابو علی بن مکنجا النصرانی الکاتب کہتا ہے کہ جب ۳۶۲ھ میں عضد الدولہ مدینۃ السلام (بغداد) میں بہ معیتِ ابو منصور نصر بن ہارون وارد ہوا تو ابو منصور نے مجھے بُلا کر پوچھا کہ آج کل بغداد میں سب سے اچھا طبیب کون ہے؟ تاکہ اسے بُلا کر عضد الدولہ کا معائنہ کرایا جائے اور پوچھا جائے آیا بغداد کی آب و ہوا اسے موافق ہے یا مخالف وغیرہ وغیرہ۔ میں مشورے کے لیے عبدیشوع الجاثلیق کے پاس گیا۔ وہ کہنے لگا بغداد کے تمام طبیب نالائق ہیں۔ ہاں ابو الحسن الحرّانی اپنا جواب نہیں رکھتا۔ فیروز طبیب (ایک نسخے میں فہروز) کم علم ہے اور ابو الحسن صدیقی بھی کچھ ایسا ویسا ہی ہے۔ بہر حال میں ابو الحسن سے مل کر بات کروں گا کہ آیا وہ عضد الدولہ کی ملازمت کے لیے تیار ہے یا نہیں۔ جب ان کی ملاقات ہوئی، اور تمام ماجرا بیان کیا تو ابو الحسن ملازمت کے لیے تیار ہو گیا لیکن اس شرط پر کہ اسے عضد الدولہ کے مکمل حالات (کھانا۔ پینا وغیرہ) سے پوری طرح آگاہ کیا جائے۔

ابو الحسن عضد الدولہ کے ہاں گیا۔ پہلے اس کی صورت دیکھی، آب و خورش کی کیفیت پوچھی، اس کے بعد فرّاش خاص سے عضد الدولہ کے پرائیویٹ حالات دریافت کیے اور اس کام پر تین دن صرف کر دیے۔

چند دن تک تو بادشاہ کا معائنہ کرتا رہا۔ اس کے بعد دفعتاً آنا جانا بند کر دیا۔ جاثلیق کو خبر پہنچی تو اس نے ترکِ خدمت پر پہلے تو کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی اور پھر وجہ پوچھی۔ ابو الحسن وجہ بتلانے سے کتراتا تھا اور جاثلیق بہت مُصر تھا۔ آخر کہنے لگا۔ میں وجہ بتلاتا تو ہوں لیکن اگر تم نے عضد الدولہ سے سب کچھ کہہ دیا تو میں صاف مُکر جاؤں گا، اور کہوں گا کہ

ف ثابت بن ابراہیم بن زہرون الحرّانی ابو الحسن۔

حضور! یہ مفسد اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کر رہا۔ وعدہ وعید کے بعد ابوالحسن کہنے لگا کہ عضدالدولہ رات کا اکثر حصّہ بیداری میں گزارتا ہے۔ امورِ سلطنت میں بے حد منہمک رہتا ہے۔ کھانے پینے اور مجامعت میں اسراف کرتا ہے۔ اگر یہ کسی وقت بغداد میں پورے ایک سال رہا تو عقل کھو بیٹھے گا اور تمام الزام مجھ پر آئے گا۔ ان حالات میں کنارہ کشی بہتر تھی۔

جاثلیق نے یہ راز مخفی رکھا۔ اور جب عضدالدولہ دوسری بار عراق میں آیا تو واقعی پاگل ہو گیا۔

ابوالحسن[1] بن ابی الفرج بن ابی الحسن بن سنان کہتا ہے کہ ابوالحسن اپنے زمانے کا بہترین طبیب تھا، اور گزشتہ بڑے بڑے اطبا سے کسی طرح کم نہ تھا۔ ابوالحسن بن ابوالفرج مندرجۂ ذیل حکایت سُناتا ہے:۔

"مجھے والد نے یہ بات سُنائی، اور والد کو میرے دادا ابوالحسن نے بتلایا کہ ایک دن میں اور ابوالحسن الحرّانی ابو محمد المہلبی[2] الوزیر کے گھر بیٹھے تھے کہ ابوعبداللہ بن الحجّاج الشاعر نے الحرّانی کی طرف نبض دکھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ الحرّانی نے نبض دیکھ کر کہا۔ آج تم نے کوئی غلیظ غذا بہت زیادہ کھائی ہے۔ تم نے غالباً پھٹا ہوا دُودھ بچھڑے کے گوشت کے بعد پیا ہے۔ شاعر نے جب تصدیق کی تو حاضرین دنگ ہو کر رہ گئے۔

اس کے بعد ابوالعباس بن النجّم نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ نبض دیکھ کر کہنے لگا کہ آپ ٹھنڈی چیزیں بہت کھاتے ہیں اور آج پورے گیارہ انار کھائے ہیں۔ ابوالعباس کہنے لگا یہ طب نہیں نبوّت ہے۔ میں

---

[1] ابوالحسن بن سنان کا پوتا۔ حالات باب الکنیٰ میں۔

[2] ابومحمد الحسن بن محمد المہلبی معزالدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ سلسلۂ نسب مہلب بن ابی صفرہ سے ملتا ہے۔ ۳۳۹ھ میں وزیر بنا اور ۳۵۲ھ میں وفات پائی (وفیات الاعیان لابن خلکان)

خود بھی بے حد حیران ہوا۔ وزیر نے ہمیں اندر بُلا بھیجا اور کہا۔ بھائی یہ معجزات دکھا رہے ہو یا طبابت کر رہے ہو۔ وزیر ابوالحسن کی چند منٹ تک گفتگو رہی، اس کے بعد باہر آئے تو میں نے پوچھا۔ بھائی ابوالحسن! فنِ طب کے تمام اصول و فروع سے تو میں بھی آشنا ہوں لیکن طب کی کسی بات میں یہ لکھا نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز کھائے۔ تو اس کا نام، وزن و تعداد تک بتائی جا سکتی ہے۔ خُدا کے لیے بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ شاعر نے بچھڑے کا گوشت کھایا تھا۔ اور گائے یا بیل کا نہیں کھایا تھا۔ اور کہ انار گیارہ ہی تھے دس نہ تھے۔

الحرّانی کہنے لگا کہ یہ چیزیں پہلے میرے دل میں آتی ہیں پھر انھیں زبان ادا کر دیتی ہے۔ فنِ طب کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے کہا آپ درست فرماتے ہیں۔ ذرا چلیے آپ کی تاریخ پیدائش و جنم پتری دیکھیں۔ جنم پتری پر جو نگاہ پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ سہم الغیب اور سہم السعادۃ جیسے زبردست ستارے مشتری کے درجے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بس مجھے یقین ہو گیا کہ الحرّانی نہیں بولتا بلکہ یہ ستارے بول رہے ہیں۔ اور اس کی فراست و ذہانت کی وجہ یہ ستارے ہیں۔"

المحسن بن ابراہیم الصابئ کہتا ہے کہ ایک دفعہ مجھ پر بخار نے دفعتاً حملہ کر دیا۔ جب چچا جان (ابوالحسن الحرّانی) عیادت کو آئے اور نبض دیکھی تو کچھ کہے بِن چل دیے۔ حضرتِ والد (ابراہیم) نے پوچھا، اتنا تو بتاتے جائیے کہ کس طرح کا بخار ہے۔ فرمانے لگے۔ یہ راز کی بات ہے، آج نہیں بتاؤں گا، ہاں پچاس دن کے بعد کچھ عرض کروں گا۔

اللہ کی قسم وہ بخار ۵۳ دن تک مسلسل رہا۔

ابوالحسن کی پیدایش بہ مقامِ رقّہ[1] شبِ جمعرات (ذی القعدہ کے آخری دو دنوں میں یہ جمعرات وارد ہوئی تھی) ۲۸۳ھ کو ہوئی۔ اور وفات جمعے کی شام۔ (ماہِ شوال کے ابھی گیارہ دن باقی تھے) ۳۶۹ھ کو بغداد میں واقع ہوئی۔

ثابت بن قرّۃ

پورا نسبی نام ثابت بن قرّۃ بن کرایا بن ابراہیم بن ماریوس بن سالا مانس (ایک نسخے میں میلا مانس) ابوالحسن الحرّانی الصابئ۔ اصلی وطن حرّان۔ بعد میں بغداد چلا گیا، اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ فلسفے سے خاص لگاؤ رکھتا تھا۔ المعتضد کے زمانے میں تھا۔ مختلف فنون مثلاً منطق، حساب، علمِ ہندسہ و علم الافلاک وغیرہ پر کافی کتابیں لکھیں۔ اس کی تصنیف کتاب مدخل الی۔ کتاب اقلیدس بہت عمدہ کتاب ہے۔ اس کی تصنیف کتاب مدخل الی المنطق دراصل کتاب الارثماطیقی کا ترجمہ ہے۔ اس نے کتاب حیلۃ البرء کا اختصار بھی لکھا ہے۔

ثابت بہ مقام حرّان ۲۲۱ھ کو پیدا ہوا۔ پیشے کے لحاظ سے صرّاف تھا۔ جب محمد بن موسیٰ بن شاکر بلادِ روم سے واپس آیا تو ثابت سے دوستی گانٹھ لی، اس لیے کہ ثابت بڑا فصیح البیان آدمی تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ثابت حصولِ علم کے لیے محمد بن موسیٰ کے گھر جایا کرتا تھا۔ چوں کہ محمد، ثابت کا استاد بن چکا تھا، اس لیے اُستادی نباہنی پڑ گئی۔ وہ یوں کہ ثابت کو المعتضد کے منجموں میں داخل کرا دیا۔ ثابت نے اپنے رسوخ سے یوں

---

[1] رقّہ مختلف شہروں کا نام رہا ہے۔ مثلاً ایک رقّہ فرات کے کنارے پر۔ دوسرا بغداد کے مغرب میں اور تیسرا اسفل بغداد میں تقریباً ایک فرسنگ دور۔ یہاں اوّل الذکر رقّہ مُراد ہے۔ جو شام کے شمال میں حلب سے ۱۰۵ میل مشرق میں ہے۔ یہاں سے صفّین کا گانو، جہاں علیؓ و معاویہؓ کی جنگ ہوئی تھی، صرف چند میل دور ہے۔

فائدہ اٹھایا کہ سرزمینِ عراق میں صابیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست تسلیم کرالی جس سے ان لوگوں کی مالی حالت درست ہو گئی۔ ثابت کے تعلقات المعتضد سے نہایت دوستانہ تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے سامنے بیٹھ جاتا تھا اور ایک دوسرے سے خوب مخول کرتے تھے۔

تصانیف ابو علی الحسن بن ابراہیم بن ہلال الصابی نے بڑی محنت سے ثابت بن قرۃ کی تمام تصانیف کی ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ثابت کا شجرۂ نسب بھی دیا ہوا ہے۔ وہ فہرست یہ ہے:-

(۱) کتاب فی سکون بین حرکتی الشریان ۔ دو مقالے۔ یہ کتاب کندی کے رد پر مشتمل ہے۔ یہ دراصل سریانی زبان میں تھی۔ ثابت کے ایک شاگرد عیسٰی بن اسید النصرانی نے عربی میں منتقل کی اور ثابت نے اصلاح کی۔ بعض علما کا خیال یہ ہے کہ اس کتاب کا مترجم حُبیش[1] بن الحسن الاعسم تھا۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔

ثابت کی وفات کے بعد ابو[2] احمد الحسین بن اسحٰق المعروف با بن کرنیب نے اس کتاب کا رد لکھا جس میں کوئی خاص بات پیدا نہیں کی۔

تکمیل کے بعد ثابت نے یہ کتاب اسحاق بن حُنین کے پاس بھیجی۔ اسحاق نے بہت تعریف کی اور کتاب کے آخر میں ایک تقریظ بھی لکھی۔

(۲) کتابہ فی شرح السماع الطبیعی (۳) کتابہ فی قطوع الاسطوانۃ و بسیطہا

(۴) کتابہ فی السبب الذی لہ جُعلت میاہ الارض مالحۃ۔

(۵) کتابہ فی اختصار کتاب جالی نوس فی الاغذیۃ ۔ تین مقالے

---

[1] ایک نسخے میں جیش بن الحسن الاعسم دیا ہوا ہے (MÜNCH ۴۴۰ WIEN 1062) حُبیش حُنین بن اسحاق (وفات ۲۶۰ھ) کے شاگردوں میں سے تھا۔

[2] ابن کرنیب بغداد کا مشہور فلسفی تھا۔ حالات آگے آئیں گے۔

(۶) کتاب فی انّ الخطین المستقیمین اذا خرجا علیٰ اقل من زاویتین قائمتین التقیا فی جہۃ خروجہا۔ (۷) ایک اور کتاب اسی مضمون (نمبر ۶) پر

(۸) کتابہ فی استخراج المسائل الہندسیۃ (۹) کتابہ فی المربع وقطرہ

(۱۰) کتاب فیما یظہر فی القمر من آثار الکسوف وعلاماتہ

(۱۱) کتابہ فی علّۃ کسوف الشمس والقمر۔ یہ کتاب مکمل کرنے سے پہلے وفات ہو گئی۔ اس زمانے کے چند علمانے اس کی تکمیل کرنی چاہی لیکن نہ کر سکے۔

(۱۲) جواب لہ عن کتاب احمد بن الطیّب الیہ۔

(۱۳) کتاب الیٰ ابنہ سنان فی الحثِّ علیٰ تعلّم الطب والحکمۃ۔

(۱۴) جوابان عن کتابیٔ محمد بن موسیٰ بن شاکر الیہ فی امر الزمان۔

(۱۵) کتابہ فی المسائل المشوقۃ (۱۶) کتابہ فی انّ سبیل الاثقال التی تُعلّق علی عمودٍ واحدٍ مفصّلۃً علیٰ سبیلہا اذا جُعلت ثقلاً واحداً مبثوثاً فی جمیع العمود علیٰ تساوٍ۔

(۱۷) کتابہ فی مساحۃ الاشکال المسطّحۃ وسائر البُسط والاشکال المجسمۃ۔

(۱۸) کتابہ فی طبائع الکواکب وتاثیراتہا۔

(۱۹) مختصرہ فی الاصولِ من علم الاخلاق (۲۰) کتابہ فی مسائل الطبیب العلیل

(۲۱) کتابہ فی سبب خلق الجبال (۲۲) کتابہ فی ابطاء الحرکۃ فی فلک البروج وسُرعتہا وتوسطّہا۔ (۲۳) تین کتابیں المجسطی پر، جن میں سے ایک مکمل نہ کر سکا۔ اور یہی سب سے بڑی تھی۔

(۲۴) کتابہ فی الاعداد المتحابۃ (۲۵) کتابہ فی آلات الساعۃ التی تسمّی رُخامات

(۲۶) کتابہ فی عمل شکل مجسم ذی اربع عشرۃ قاعدۃ تحیط بہ کرۃ معلومۃ۔

(۲۷) کتابہ فی ایضاح الوجہ الذی ذکر بطلیموس انہ بہ استخرج من تقدمہ مسیرات القمر الدوریۃ وہی المستویۃ۔

(۲۸) کتابہ، فی صفۃ (ایک نسخے میں صنعۃ) استواء الوزن واختلافہ وشرائط ذالک۔

(۲۹) کتابہ، فیما سألہ، ابوالحسن علی بن یحییٰ المنجم[1] من ابواب علم الموسیقی۔

(۳۰) جوامع عملہا لکتاب نیقوماخس فی الارثماطیقی۔ دو مقالے۔

(۳۱) مقالۃ فی الموسیقی۔ (۳۲) اشکال لہ، فی الحیل۔

(۳۳) جوامع عملہا للمقالۃ الاولیٰ من الاربع لبطلیموس۔

(۳۴) جوامع عملہا لباریرمینیاس (۳۵) جواباتہ عن مسائل سألہ عنہا ابوسہل النوبختی۔

(۳۶) کتابہ، فی قطع المخروط المکافی (۳۷) کتابہ، فی مساحۃ الاجسام المتکافئۃ۔

(۳۸) کتابہ، فی مراتب قرأۃ العلوم (۳۹) کتابہ، فی سنۃ الشمس

(۴۰) کتاب فی رویۃ الاہلۃ بالجنوب (۴۱) کتاب فی رویۃ الاہلۃ من الجداول۔

(۴۲) کتابہ، فی العمل بالکرۃ (۴۳) کتاب فی اختصار ایام البحران لجالی نوس تین مقالے

(۴۴) کتاب فی النبض (۴۵) مختصرلہ فی الاسطقسات لجالی نوس۔

(۴۶) کتاب فی اختلاف الطول

(۴۷) کتاب فی اشکال طرق الخطوط التی یمر علیہا ظل المقیاس

(۴۸) کتاب فی الشکل الملقب بالقطاع (۴۹) مقالۃ فی الہندسۃ الفہا لاسمٰعیل بن بلبل (۵۰) کتاب فی وجع المفاصل والنقرس۔

(۵۱) کتاب فی صفۃ کون الجنین (۵۲) کتاب فی المولودین لسبعۃ اشہر۔

(۵۳) جوامع عملہا لکتاب بقراط فی الاہویۃ والمیاہ والبلدان

(۵۴) کتاب فی البیاض الذی یظہر فی البدن (۵۵) کتاب فی العروض۔

(۵۶) جوامع عملہا لکتاب جالی نوس فی الذبول والادویۃ المنقیۃ........

---

[1] برلن کے دو نسخوں میں ابن المنجم درج ہے۔ (برلن نمبر ۵۰۳۴ اور نمبر ۵۸۶۰)

(۵۷) کتاب فی الاکارۃ (۵۸) جوامع علمہا لکتاب جالی نوس فی الاعصار الالمنۃ

(۵۹) کتاب فی اوجاع الکُلی والمثانۃ واوجاع الحصی (۶۰) کتاب فی جوامع انالوطیقا الاول۔

(۶۱) منطق پر تین مختصر کتابیں (۶۲) مقالۃ فی اختیار وقت لسقوط النطفۃ۔

(۶۳) ما وُجد فی کتابہ فی النفس (۶۴) کتاب فی التصرف فی اشکال القیاس

(۶۵) کتاب فی ما اغفلہ ثاون فی حساب کسوف الشمس والقمر۔

(۶۶) مقالۃ فی حساب کسوف الشمس والقمر (۶۷) کتاب فی الانوار

(۶۸) کتاب فی الطریق الی اکتساب الفضیلۃ (۶۹) کتاب فی النسبۃ المولّفۃ

(۷۰) رسالۃ فی العدد الوفق (ایک نسخے میں الفوق، دوسرے میں القوف دیا ہوا ہے)

(۷۱) مقالۃ فی تولّد النار بین حجرین (۷۲) مقالۃ فی النظر فی امر النفس ۔

(۷۳) کتاب فی العمل بالممتحن (ایک نسخے میں بالمنجمین ہے) وترجمۃ ما استدرکہ علی حبش فی الممتحن (۷۴) کتاب فی مساحۃ قطع الخطوط (۷۵) کتاب فی آلۃ الزمر۔

(۷۶) جوامع علمہا لجالی نوس فی الادویۃ المفردۃ ۔

(۷۷) کئی کتابیں مشاہداتِ فلکی پر سریانی وعربی ہردو زبانوں میں ۔

(۷۸) کتاب فی تشریح بعض الطیور (۷۹) کتاب فی اجناس ما تنقسم الیہ الادویۃ ۔

(۸۰) کتاب فی اجناس ما توزن بہ الادویہ (۸۱) کتاب فی ہجاءِ السریانی واعرابہ من العربی۔

(۸۲) مقالۃ فی تصحیح مسائل الجبر بالبراہین الہندسیۃ (۸۳) کتاب فی الصُفار وصنافہِ وعلاجہ

(۸۴) اصلاحہ للمقالۃ الاُولی من کتاب ابلونیوس فی قطع النسبۃ المحدّدہ ۔ دو مقالے ۔ پہلے مقالے کی تو ثابت نے خوب تفسیر وتشریح کی ۔ اور بہت عمدہ اصلاح بھی کی لیکن دوسرے مقالے کی اصلاح نہ کرسکا ۔ اس لیے سمجھ میں نہیں آتا ۔

(۸۵) اسحٰق بن حُنین نے المجسطی کو عربی میں منتقل کیا تھا۔ ثابت نے اس کی نہایت عمدہ اصلاح کی ۔ اور اس کتاب کا ایک عمدہ ، اعلا واضح ومشرح نسخہ تیار کیا جو ثابت

ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔

(۸۶) المجسطی کا اختصار لکھا۔ اور تیرھویں مقالے کو جوں کا توں رہنے دیا۔کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ اس مقالے کا اختصار ناممکن تھا۔

(۸۷) المجسطی کے پہلے دو مقالوں کی شرح لکھی۔ جسے بعض معاصرین نے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے

(۸۸) اقلیدس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ نیز دو دفعہ اصلاح کی۔ دوسری اصلاح پہلی سے بہ درجہا اچھی ہے۔

(۸۹) اقلیدس کے چودھویں و پندرھویں مقالے کی شرح لکھی (الحسن بن ابراہیم الصابی نے جو نسخہ تیار کیا تھا۔ اس میں اس امر کا ذکر تھا)

(۹۰) علم نجوم و ہندسہ پر چند مختصرات، جو ثابت نے محمد بن موسیٰ بن شاکر کی اولاد کے لیے لکھی تھیں۔ یہ مختصرات بہ مع ترجمۂ ثابت خود ثابت کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

(۹۱) جوابات۔ دو جزء۔ ان سوالات کے جواب جو المعتضد نے پوچھے تھے۔

(۹۲) رسالۃ فی عددِ البقارطہ۔ (۹۳) کلام فی السیاسۃ جس کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے

(۹۴) جواب لہ عن سبب الخلاف میں زیج بطلیموس و بین الممتحن۔

(۹۵) اُن سوالات کے جوابات جو سند بن علی نے پوچھے تھے۔

(۹۶) رسالۃ فی حلِّ رموز کتاب السیاسۃ لافلاطون۔

(۹۷) اختصارہٗ لقطاغوریاس و باریرمانیاس والقیاس۔

ثابت نے ایک زبان سے دوسری زبان میں کافی تراجم کیے ہیں جن سے ہر صاحبِ علم واقف ہے۔

ثابت کی طرف مندرجہ ذیل دو کتب بھی منسوب ہیں ما دل ذخیرہ، یہ کتاب

عربی زبان میں ایک اہم کتاب ہے۔ دوم رسالۃ فی مذہب الصابئین، عربی
ہیں نے ایک روز ابوالحسن ثابت بن سنان (ثابت بن قرہ کے پوتے) سے ان کتب کے متعلق
پوچھا تو کہنے لگا۔ ان دو کتب کی نسبت ثابت بن قرّہ کی طرف غلط ہے۔ اس کی فہرستِ
تصانیف میں اِن کا کہیں نام نہیں ملتا۔

ثابت نے سُریانی زبان میں بھی چند کتب اپنے مذہب کے متعلق لکھی ہیں مثلاً
(۹۸) رسالۃ فی الرسوم والفرائض والسُّنن (۹۹) رسالۃ فی تکفین الموتیٰ و دفنہم
(۱۰۰) رسالۃ فی اعتقادِ الصابئین (۱۰۱) رسالۃ فی الطہارۃ والنجاسۃ۔
(۱۰۲) رسالۃ فی السبب الذی لاجلہ الغز الناس فی کلامہم
(۱۰۳) رسالۃ فیما یصلح من الحیوان للضحایا و مالا یصلح۔ (۱۰۴) رسالۃ فی اوقاتِ العبادات
(۱۰۵) رسالۃ فی ترتیب القرأۃ فی الصلوٰۃ وصلوات الابتہالِ الی اللہ عزّ وجلّ۔
(۱۰۶) ایک سُریانی کتاب، ۵۰۰ اوراق پر مشتمل، جس کا ایک باب عِلم موسیقی پر تھا۔
یہ کتاب عربی میں منتقل نہ ہو سکی۔

ثابت نے موسیقی و علم ہندسہ پر کافی کتابیں لکھی ہیں

حکایت ابوالحسن[1] بن سنان الصابیؒ کہتا ہے:۔

"میرے ایک بزرگ نے ایک دن مجھے یہ حکایت سُنائی کہ ایک دفعہ ہمارا
دادا ثابت بن قرّۃ شاہی محل کی طرف جا رہا تھا کہ ایک گھر کے پاس
رونے دھونے کی آواز سُنی۔ وہیں ٹھیر گیا اور پوچھنے لگا کہ آیا وہ قصاب
جو اس دُکان پر بیٹھا کرتا تھا، مر گیا ہے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں، کل دفعۃً
چل بسا۔ ثابت کہنے لگا۔ وہ نہیں مرا، مجھے اس کی میّت تک لے چلو۔
قصاب کے گھر جا کر عورتوں کو رونے پیٹنے سے منع کیا۔ اور نرم سی غذا

---

[1] ابوالحسن بن سنان بن ثابت بن قرّہ الحرّانی الصابی۔ حالات آگے آئیں گے۔

تیار کرنے کی ہدایت کی۔ پھر ایک غلام کو کہا کہ قصاب کے ٹخنوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کرو۔ ہاتھ اس کی نبض پر رکھ لیا۔ اور کچھ دیر کے بعد ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک پیالہ منگوایا۔ بغل سے دوا کی ایک شیشی نکالی۔ تھوڑی سی دوا پانی میں ملا کر قصاب کے مُنہ میں انڈیل دی۔ اور قصاب پی گیا۔ ہر طرف شور مچ گیا کہ "مُردہ جی اٹھا، مُردہ جی اٹھا"۔ طبیب بہ مشکل بڑے دروازے تک پہنچا تھا کہ قصاب نے آنکھیں کھول لیں۔ اسے وہ نرم غذا کھلائی گئی۔ طبیب واپس آکر کچھ دیر قصاب کے پاس بیٹھا۔ باتوں میں مشغول تھا کہ اوپر سے شاہی پیادے حکیم کو بُلانے کے لیے آ پہنچے۔ حکیم شاہی محل کو چل دیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم قصرِ شاہی تک ساتھ گیا۔ جب خلیفہ کے سامنے پہنچا، تو خلیفہ پوُچھنے لگا۔ ثابت! آج تم نے کمال کر دیا۔ اصل معاملہ کیا تھا۔ ثابت کہنے لگا۔ جہاں پناہ! بات یہ ہے کہ میں جب بھی قصاب کی دُکان کے پاس سے گزرتا تھا۔ تو وہ بکرے کا دل چیر کر اور کچھ نمک چھڑک کر کھا رہا ہوتا تھا۔ میں اس کی اس حرکت سے نفرت تو کرتا تھا لیکن روکنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ آخر مجھے یقین ہو گیا کہ اس پر مکمل سکتے کا حملہ ہو گا۔

میں چند روز سے اس حملے کی علامات دیکھ رہا تھا۔ اس لیے دوا کی ایک شیشی ہر وقت پاس رکھتا تھا۔ آج جب اس کی دُکان پر سے گزرا اور رونے پیٹنے کا شور سُنا تو پوُچھا کہ کیا قصاب مر گیا ہے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ کل اچانک۔ تو میں جھٹ سمجھ گیا کہ سکتے کا شکار ہوا ہے۔ میں اندر گیا اور نبض دیکھی تو بند تھی۔ میں نے ایک غلام کو ہدایت کی کہ اس کے ٹخنے پر چند ایک ضربیں لگائے۔ تاکہ نبض میں کچھ حرکت

پیدا ہو۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ پھر میں نے اس کے منہ دوا ڈال دی۔ کچھ دیر کے بعد اُس نے آنکھیں کھول لیں۔ اور اُسے نرم غذا کھلائی گئی۔ آج رات کو وہ تیتر کے شوربے سے روٹی کھائے گا اور کل اُٹھ کر چلنے پھرنے لگ جائے گا۔"

ثابت بن سنان (مصنفِ تاریخ) کا دادا ثابت بن قرۃ جمعرات کے دن ۲۶ ماہِ صفر ۲۸۸ھ کو چل بسا۔ ثابت کے دوست ابو احمد یحییٰ بن علی بن یحییٰ المنجم[1] الندیم نے ثابت کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

(۱) اللہ کے بغیر ہر ذی حیات کو آخر مرنا ہے۔ ایک مسافر کے واپس آنے کی اُمید تو ہو سکتی ہے، لیکن جو مر جائے وہ واپس نہیں آسکتا۔

(۲) کچھ لوگ چلے گئے ہیں اور بعض یہاں بہ دستور خیمہ زن ہیں جب مسافر کسی زمین میں اُترتے ہیں تو کچھ سو جاتے ہیں اور کچھ آگے چل پڑتے ہیں۔

(۳) علومِ فلسفہ اس کے فراق میں رو رہے، اور روشنیاں مدھم پڑ رہی ہیں۔

(۴) ثابت کے انتقال پر اس کے اقربا بے حد پریشان ہیں، اس لیے کہ آج علم کا ایک محکم مینار منہدم ہو گیا ہے۔

(۵) جب موت کا فرشتہ آپہنچا تو ثابت کی طب اور اس کے احباب و اقارب اُسے نہ بچا سکے۔

(۶) اگر موت کو روکا جا سکتا، تو ثابت کے بہادر حمایتی اُسے ضرور بچا لیتے۔

(۷) اس کے بھائی اس کی محبت کی آج تعریفیں کر رہے ہیں۔ سچ ہے، الٰہی قضا کو روکنا محال ہے۔

(۸) اے ابو الحسن، ہمیں یوں چھوڑ کر نہ جا کہ تیری جدائی کا صدمہ ہم سب کو پچھاڑ کر رکھ

---

[1] یحییٰ بن علی بن یحییٰ المنجم الندیم المتوفی ۳۰۰ھ کے حالات باب الگنی میں ملاحظہ فرمائیے

دے گا۔

حرف الجیم

جالی نوس

یونان کے ایک شہر فرغاموس[1] کا رہنے والا مشہور فلسفی، جو اپنے زمانے میں اطبّا کا امام اور علمائے طبیعی کا رئیس سمجھا جاتا تھا۔ اس نے فنِ طب و علم البرہان وغیرہ پر نہایت عمدہ کتابیں لکھی ہیں جن کی فہرست خود جالی نوس نے مرتب کی ہے۔ اس فہرست کے ابتدا میں ان تصانیف کے طریقۂ تعلیم پر بحث کرنے کے علاوہ یہ بھی بتلایا ہے کہ کس کتاب کو پہلے پڑھا جائے اور کس کو بعد میں۔ کتابوں کی تعداد ۱۰۰ سے زائد ہے۔

ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی[2] لکھتا ہے کہ جالی نوس حضرت مسیح سے تقریباً ۲۰۰ دو سو سال، بقراط سے تقریباً چھ سو سال اور اسکندر اعظم سے تقریباً پانچ سو سال بعد گزرا تھا۔ ارسطو کے بعد بقراط و جالی نوس جیسا کوئی اور حکیم پیدا نہیں ہوا۔

ابنِ جلجل الاندلسی کہتا ہے کہ فرغاموس (جالی نوس کا شہر) یا فرغمین قسطنطنیہ کے مشرق میں ایشیا کا ایک شہر تھا۔ جہاں ایک بہت بڑا جیل خانہ تھا۔ ملوکِ یونان جس پر ناراض ہو جاتے اُسے اس جیل خانے میں ڈال دیتے۔ یہ حکیم رومیہ کے چھٹے قیصر[3] نیرون

---

[1] قسطنطنیہ سے مشرق کی طرف ایشیا میں ایک شہر (تاریخ الحکما ص ۱۲۳) [2] مسعودی مشہور مورخ اور مروج الذہب کا مصنف ہے ۳۳۲ھ میں ہندستان آیا۔ اور ۳۴۶ھ میں وفات پائی (وفیات الاعیان لابن خلکان) [3] سیزر (۱۰۲-۴۴ قم) سے پہلے روم میں جمہوریت تھی۔ سیزر نے ۴۷ قم میں اعلانِ ملوکیت کیا۔ اور اس کے بعد سلسلۂ قیاصرہ چل پڑا۔ سیزر پہلا قیصر تھا۔ دوسرا اوکٹیوین سیزر (۶۳ قم تا ۱۴ء) تیسرا ٹیبریس (۱۴-۳۷ء) چوتھا گائس کالی گولا (۳۷-۴۱ء) پانچواں کلاڈیس (۴۱-۵۴) اور چھٹا نیرو (NERO) (۵۴-۶۸ء)

کے زمانے میں تھا۔ سیاحت کا بہت شوق رکھتا تھا۔ روٗمیہ میں دو دفعہ گیا۔ روٗمیہ کے بادشاہ سے مل کر زخمیوں کا علاج کیا کرتا تھا۔

سترہ۱۷ برس کی عمر میں طب، فلسفہ اور ریاضی میں کمال پیدا کر لیا۔ چوبیس سال کی عمر میں ہر فن مولا بن گیا۔ اس نے بقراط کے علم کو جلا دی اور اس کی درسی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ جالی نوس حقیقتاً اپنے زمانے کا بڑا فاضل تھا۔

روٗمیہ میں چند علمی مجالس بنی ہوئی تھیں۔ جن کے سامنے یہ علمی تقاریر کیا کرتا تھا۔ یہی وہ تقریریں ہیں، جن سے دُنیا کو اس کی منزلتِ علمی کا پتا چلا۔ اس کا والد علمِ مساحت میں بے نظیرِ زماں تھا۔ نصرانیت کو فروغ اسی کے زمانے میں حاصل ہؤا تھا۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے جالی نوس کو کہا کہ قیصر بیت المقدس کے آخری ایام میں ایک ایسا انسان (مسیح) پیدا ہؤا تھا، جو مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کر دیتا تھا اور مُردوں کو زندہ کیا کرتا تھا۔ جالی نوس کہنے لگا کہ کیا اُس بزرگ انسان کے ساتھیوں میں سے کوئی باقی بھی ہے؟ راوی نے کہا کہ ہاں ہے۔ حکیم روٗمیہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کے ارادے سے چل پڑا۔ راہ میں ارادہ بدل گیا، اور صقلیہ (اب اس کا نام سلطانیہ[1] ہے) جا نکلا۔ بقیہ ایام زندگی وہیں گزارے اور اس کی قبر بھی وہیں ہے۔ اس کی عمر ۸۸ برس تھی۔

یہ حکیم طب کا سب سے بڑا محسن۔ مفسّر و شارح تھا۔ اس نے طب پر سولہ دیوان مرتب کیے۔ جن کا ایک دوٗسرے سے تعلق ہے، اور طب کے طالب العلم کا فرض ہے کہ وہ ان کو غور سے پڑھے بلکہ یاد کر لے۔ جالی نوس علم البرہان کا بھی بڑا بھاری فاضل تھا، اور اس فن پر تقاریر بھی کیا کرتا تھا۔

---

[1] سلطانیہ عراقِ عجم کا ایک مشہور شہر ہے جو قزوین سے انیس۱۹ فرسنگ کے فاصلے پر واقع ہے۔ ارغوان خان بن ایاقا خاں بن ہلاکو خاں نے اسے بنایا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی زمانے میں صقلیہ (سسلی) کو بھی سلطانیہ کہتے ہوں۔ لیکن اس پر کوئی اور شہادت نہیں مل سکی۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیکا)

جالی نوس نے ایک کتاب ردِّ شعرا اور ایک اغلاط عوام پر لکھی ہے، علم تشریح پر سترہ مقالے لکھ گیا ہے۔

اس حکیم کے زمانے میں پیروانِ ارسطوؔ کی ایک جماعت اصحاب المظلہ کے نام سے مشہور تھی۔ یہ لوگ روحانی بھی کہلاتے تھے، اور ان کا خیال یہ تھا کہ روح انسانی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ جالی نوس نے اس اصول کی تردید میں ایک کتاب فی الاسباب الماسکۃ لکھی۔ مسئلہ فصد میں اسقلبیاذس کی تردید کی سوفسطائین اور چند دیگر متقدمین کی لغزشیں واضح کیں، اور ایک کتاب اصحاب الحیَل کے خلاف لکھی۔ اپنی تصنیف فی الامراض العسرۃ البرء میں ایک بزرگ کی کہانی جو اصحاب الحیل میں شمار ہوتا تھا، یوں درج کی ہے:

"میں شہر رومیہ میں گھوم رہا تھا کہ ایک مقام پر مجھے آدمیوں کا ایک جھمگٹا نظر آیا۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بازاری حکیم دھواں دھار تقریر کر رہا ہے، اور کہ رہا ہے کہ میں حلب کا رہنے والا اور جالی نوس کا شاگرد ہوں۔ جالی نوس نے اپنے تمام علوم میرے سینے میں بھر دیے ہیں۔ یہ لو، اس وقت صرف ایک دوا سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ دوا دانتوں کا کیڑا نکالنے میں اکسیر ہے۔ اگر کسی کے دانت میں درد ہو تو آگے آئے۔ چناں چہ ایک شخص آگے بڑھا۔ حکیم نے لوبان اور درخت اہل کے شیرے سے تیار کردہ ایک معجون سی نکالی اور کوئلوں پر رکھ کر مریض کے مُنہ کی طرف بڑھائی۔ اس کے دھوئیں سے مریض نے آنکھیں بند کرلیں۔ حکیم نے ایک ڈبیہ سے چھوٹا سا کیڑا نکالا اور پہلے اس کے مُنہ میں لے گیا، اور پھر نکال کر کہنے لگا۔ یہ لیجیے حضور، کیڑا، اپنی آنکھ سے ملاحظہ فرمالیجیے۔

جب لوگوں نے حکیم کا یہ کمال دیکھا تو جو کچھ پاس تھا، اس کے آگے ڈال دیا۔ جب میں نے یہ صورتِ حالات دیکھی تو ذرا آگے بڑھ کر کہا۔ لوگو! میں جالی نوس ہوں۔ اس حکیم نے میری شاگردی کا غلط دعوا کیا ہے۔ اور تم سے یہ محض چالاکی کے زور پر پیسے وصول کر رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے بادشاہ کو یہ قصّہ سنایا۔ بادشاہ نے اُسے گرفتار کر لیا۔"

اسی طرح کی شعبدے بازیاں دیکھ کر جالی نوس نے کتاب فی اصحاب الحیل لکھی، کتاب قاطاجالنس میں مذکور ہے کہ جالی نوس رؤمیہ کے شفاخانے میں زخمیوں کا علاج کیا کرتا تھا۔ زیرِ علاج زخمی بے علاج زخمیوں سے پہلے شفایاب ہوتے تھے۔ اس طریقِ علاج سے حکیم کی شہرت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔

حکیم تقلید سے متنفر اور تحقیق کا شیدائی تھا۔ قل قلطار[1] دیکھنے کے لیے قبرص میں اور سفید چاک کی خاطر جزیرہ[2] لمنوس میں گیا اور ان کا بہ نظر تحقیق معائنہ کیا۔

جالی نوس کے زمانے میں کتاب پڑھنے کے وہ اصول رائج نہ تھے، جو اُس نے خود وضع کیے تھے۔ جالی نوس ہر روز پہلے کسی کتاب کا ایک جز پڑھ لیتا۔ پھر شام کے وقت اساتذہ کے ہاں جاتا اور انھیں سب کچھ سنا دیتا۔ اس کے اساتذہ اسے انوکھا انسان کہا کرتے، جس کی ہر بات عجیب ہوتی تھی۔

جالی نوس بادشاہوں کا دستِ نگر نہ بنا اور ہر متقدم پر برسا۔ اگر یہ حکیم پیدا نہ ہوتا تو علوم و فنون مٹ جاتے۔ اس نے علم کی کم زور بنیادوں کو ازسرِ نو اٹھایا۔ غوامض کو بے نقاب کیا۔ اور مشکلات کو حل کیا۔ اس کے زمانے میں چند اور فلسفی بھی موجود تھے لیکن آج ان کے نام سے دنیا قطعاً نا آشنا ہے۔

---

[1] قل قلطار کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ [2] درّہ دانیال کے مغربی دروازے سے چالیس میل جانبِ مغرب ایجین سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ۔

محمد بن اسحٰق الندیم اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ جالی نوس بقراط سے چھ سو پچپن سال بعد آیا۔ اور یہ اپنے زمانے کا رئیس الاطبا تھا۔ اور یہ اُن بڑے بڑے اطبا میں سے آٹھواں ہے جن کا پہلا اسقل بیاذس (موجدِ طب) تھا۔ جالی نوس کا اُستاد ارمینس رؤمی تھا۔ اغلوقن (جالی نوس کا ہم عصر فلسفی) سے بھی استفادہ کیا۔ اس نے چند مقالات اغلوقن کی طرف منسوب کیے ہیں۔ اور ان کے درمیان کچھ علمی مناظرے بھی ہوتے رہے۔

جالی نوس اپنی کتاب الاخلاق کے پہلے مقالے میں وفا پر بحث کرتے ہوئے ایک ایسی قوم کی مثال پیش کرتا ہے جس کے چند آدمی ایک ظالم نے پکڑ لیے۔ انھیں بے شمار اذیتیں دیں اور کہا کہ جب تک اپنے دیگر دوستوں کا گلہ نہیں کروگے، رہائی نہیں ہوگی۔ اِن مظلوموں نے بے انتہا مظالم برداشت کیے۔ لیکن یہ ذلت گوارا نہ کی۔ یہ واقعہ اسکندری سن کے پان سو چودھویں سال میں ظہور پزیر ہوا تھا اور جالی نوس کا زمانہ بھی تقریباً یہی ہے۔

ایک اور جماعت کا خیال یہ ہے کہ جالی نوس ملوک الطوائف کے زمانے میں پیدا ہوا۔ اور قباذ بن شابور بن اصغان (ایک نسخے میں اصغار اور دوسرے میں اصفار ا) کے زمانے میں موجود تھا۔

یحییٰ نحوی اور اسحاق بن حُنین کے حساب کے مطابق جالی نوس کی وفات سے اب تک (۳۳۲ھ) تقریباً گیارہ سو ساٹھ سال گزر چکے ہیں۔

بادشاہوں کے ہاں جالی نوس کی بڑی قدر تھی۔ اُن سے اکثر ملتا تھا۔ شہروں میں پھر پھر کر لوگوں کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ چوں کہ رؤمیہ کا بادشاہ جذام کا بیمار تھا اس لیے اس کے: ..... علاج کی خاطر اکثر رؤمیہ جایا کرتا تھا۔

جالی نوس اور اسکندر الافرودیسی کی اکثر ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور اسکندر

اسے خچر کے سر والا جالی نوس کہا کرتا تھا۔ یہ اس لیے کہ خچر کا سر بڑا ہوتا ہے۔ جالی نوس کی موت ملوک الطوائف کے زمانے میں واقع ہوئی۔ اس حکیم اور حضرت مسیح کے درمیان صرف ستاون[1] سال کا زمانہ تھا۔

کسی آدمی نے عبید اللہ بن جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع سے پوچھا کہ جالی نوس کے زمانے کے متعلق علما میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا آپ کوئی قطعی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ عبید اللہ نے اس سوال کا جواب ایک ضخیم رسالے میں دیا مورخین کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد۔ اس معاملے میں ہارون بن عزون (ایک نسخے میں عزور ہے) الراہب کی تاریخ کو زیادہ قابلِ اعتماد قرار دیا۔ ہارون نے اپنی تاریخ میں اُن تمام ملوک وقیاصرہ کا ذکر کیا ہے جو اسکندرِ اعظم کے بعد آئے تھے۔ متعلقہ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"پھر طریانوس[2] تختِ سلطنت پر بیٹھا اور انیس[19] سال حکومت کی۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس نے ایرانیوں سے انطاکیہ واپس لیا تھا۔ اور

---

[1] زمانۂ جالی نوس کے متعلق مصنف مختلف اقوال وآرا کا حوالہ دے رہا ہے۔ ایک مقام پر مسیح و جالی نوس کے درمیان دو سو سال بتلا چکا ہے۔ اور وہ المسعودی کی تحقیق تھی۔ یہ ستاون سال والی رائے علما کی ایک اور جماعت کی ہے۔ [2] ہارون بن عزون کی تاریخوں اور موجودہ محققین کی متعین کردہ تاریخوں میں کافی اختلاف ہے۔ ان تفاصیل کے مطابق طریانوس کا زمانۂ جلوس (۸۱-۹۳ء) ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ جالی نوس کی ولادت ۱۳۰ء یعنی طریانوس کے دسویں سالِ جلوس میں تسلیم کرتے ہیں اور انسائیکلوپیڈیا میں طریانوس یعنی (TRAIAN) کا زمانۂ سلطنت از ۹۸ء تا ۱۱۷ء دیا ہے۔ اسی طرح ادریانوس یعنی (HADRIAN) کا عہدِ جلوس از ۱۱۷ء تا ۱۳۸ء (یعنی اکیس سال) اور انطونینوس (انطی موس یعنی (ANTONINUS) کا عرصۂ حکومت از ۱۳۸ء تا ۱۶۱ء یعنی ۲۳ برس دیا ہوا ہے۔

فلسطین کے وائسرائے کو لکھا تھا کہ میں نے عیسائیت کو کچلنے کی جس قدر کوشش کی، یہ ترقی کرتی گئی۔ اب مناسب یہی ہے کہ تلوار نیام میں ڈال لی جائے اور عیسائیوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہی وہ بادشاہ تھا جس کے دسویں سالِ جلوس میں جالی نوس پیدا ہوا تھا۔ طریانوس کے بعد اذریانوس اکیس سال تک فرماں روا رہا۔ اس کے بعد انطونینوس نے بارہ سال حکومت کی اور ایلیوپولیس شہر کی بنیاد ڈالی۔ جسے آج کل بعلبک[1] کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کے زمانے میں جالی نوس منظرِ عام پر آیا۔ اور اس نے جالی نوس سے کچھ کام بھی لیا تھا۔

جالی نوس اپنی کتاب عمل التشریح کے مقالۂ اولیٰ میں لکھتا ہے کہ میں نے یہ کتاب قیصر انطونینوس کے اوائلِ جلوس میں اُس وقت لکھی تھی جب میں پہلی بار رومیہ آیا تھا۔

یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جب جالی نوس رومیہ میں پہلی دفعہ آیا تھا تو اس کی عمر تیس برس کی تھی۔ اگر اذریانوس کے عہدِ حکومت کو جو اکیس سال تھا، خارج کر دیا جائے تو جالی نوس کی پیدائش طریانوس کے دسویں سال میں بنتی ہے۔ حضرت مسیح کا رفع، قیصر[2] طاباریوس کے انیسویں سالِ جلوس میں ہوا تھا۔ اُس وقت سے

---

[1] اس شہر کی بنیاد حضرت سلیمان نے ڈالی تھی۔ کسی وقت یکہ (لبنان و قدیم لبنان کے درمیان) کا تجارتی مرکز تھا۔ بعل کے معنی آفتاب ہیں۔ یہاں آفتاب پرست رہتے تھے۔ یہ شہر شام کے مشہور شہروں میں سے تھا۔ جسے حضرت ابو عبیدہؓ نے عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں (۱۵ھ) فتح کیا تھا۔ آج اس شہر کے صرف آثار باقی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۴)

[2] طاباریوس (TIBRIUS) کا معرب ہے۔ جس نے از ۱۴ء تا ۳۷ء حکومت کی۔ حضرت عیسیٰ کا رفع اس کے انیسویں سالِ جلوس یعنی ۳۲ء میں ہوا تھا۔

ولادتِ جالی نوس تک تہتّر سال بنتے ہیں ۔"

اسحاق بن حُنین اپنی تاریخ میں یحییٰ نحوی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہو کہ جالی نوس کی عمر ستاسی برس تھی ۔ سترہ سال تک تعلیم حاصل کی اور ستّر برس فرائضِ تدریس انجام دیے ۔ بہ قولِ اسحاق[1] جالی نوس کی وفات سے سنہ ۲۹۰ھ تک آٹھ سو پندرہ برس گزر چکے تھے ۔ اگر اس میں جالی نوس کی مدتِ زندگی یعنی ستاسی برس اور سنِ عیسوی کے باقی تہتّر سال شامل کر دیے جائیں ۔ تو یہ سنہ ۹۷۵ء بنے گا ۔ یہ بیان زیادہ قریب الصحۃ ہو ۔

واللہ اعلم

جالی نوس کے ایک قول سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرتِ مسیح کا رفع الی السما پہلے ہو چکا تھا ، وہ قول یہ ہو :-

"نصاریٰ کی جماعت رموز و معجزات پر ایمان رکھتی ہو ۔ ان لوگوں کے اعمال فلسفیانہ ہیں ۔ یعنی جماع سے مرد و زن ہر دو بچتے ہیں ۔ ان میں سے چند ایسے افراد (مرد و زن) بھی دیکھنے میں آئے جو عمر بھر جماع سے مجتنب رہے ۔ نفس پر پورا پورا ضبط رکھتے ہیں ۔ کھانے اور پینے میں بے پروا ہیں ۔ انصاف ان کی گھُٹّی میں پڑا ہوا ہو ۔ یہ لوگ حقیقی فلسفی ہیں ۔"

---

[1] اسحاق نے حساب میں غلطی کھائی ہو ۔ جالی نوس کا سالِ پیدایش سنہ ۷۳ء ہو ۔ ستاسی برس کی عمر پائی ۔ وفات سنہ ۱۶۰ء ۔ سنہ ۱۶۰ء سے سنہ ۲۹۰ھ تک سات سو تینتالیس برس بنتے ہیں نہ کہ آٹھ سو پندرہ ۔ سنہ ہجری سنہ ۶۲۲ء میں شروع ہوا تھا ، چوں کہ قمری سال شمسی سال سے تقریباً گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہو ۔ اس لیے ہر سو سال میں تین سال کا فرق پڑ جاتا ہو ۔ بہ دیگر الفاظ سو (۱۰۰) شمسی سال ایک سو تین (۱۰۳) قمری سالوں کے مساوی ہوتے ہیں ۔ اس حساب سے اگر سنہ ۲۹۰ھ کو عیسوی میں تبدیل کرنا چاہیں تو نو (۹) سال کم کر کے چھ سو بائیس (۶۲۲) جمع کر دیں گے حاصل آئے گا سنہ ۹۰۳ء نہ کہ سنہ ۹۷۵ء ۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ نصاریٰ میں رہبانیت میح سے سَو سال بعد آئی تھی اور خصوصاً وہ رہبانیت جس کا ذکر جالی نوس نے کیا ہو (کہ وہ تلاشِ خیر۔ عدل۔ پاکیزگی۔ تصدیق۔ معجزات و حصول سعادت شرعیہ و عقلیہ میں فلسفیوں سے کم نہ تھے) کم از کم سَو سال بعد کی پیداوار ہو۔ اس قول سے جالی نوس کے زمانے کی تعیین دشوار نہیں۔

تصانیف محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب میں لکھتا ہو:۔

"حُنین کی خوش بختی ملاحظہ ہو کہ حُبیش بن الحسن الاعسم اور عیسیٰ بن یحییٰ کے تیار کردہ تراجم حُنین کی طرف منسوب ہو چکے ہیں۔ جب ہم تصانیفِ جالی نوس کی اُس فہرست پر نگاہ ڈالتے ہیں جو حُنین نے علی بن یحییٰ[۱] کے لیے مرتب کی تھی تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ حُنین کے اکثر تراجم سریانی زبان میں تھے۔ ہاں ان سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس نے بعض عربی تراجم کی اصلاح ضرور کی ہو اور کہیں کہیں تنقید بھی۔"

جالی نوس کی سولہ درسی تصانیف کی فہرست

(۱) کتاب الفِرق۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔
(۲) کتاب الصناعۃ۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔
(۳) کتاب الیٰ طوثرن فی النبض۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔
(۴) کتاب الیٰ اغلوقن فی التاتّی لِشفاء الامراض۔ دو مقالے۔ مترجم حُنین۔
(۵) کتاب المقالات الخمس فی التشریح۔ مترجم حنین۔
(۶) کتاب الاسطقصات۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین
(۷) کتاب المزاج۔ تین مقالے۔ مترجم حُنین۔

---

[۱] علی بن یحییٰ منجم ابوالحسن۔

(۸) کتاب القوی الطبیعۃ - تین مقالے - مترجم حُنین -

(۹) کتاب العلل والامراض - چھ مقالے - مترجم حُنین -

(۱۰) کتاب تعارف علل الاعضاء الباطنۃ - چھ مقالے - مترجم حُنین -

(۱۱) کتاب النبض الکبیر - سولہ مقالے - مترجم حُبیش - ایک مقالے کا حُنین نے عربی میں ترجمہ کیا ہے - کتاب کے چار حصے ہیں -

(۱۲) کتاب الحمیات - دو مقالے - مترجم حُنین (۱۳) کتاب ایام البحران - تین مقالے مترجم حُنین -

(۱۴) کتاب البحران - تین مقالے - مترجم حُنین - (۱۵) کتاب حیلۃ البرء - یہ کتاب چودہ مقالوں میں ہے - حُبیش نے اسے عربی میں منتقل کیا - پہلے چھ مقالوں کی حُنین نے اصلاح کی اور باقی آٹھ کی محمد بن موسیٰ نے -

(۱۶) کتاب تدبیر الاصحاء - اس کے چھ مقالوں کا حُبیش نے ترجمہ کیا -

جالی نوس کی باقی تصانیف

(۱۷) کتاب التشریح الکبیر - پندرہ مقالے - مترجم حُبیش -

(۱۸) کتاب اختلاف التشریح - دو مقالے - مترجم حُبیش -

(۱۹) کتاب تشریح الحیوان المیّت - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۲۰) کتاب تشریح الحیوان الحیّ - دو مقالے - مترجم حُبیش -

(۲۱) کتاب علم بقراط بالتشریح - پانچ مقالے - مترجم حُبیش -

(۲۲) کتاب علم ارسطوطالیس فی التشریح - تین مقالے - مترجم حُبیش -

(۲۳) کتاب تشریح الرحم - ایک مقالہ - حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا -

(۲۴) کتاب حرکات الصدر والرئۃ - اصطفن بن بسیل نے عربی میں ترجمہ کیا - اور حُنین نے اصلاح کی - تین مقالے - (۲۵) کتاب علل النفس - دو مقالے - اصطفن نے ترجمہ کیا - اور حُنین نے اپنے بیٹے کی خاطر اصلاح کی -

(۲۶) کتاب حرکۃ العضل۔ ایک مقالہ۔ اصطفن نے ترجمہ کیا اور حُنین نے اصلاح کی۔

(۲۷) کتاب الصوت۔ چار مقالے۔ حُنین نے محمد بن عبدالملک الزیات کی خاطر عربی میں منتقل کی۔

(۲۸) کتاب الحاجۃ الی النبض۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُبیش۔

(۲۹) کتاب الحرکۃ المجہولۃ۔ ایک مقالہ۔ حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۳۰) کتاب الحاجۃ الی النفس (ایک نسخے میں الی التنفُّس)۔ ایک مقالہ۔ نصف کا ترجمہ اصطفن نے اور نصف کا حُنین نے کیا۔

(۳۱) کتابُ آراءِ بُقراط و افلاطون۔ دس مقالے۔ مترجم حُبیش۔

(۳۲) کتابُ منافع الاعضا۔ سترہؔ مقالے۔ حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا۔ اور حُنین نے اغلاط کی تصیح کی۔

(۳۳) کتاب خِصب البدن۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین (ایک نسخے میں حُبیش)

(۳۴) کتاب افضل الھیٔیات (ایک نسخے میں ہئیت اور دوسرے میں الحیواۃ ہے)۔ ایک مقالہ۔ حُنین نے عربی و سریانی ہردو میں ترجمہ کیا۔

(۳۵) کتاب سُوءِ المزاج المختلف۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔

(۳۶) کتاب الامتلاء۔ ایک مقالہ۔ مترجم اصطفن۔

(۳۷) کتابُ الادویۃ المفردۃ۔ گیارہ مقالے۔ مترجم حُنین۔

(۳۸) کتابُ الاورام۔ ایک مقالہ۔ مترجم ابراہیم بن الصلت

(۳۹) کتاب المَنی۔ دو مقالے۔ مترجم حُنین۔

(۴۰) کتاب المولود لسبعۃ اشہر۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔

(۴۱) کتاب المرۃ السوداء۔ ایک مقالہ۔ مترجم اصطفن۔

(۴۲) کتاب داۃ التنفس۔ تین مقالے۔ حُنین نے اپنے بیٹے کی خاطر ترجمہ کیا۔

(۴۳) کتاب تقدمۃ المعرفۃ۔ ایک مقالہ۔ مترجم عیسیٰ بن یحییٰ۔

(۴۴) کتاب الذبول - ایک مقالہ - ترجمۂ حُنین -

(۴۵) کتاب الفصد - ایک مقالہ - عیسیٰ بن یحییٰ نے اصطفن کے ترجمے کا ترجمہ کیا -

(۴۶) کتاب صفات لصبی یُصرع - ایک مقالہ - ابن الصلت نے عربی و سریانی میں منتقل کی -

(۴۷) کتاب التدبیر الملطف - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۴۸) کتاب قوی الاغذیہ (ایک نسخے میں الاعضا) - تین مقالے - مترجم حُنین -

(۴۹) کتاب تدبیر بقراط للامراض الحادّۃ - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۵۰) کتاب الکیموس - ایک مقالہ - ثابت - شملی اور حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا -

(۵۱) کتاب الادویۃ المقابلۃ للادواء - دو مقالے - عیسیٰ بن یحییٰ نے ترجمہ کیا -

(۵۲) کتاب ترکیب الادویۃ - سترہ مقالے - مترجم حُبیش الاعسم -

(۵۳) کتاب الیٰ ثراسابولوس - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۵۴) کتاب التریاق الیٰ قیصر - ایک مقالہ - مترجم یحییٰ[1] ابن البطریق -

(۵۵) کتاب فی انّ الطبیب الفاضل فیلسوف - مترجم حُنین -

(۵۶) کتاب الریاضۃ بالکرۃ الصغیرۃ - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۵۷) کتاب فی کتب بقراط الصحیحۃ - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۵۸) کتاب الحثّ علیٰ تعلّم الطب - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۵۹) کتاب محنۃ الطبیب - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۶۰) کتاب مایعتقدہٗ رأیاً - ایک مقالہ - مترجم ثابت -

(۶۱) کتاب البرہان - پندرہ مقالے - کچھ حصّہ گُم ہو چکا ہے -

(۶۲) کتاب تعریف المرء عیوبہٗ - ایک مقالہ - توما نے ترجمہ کیا، اور حُنین نے اصلاح دی -

---

[1] مراد یوحنا ابن البطریق مامون کا غلام، جس نے کئی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا -

(۶۳) کتاب الاخلاق - چار مقالے - مترجم حُبیش -

(۶۴) کتاب انتفاع الاخیار باعدائہم ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۶۵) کتاب ماذکرہ افلاطون فی طیماؤس - تیئس مقالے - بیس کا ترجمہ حُنین نے اور تین کا ترجمہ اسحاق نے کیا -

(۶۶) کتاب فی انّ المحرک الاوّل لا یتحرک - ایک مقالہ - حُنین، عیسٰی بن یحیٰی و اسحاق نے اس کا ترجمہ کیا -

(۶۷) کتاب فی انّ قوی النفس تابعۃ لمزاج البدن - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۶۸) کتاب عدد المقاییس - مترجم اصطفن و اسحاق موخرالذکر نے اپنے بیٹے کے لیے ترجمہ کیا -

مجھے جالی نوس کی ایک تصنیف کتاب الفصد پڑھنے کا اتفاق ہوا - یہ کتاب کافی ضخیم ہے - کم از کم رسالے سے بڑی ہے - حُنین بن اسحاق نے اسے یونانی سے عربی میں منتقل کر کے کافی اصلاح کی - کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا جس کا ملخص یہ ہے کہ طبیب کو اپنے علم و ہنر پر پورا بھروسا ہونا چاہیے - اس مقدمے میں جالی نوس کی مندرجۂ ذیل کہانی بھی درج کی ہے :-

"میں (جالی نوس) نے نوبہ[1] کے گرد و نواح میں بعض ایسی وحشی قومیں دیکھی ہیں جو وقتِ ضرورت ایک دوسرے کی فصد کھول لیتی ہیں - ایک دفعہ میں نے ایک جنگلی کو دیکھا کہ دوسرے کی فصد کھول رہا تھا - بہ جائے شاہ رگ کے ایک اور چھوٹی سی رگ کو کانچ کے ٹکڑے سے کھولنا چاہا، کانچ اندر ہی ٹوٹ گیا - مضروب (مریض) کی رگیں

---

[1] نوبۃ صعیہ مصر کے جنوب میں ایک قصبہ ہے - جہاں حضرت بلال رضؓ پیدا ہوئے تھے - یمن کے ایک گانو کا نام بھی نوبہ ہے - (قاموس فیروز آبادی)

پٹھوں سے زیادہ سخت تھیں کہ باندھنے سے پھولتی نہ تھیں اور کھول دینے سے سکڑتی نہ تھیں "

جالی نوس کا یہ فقرہ ظاہر کرتا ہو کہ جالی نوس مصر بھی گیا تھا۔ اس لیے کہ نوبہ جنوب مصر میں ہو۔ اور یہ وحشی قبائل مصر کے جنوب میں رہتے ہیں۔

جبرئیل بن بختیشوع بن جورجیس بن بختیشوع الجندیسا بوری

یہ ایک کامل و فاضل طبیب تھا۔ جس نے فنِ طب پر کچھ تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ ہارون الرشید و خلفائے مابعد کے درباروں میں رہا، اور اپنے والد کی طرح شان و شوکت حاصل کی۔ یہ جندیسا بور کا رہنے والا تھا۔ جندیسا بور کے اطبا اپنے فن میں ہمیشہ مشہور رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ ان کے پاس قدیم شاہانِ ایران کے زمانے کا علم موجود تھا جس سے دوسرے اطبا محروم تھے۔ یہی علم ان کی شہرت و وجاہت کا باعث بنتا رہا۔

جندیسابور کہتے ہیں کہ جب قیصرِ روم[1] نے شاپور[2] بن اردشیر کو شام میں شکست دی اور انطاکیہ پر قبضہ کر لیا تو شاہِ ایران نے صلح کی درخواست کی اور استحکامِ محبت کے لیے قیصرِ روم کی لڑکی سے شادی کا ارادہ ظاہر کیا۔ قیصرِ روم راضی ہو گیا، اور اپنی لڑکی کو ایران میں بھیجنے سے پہلے وہاں قسطنطنیہ جیسا ایک شہر بنایا جس کا نام جندیسابور رکھا۔

---

[1] قیصرِ روم کا نام فیلس تھا۔ اور ایک نسخے میں فیلبس دیا ہوا ہو۔ (تاریخ الحکما صد ۱۳۳)

[2] شاپور ۲۳۰ء میں تختِ نشین ہوا۔ اور ۲۴۱ء میں روم پر حملہ کیا۔ اس وقت قیصر گارڈین سوم ($\frac{۲۳۸}{۲۴۴}$) تختِ روم پر متمکن تھا۔ قیصر نے شاپور کو شکست دی۔ چودہ سال بعد شاپور نے روم پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور قیصر کو زندہ پکڑ لیا (سائکس کی تاریخ ایران جلد اوّل باب ۳۶)

جندیساپور کے متعلق ایک اور روایت یہ ہو کہ موجودہ جندیساپور کی جگہ پہلے ایک گانو آباد تھا، جو ایک شخص جندا کے قبضے میں تھا۔ شاپور کو یہ گانو اس قدر پسند آیا کہ یہاں ایک عالی شان شہر بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ جندا اس جگہ کو بڑی سے بڑی رقم پر بھی فروخت کرنے کو تیار نہ تھا۔ آخر شاپور کے اصرار پر جندا یہاں تک مان گیا کہ شہر مل کر بنایا جائے۔ چناں چہ کام شروع ہوگیا۔ جب رہ گزر پوچھتے کہ یہ عمارت کون بنوا رہا ہو۔ تو کاری گر کہتے، جنداو سابور۔ شہر کا نام ہی جندیساپور پڑ گیا۔

جب یہ شہر تیار ہوگیا اور قیصر نے اپنی لڑکی وہاں بھیجی تو اس کے ہمراہ ہر پیشہ وفن کے ماہرین بھی بھیج دیے۔ کچھ اطبا بھی ساتھ آئے جنھوں نے نوجوانانِ جندیساپور کو فنِ طب کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ ان کا اپنا علم بھی ترقی کرتا گیا۔ لوگوں کے مزاج کے مطابق قواعد و طرقِ علاج وضع کیے۔ ہر قوم سے فائدہ اٹھایا اور اس فن میں یہاں تک کمال پیدا کیا کہ دُنیا نے ان کو اطبائے ہند و یونان سے بھی زیادہ قابل سمجھنا شروع کر دیا۔ ان حضرات کی تصانیف ان کے کمالِ فن پر شاہد ہیں۔

کسریٰ کے بیسویں سالِ جلوس میں یہ تمام اطبا ایرانی دربار میں طلب ہوئے چند روز تک طبی مسائل پر بحث و مناظرہ رہا۔ کئی مشکلات حل ہوئیں اور کئی اسرار بے نقاب ہوئے۔ اس مجلس کی سرگزشت پڑھ کر حیرت آتی ہو کہ کس قدر اہم مسائل زیرِ بحث رہے۔ اور یہ لوگ علم و فضل کے کس مقامِ بلند تک پہنچے ہوئے تھے۔ یہ اجلاس چند حضرات کی کوششوں سے منعقد ہوا تھا۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

جبرئیل درستاباز شاہی طبیب۔ السوفسطائی اور اس کے اصحاب۔ یوحنّا وغیرہ۔

جب منصور تختِ خلافت پر بیٹھا، اور بغداد کی تعمیر سے فارغ ہو چکا تو بیمار

پڑ گیا۔ اس نے علاج کے لیے جندیساپور سے جورجیس بن بختیشوع کو طلب کیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

جب ۱۷۵ھ میں جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ تو ہارون الرشید نے بختیشوع کو جعفر کے علاج کی اجازت دے دی۔ اُن دنوں یہ دستور تھا کہ شاہی حکیم شاہی فرمان کے بغیر کسی اور کا علاج نہ کر سکتا تھا۔ جب جعفر شفایاب ہو گیا تو بختیشوع سے کہنے لگا کہ میرے لیے کوئی نہایت قابل طبیب تلاش کرو۔ بختیشوع بولا، کہ میرا بیٹا جبرئیل قابل ترین طبیب ہے۔ (مجھ سے بھی زیادہ لائق) اسے مقرر کر لو۔ جعفر نے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو خلوت میں بُلا کر ایک مخفی بیماری کے متعلق مشورہ لیا۔ جبرئیل نے علاج شروع کر دیا۔ اور جعفر صرف تین دن میں اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد جعفر اور جبرئیل کے تعلقات یہاں تک گہرے ہو گئے کہ ایک دوسرے کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے تھے۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ ہارون رشید کی ایک کنیز کا ہاتھ ہوا میں پھیلا ہوا رہ گیا۔ طبیبوں نے ہزار سر پٹکا۔ مالش کی۔ ٹکور دی اور دوائیں پلائیں لیکن بے فائدہ۔ ہارون نے جعفر سے ذکر کیا۔ جعفر نے جبرئیل کا نام پیش کیا۔ کہا۔ بُلاؤ۔ جب جبرئیل پیش ہوا تو ہارون نے پُوچھا۔ تم طب کے متعلق کیا جانتے ہو؟ کہا۔ جہاں پناہ! میں گرم کو سرد۔ سرد کو گرم۔ تر کو خشک اور خشک کو تر بنا سکتا ہوں۔ ہارون ہنس دیا۔ اور اس کنیز کے علاج کا حکم دیا۔ جبرئیل نے بعد از معائنہ عرض کی۔ عالم پناہ! دماغ میں ایک تجویز آئی ہے۔ اگر جان کی پناہ ملے اور عتاب سے امان حاصل ہو تو بندہ عمل کرے۔ ہارون نے کہا۔ جو جی میں آئے کرو۔ ما بدولت ناراض نہیں ہوں گے۔ کہا۔ ذرا اُس کنیز کو یہاں محفل میں بُلائیے۔ جب کنیز سامنے آئی تو جبرئیل دوڑ کر آگے بڑھا اور اس کے تن جامہ میں یوں ہاتھ ڈالا، گویا اُس کنیز کو برہنہ کرنا چاہتا

تھا۔ کنیز سخت جھینپی، چہرہ شرم وحیا سے سُرخ ہو گیا۔ پہلے جُھکی، پھر ایک جھٹکے سے سمٹی۔ اور یک دم دونوں ہاتھ آبِ رُو بچانے کے لیے آگے کو نکلے۔ تمام حاضرین انگشت بہ دنداں رہ گئے۔ بادشاہ نے فوراً پانچ لاکھ درہم کا انعام عطا فرمایا، اور ساتھ ہی اپنا طبیبِ خاص بنالیا۔

جب جبرئیل سے اُس کنیز کی بیماری کی وجہ پوچھی گئی، تو کہنے لگا کہ جماع کے وقت کوئی رقیق مادہ اس کے تمام اعضا میں گھوم رہا تھا۔ یہ اُس وقت حرکت کی وجہ سے گرم تھا۔ جماع کے بعد ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے وہ مادہ اعصاب میں جم گیا۔ اب اسے گرما کر نکالنے کی سبیل صِرف یہی تھی کہ کنیز کو کسی حیلے سے گرمایا جائے۔

طبیب میں اس قدر ذہانت و ذکاوت ہونی چاہیے کہ وہ حسبِ موقع کوئی نئی بات پیدا کر سکے۔

جبرئیل ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گیا کہ ہارون الرشید ہر معاملے میں اُس سے مشورہ لینے لگا۔ ایک دِن تمام درباریوں کو بُلا کر کہا کہ آیندہ ہر قسم کی درخواستیں وغیرہ جبرئیل کی معرفت آئیں۔ مَیں صِرف اس کی سفارش پر عمل کروں گا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑے بڑے امرا و حکام طبیب کی خوشامد کرنے لگے۔

جبرئیل پندرہ سال تک ہارون کی خدمت میں رہا۔ خُدا کی شان کہ اس تمام عرصے میں خلیفہ بیمار نہ ہوا۔ جب طوس میں خلیفہ آخری دفعہ بیمار ہوا، تو جبرئیل پر جو گزری اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

یوسف بن ابراہیم مولا ابراہیم بن المہدی بیان کرتے ہیں کہ مولا[۱] ابو اسحٰق ابراہیم بن مہدی نے جبرئیل بن بختیشوع سے پوچھا کہ جالی نوس کا وطن کہاں تھا۔ جواب

---

[۱] مامون کا چچا اور خلیفہ مہدی کا بیٹا۔ پیدائش ۱۶۲ھ وفات ۲۲۴ھ۔ آپ کا مزار "سُرّ من رائی" میں ہے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ عربی از محمد ثابت الفندی وغیرہ جلد اوّل صفحہ ۳۰)

میں کہنے لگا:۔

"جالی نوس کی زندگی میں اُس کا مولد، ممالکِ رُوم کے عین وسط میں تھا۔ لیکن اب سلطنتِ رُوم کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ اُس وقت سلطنتِ رُوم کی حدُود یہ تھیں: مشرق میں دریائے فرات پر ایک گانو نقیا۔ جو مضافاتِ انبار[۱] میں سے تھا۔ یہ گانو ایک قسم کی چھاؤنی تھی۔ جہاں رُوم وایران کے لشکر بہ مع امرائے افواج جمع ہوا کرتے تھے۔ دجلہ کی طرف رُوم کی آخری حد دارا[۲] تھی۔ جس پر کبھی رُومی اور کبھی ایرانی قابض ہو جاتے۔ دارا و رأسُ العین کا درمیانی علاقہ رُوم وایران کی جولان گاہ بنا ہوا تھا۔ شمال کی طرف ارمینیہ اور مغرب کی طرف مصر آخری حد تھی۔ ہاں کبھی کبھی رُومی ارمینیہ پر قبضہ جما لیتے تھے۔"

یُوسف بن ابراہیم مولا:۔ "میرے ناقصِ علم میں آج تک رُومیوں نے ارمینیہ پر قبضہ نہیں کیا۔ آپ کو غالباً ارمیناس کے لفظ سے دھوکا ہوا ہوگا۔ ارمیناس سلطنتِ رُوم کا ایک شہر ہے۔ جس کے باشندوں کو اہلِ رُوم اب تک ارمن کہتے ہیں۔"

میرے اس اعتراض پر مولا ابواسحاق ابراہیم بن المہدی نے جبریئل کی تائید کی اور ایک خوب صورت چٹائی دکھائی۔ جس پر رُومیہ کے ایک باغ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ بیچ میں خوب صورت لڑکیاں کھیل رہی تھیں، اور اس پر شاہِ رُوم کا نام لکھا ہوا تھا۔ مَیں نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔

سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے جبریئل نے کہا:۔

---

[۱] انبار بغداد سے گیارہ فرسخ کے فاصلے پر ایک شہر، جس کی بنیاد لہراسپ کیانی نے رکھی تھی۔ (نزہت صہ ۳۷)

[۲] دارا و رأس العین دیار بکر کے شہر ہیں۔

"جالی نوس کے مولد کا نام سرنا[1] اور بہ قولِ بعض سمرنا ہے۔ یہ گاؤں قرۃ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ جب ایک دفعہ ہارون الرشید قرۃ کے قُرب وجوار میں خیمہ آرا ہوا، تو میں نے گزارش کی۔ جہاں پناہ! میرے اُستادِ اکبر (جالی نوس) کا گھر یہاں سے صرف دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ اگر اجازت ہو تو زیارت کر آؤں اور کچھ کھا پی بھی لوں۔ تاکہ معاصرین کے سامنے اتنا تو کہہ سکوں کہ میں جالی نوس کے گھر گیا تھا۔ اور وہاں کھانے پینے کی خوب بہار اُڑائی تھی۔ میری بات پر ہارون ہنس دیا اور کہنے لگا۔ جبرئیل مجھے خطرہ ہے کہ کہیں رومی فوج کے نرغے میں نہ آجاؤ۔ میں نے عرض کی۔ عالم پناہ۔ رومیوں میں یہ کہاں ہمت ہے کہ آپ کی فرودگاہ کے قریب آسکیں۔ اس کے بعد ہارون نے ابراہیم[2]

---

[1] جالی نوس کے حالات میں درج ہے کہ وہ فرغاموس کا رہنے والا تھا۔ فرغاموس قسطنطنیہ کے مشرق یعنی ایشیا میں ایک شہر تھا۔ یہاں سرنا یا سمرنا کو مولدِ جالی نوس بتایا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ فرغاموس و سمرنا ایک ہی شہر کے مختلف نام ہوں۔ آج سمرنا کے بالکل قریب ایک شہر کا نام قاریہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قرہ کی مسخ شدہ صورت ہو۔ [2] ابراہیم بن عثمان بن نہیک ہارون الرشید کا ایک ندیم تھا۔ جب ہارون نے برامکہ کو تباہ کر دیا، تو ابراہیم برامکہ کا ذکر کر کے رویا کرتا۔ اور مجالس کو قصاص پر اُکساتا۔ بسا اوقات مجلسِ عیش میں بیٹھے بیٹھے چلّا اٹھتا واجعفراہ وا سیداہ۔ اس کے لڑکے نے باپ کی رپورٹ کر دی۔ ہارون نے دربار میں بُلایا۔ وہاں جب خلیفہ نے پوچھا تو رو کر کہنے لگا۔ آہ! جعفر کا مثل دُنیا میں کیسے مل سکتا ہے۔ اس پر ہارون نے کہا چل ملعون، دُور ہو۔ جب ابراہیم جا رہا تھا، تو اس کے لڑکے نے بڑھ کر ایک ہی وار میں باپ کا کام تمام کر دیا۔ یہ غالباً ۱۸۰ھ کا واقعہ ہے۔

(البرامکہ طبع پنجم مصنفہ عبدالرزاق کانپوری صفحہ ۱۵۵)

بن عثمان بن نہیک کو حکم دیا کہ جبرئیل کے ساتھ پان سو آدمی کر دو۔ میں نے مزاحاً کہا کہ حضور میں نے اُستاد کے گھر کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ ہارون نے ایک زور کا قہقہہ لگایا اور کہا کہ اب تیرے ہمراہ ایک ہزار سوار بھیجوں گا۔ قہرِ درویش بہ جانِ درویش۔ میرے پاس زیادہ سے زیادہ دس آدمیوں کا کھانا تھا اور پیچھے ایک پوری فوج آرہی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں گا۔ اسی سوچ میں مقامِ مقصود آگیا۔ گھوڑوں سے اُترے۔ تو کیا دیکھا کہ ہر طرف سے کھانوں کی پلیٹیں چلی آتی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہاں مسافروں کے لیے ہر وقت کافی مقدار میں کھانا تیار رکھا جاتا ہے۔ پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد فوج کے چند نوجوان شراب خانے میں چلے گئے۔ خوب شراب اُڑائی۔ کباب کھائے۔ اور سورج ڈوبنے کے قریب واپس آئے۔"

ابراہیم بن المہدی:۔ کیا جالی نوس کے گھر کے کھنڈرات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ حکیم ایک امیر آدمی تھا؟

جبرئیل۔ کیوں نہیں۔ اس کے گھر کے کچھ کمروں کا مُنہ مشرق کی طرف بعض کا مغرب اور بعض کا جنوب کی طرف ہے۔ شمال کی طرف کسی کا مُنہ نہ تھا۔ اس وقت شہر کے شمال کی طرف دریائے فرات بہتا تھا۔ تمام بڑے بڑے لوگ مثلاً فلسفیانِ روم و امرائے ایران وغیرہ اپنے گھر اسی طرز پر بناتے تھے کہ کمروں کا مُنہ شمال کی طرف نہ ہو۔ وجہ یہ کہ شمال رو کمروں میں سورج کی روشنی نہیں آسکتی۔ اس لیے ایسے گھر رہائش کے قابل نہیں ہوتے۔

جالی نوس ملوکِ روم کا خادم تھا۔ اور روم کے بادشاہ ہر بات میں اعتدال پسند و میانہ رو تھے۔ اگر جالی نوس کے گھر کا دیگر رومی منازل سے

مقابلہ کیا جائے تو اس کے گھر کی شان کچھ زیادہ ہی نظر آئے گی۔ کمرے زیادہ اور صحن فراخ۔ ہاں اس وقت صرف کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔ جالی نوس کے گھر کی بعض چھتیں اب تک سالم ہیں۔ جنھیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حکیم بڑا مہماں نواز، جواں مرد و سخی تھا۔ (ورنہ ایک آدمی کو اتنے کمرے کیا کرنے تھے)۔ اس پر ابراہیم خاموش ہو گیا۔

یوسف بن ابراہیم مولا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ شاہانِ روم ہر معاملے میں میانہ رو تھے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ سخاو مروت و انعام و اکرام میں بھی میانہ روی سے کام لیتے ہوں گے۔ جس سے خادم و مخدوم ہر دو کی شان میں فرق آجاتا ہو گا۔

اگر ایک طرف سلاطینِ روم کی میانہ روی اور جالی نوس کی قیام گاہ پر نگاہ ڈالی جائے، اور دوسری طرف امیر المومنین (ہارون الرشید) کی سخاو مروت اور آپ کے دولت کدے کو دیکھا جائے تو لازماً ہم اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جالی نوس کی قیام گاہ کو جو نسبت فرماں روائے روم کے محل سے تھی وہی نسبت آپ کے دولت کدے کو قصرِ خلیفہ سے ہے۔

جبریئل کا قاعدہ تھا کہ کبھی تو میری باتوں پہ خوش ہو کر مولائے ابراہیم بن المھدی کے ہاں میری تعریف کرتا، اور کبھی سخت ناراض ہو جاتا۔ اس موقعہ پر مجھ سے پوچھنے لگا۔

"اس نسبت سے تمھارا مطلب کیا ہے؟"

میں نے عرض کی کہ نسبت ایک عام لفظ ہے، جو حکمائے روم کے کلام میں عموماً استعمال ہوتا ہے۔ چوں کہ آپ ان حکما کے شاگردوں کے رئیس ہیں۔ اس لیے میں آپ سے آپ کے اُستادوں کی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں۔ میرا مقصد صاف لفظوں میں یہ ہے کہ فرض کیجیے کہ جالی نوس کا گھر سلاطینِ روم کے شاہی محل کا نصف ہے

یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی ہے یا اس سے بھی چھوٹا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منزلِ جالی نوس اور قصرِ رُوم میں جو نسبت ہے آیا وہ ہی نسبت آپ کے دولت کدے اور قصرِ خلافت میں بھی ہے۔ یا کچھ کم و بیش۔ اگر قصرِ خلافت کا رقبہ ایک فرسنگ ہو اور آپ کی قیام گاہ کا $\frac{1}{1}$ فرسنگ، اور دوسری طرف میانہ رو قیصرِ رُوم کا محل رقبے میں $\frac{1}{1}$ فرسنگ ہو۔ اور منزلِ جالی نوس $\frac{1}{1}$ فرسنگ۔ تو ظاہر ہے کہ ہر دو نسبتیں بالکل برابر ہوں گی۔ یعنی $\frac{1}{1}:\frac{1}{1}$۔ پھر آپ جالی نوس کے متعلق ایک دفعہ کہہ چکے ہیں کہ وہ سخاوِ مروّت میں آپ سے کم درجے کا آدمی تھا۔

میرے اس فتوے پر جبریئل ناراض ہو گیا۔ اور کہنے لگا:۔

"یہ درست ہے کہ مال و دولت کی میرے ہاں فراوانی ہے۔ اس لیے کہ میرے والد اور دادا شاہی درباروں میں دولت کے ساتھ کھیلتے رہتے ہیں اور مجھ پر نہ صرف خود امیرالمومنین حد سے زیادہ مہربان ہے بلکہ امیرالمومنین کے تمام اعزہ و اقارب (شاہ زادوں، بھائیوں، چچوں وغیرہ) و حکام و روسا نے مجھ پر بے شمار نوازشیں کی ہیں۔ خلیفہ نے مجھے معمولی طبیب کے درجے سے ندیم و مصاحب کے مرتبے تک پہنچایا۔ اس وقت تمام حکام و اقارب میری خوشامد کرتے پھرتے ہیں۔ نہ اس لیے کہ میں نے ان کا علاج اچھا کیا تھا یا انھیں دراصل مجھ سے محبّت ہے۔ یا ان کی غیبت و حضور میں میں نے خلیفہ کے سامنے ان کی تعریف کی تھی۔ بلکہ اس لیے کہ میں امیرالمومنین کا مصاحب و ندیم ہوں۔ ان تمام لوگوں نے بارش کی طرح مجھ پر دولت برسائی اور مجھے ایک دولت مند انسان بنا دیا۔

دوسری طرف جالی نوس کا پالا بخیل بادشاہوں سے پڑا تھا۔

اس کی موروثی جایداد کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہو کہ اس کا والد ایک دہقان تھا۔ جس کا گزر اوقات تاکستان وغیرہ پر تھا۔ اس لیے دولت و ثروت میں تو وہ میرا اسہیم نہیں بن سکتا۔ لیکن میں یہ کہے بن نہیں رہ سکتا کہ اگر بالفرض میرے گھر اور قصرِ خلافت میں ۱/۲ کی نسبت ہو۔ اور دوسری طرف جالی نوس کے گھر و سلاطینِ روم کے محل میں ۱/۱۰۰ کی نسبت ہو، تب بھی جالی نوس مجھ سے جواں مردی و مروّت میں بہت بڑھا ہوا تھا۔"

ابراہیم بن مہدی ۔ آج آپ یوسف بن ابراہیم مولا پر بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ اس نے آپ کو جالی نوس سے بڑا جواں مرد قرار دیا ہو۔

جبرئیل ۔ بے شک ۔ اور ملعون ہو وہ شخص جو اللہ کی نوازشات کا حسبِ وسعت شکریہ ادا نہ کرے ۔ میں جالی نوس سے کسی بات میں بھی لگاؤ نہیں کھاتا۔ اور الحمد للہ کہ جالی نوس ہر بات میں فوقیت رکھتا ہو۔

ابراہیم بن مہدی نے جبرئیل کے اس منصفانہ فیصلے کو بہت پسند کیا۔ اور فرمایا مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ انصاف احرار واو باکی زینت ہو۔ اس پر جبرئیل ابراہیم کے پانو چومنے کو اٹھا۔ لیکن ابراہیم نے روک کر گلے لگا لیا۔

جبرئیل نے ابراہیم بن المہدی کے متعلق لکھا ہو کہ جب الفضل[۱] بن سہل نیا نیا مسلمان

---

[۱] سہل بن زاد الفروج مجوسی کا خاندان شہرت میں برامکہ کے قریب جا پہنچا تھا۔ سہل یحیٰی برمکی کے ایک غلام سلام بن الفرخ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اس کے دو بیٹے یعنی فضل بن سہل اور حسن بن سہل مامون کے عہد میں درجۂ وزارت پر پہنچے۔ جب برامکہ تباہ ہو گئے اور مامون الرشید نے فضل بن سہل کو اپنا وزیر بنایا تو اس نے پہلا کام یہ کیا کہ مامون سے کہہ کر اپنے محسن برمکیوں کو زندانوں سے نکلوایا۔

ہوا، تو ایک دن ابراہیم اس سے ملنے کے لیے گیا۔ دیکھا کہ قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ ابراہیم نے پوچھا "چوں بینی نامۂ ایزد" یعنی اللہ کی کتاب کے متعلق کیا خیال ہے۔ جواب میں کہنے لگا "خوش۔ و چوں کلیلہ و دمنہ" یعنی خوب ہے۔ کلیلہ و دمنہ کی طرح۔

ہارون الرشید کی آخری بیماری

جب ہارون الرشید طوس کے مقام پر بیمار ہو گیا، اور مرض بڑھ گیا تو جبرئیل سے کہنے لگا۔ تم میرا علاج کیوں نہیں کرتے۔ جبرئیل نے کہا۔ میں آپ کو بارہا جماع سے منع کر چکا ہوں لیکن آپ باز نہیں آتے۔ کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ طوس کی آب و ہوا آپ کے موافق نہیں۔ لیکن آپ نہیں سُنتے۔ علاج کروں تو کیا۔ اور شفا ہو تو کیسے۔ اس پر ہارون ناراض ہو گیا اور جبرئیل کو جیل خانے میں ڈلوا دیا۔

کسی نے ہارون کو اطلاع دی کہ ایران میں ایک پادری ہے جو فنِ طب کا بہت بڑا فاضل ہے۔ ہارون نے قاصد بھیج کر اُسے بُلوایا۔ وہ آیا تو کہنے لگا۔ کہ آپ کا پہلا معالج علمِ طب سے بالکل کورا تھا۔ ہارون جبرئیل سے اور زیادہ متنفر ہو گیا۔ پادری کا مطلب صرف اپنا بازار گرمانا تھا و بس۔ پادری کے علاج سے مرض بڑھتا گیا۔ جب وجہ پوچھی جاتی تو کہتا۔ اجی صاحب وہ جبرئیل طبیب فتور ڈال گیا ہے۔ دوسری طرف بادشاہ سے کہتا رہتا کہ آپ بالکل اچھے ہو گئے ہیں، اور اس وقت تک آپ کو جس قدر تکلیف ہوئی ہے، اُس کا باعث جبرئیل ہے۔ بادشاہ پر اس پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ فضل[1] بن الربیع کو بُلا کر جبرئیل کے

---

[1] فضل بن ربیع، خلیفہ ابوجعفر منصور کے عہد میں فضل کا والد یعنی ربیع بن یونس شاہی اردلی یعنی حاجب تھا۔ چوں کہ عرب کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے اس کے دل میں وزارت کی ہوس تھی، باوجودے کہ ربیع برامکہ کا پروردہ تھا۔ لیکن ان کے خلاف یہ ہمیشہ سازشیں کرتا رہتا تھا۔ اور حق یہ ہے کہ برامکہ کی تباہی دراصل اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ابومسلم خراسانی کو

(بقیہ حاشیہ ص ۲۰۹ پر)

قتل کے احکام نافذ کیے۔ جبرئیل نے فضل بن ربیع سے کہا کہ میرے خون سے ہاتھ رنگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ خلیفہ صرف چند یوم کا مہمان ہے۔ فضل بن ربیع نے جبرئیل کو زندہ چھوڑ دیا۔ انھی دنوں فضل بن ربیع پر قولنج کا حملہ ہوگیا۔ جب باقی طبیب علاج سے مایوس ہو گئے تو جبرئیل پہنچا اور کامیاب ہوگیا۔ اس سے ان دونوں میں محبت پیدا ہوگئی جو رفتہ رفتہ بڑھ گئی۔

جب محمد الامین تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اُس نے جبرئیل پر انعامات و اکرام کا مینہ برسا دیا۔ پھر جب مامون کی باری آئی تو اُس نے اِسے جیل خانے میں ڈلوا دیا۔ ۲۰۲ھ میں حسن بن سہل بیمار ہوگیا۔ جب باقی اطبا کے علاج سے کوئی فائدہ نہ پہنچا تو جبرئیل کو زندان سے منگوایا اور اس کے علاج سے اچھا ہوگیا۔ حسن نے مامون کو لکھا کہ ایسے فاضل طبیب کو زنداں میں بند رکھنا درست نہیں۔ چناں چہ مامون نے معاف کر دیا۔ ۲۰۵ھ میں جب مامون دارالخلافے میں وارد ہوا تو جبرئیل کو اپنے گھر پہ نظر بند کر دیا اور شاہی خدمت کے لیے جبرئیل کے سالے میخائیل طبیب کو بُلایا۔ جب ۲۱۰ھ میں خلیفہ بیمار پڑ گیا اور تمام اطبا ناکام رہے تو میخائیل سے کہنے لگا کہ تمھاری دوائیں بہ جائے فائدے کے مجھے نقصان پہنچا رہی ہیں۔ جاؤ پہلے چند اطبا سے مشورہ لو۔ اور پھر کوئی دوا تجویز کرو۔ مامون کا بھائی ابو عیسیٰ کہنے لگا کہ میرے خیال میں جبرئیل

(صفحہ ۲۰۸ کا بقیہ حاشیہ) ۱۔ بھی اسی ربیع نے خلیفہ منصور سے قتل کرا دیا تھا۔ جعفر برمکی کے قتل (۱۸۷ھ) کے بعد فضل بن ربیع کی خواہش پوری ہوئی اور وہ ہارون الرشید کا وزیر بن گیا۔ جب ہارون الرشید کے بعد امین و مامون میں جنگ چھڑ گئی تو فضل بن ربیع نے امین کا ساتھ دیا۔ اور فضل بن سہل نے مامون کا۔ جب ۱۹۸ھ میں امین قتل ہوا تو فضل بن ربیع بھی ساتھ میں کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض ۲۰۲ھ اور بعض ۲۰۸ھ درج کرتے ہیں۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان)

موزوں ترین آدمی ہے، اُسے بُلایا جائے۔ مامون نے اس تجویز کی پروانہ کی۔ ابو اسحاق (مامون کا بھائی)، ایک اور طبیب یوحنّا بن ماسویہ کو لے آیا۔ لیکن میخائیل نے اسے ایک ہی وار میں اکھیڑ کر باہر پھینک دیا۔ مامون کا مرض بڑھتا گیا اور آخر جبرئیل کو بُلانا پڑا۔ اس کی مسیحانفسی سے صرف تین یوم میں مکمل صحت ہوگئی۔ مامون بہت خوش ہوا۔ دس لاکھ درہم انعام دیے اور ابو عیسیٰ کی سفارش پر تمام ضبط شدہ جایداد واپس کردی۔ اس کے بعد مامون جبرئیل کو ابو عیسیٰ جبرئیل کے نام سے بُلایا کرتا۔ جبرئیل کی منزلت بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ کوئی شخص اس کی وساطت کے بغیر کسی آرزو میں کام یاب نہ ہو سکتا۔

سنہ ۲۱۳ھ میں جبرئیل سخت بیمار ہوگیا۔ جب ضعف ونقاہت بڑھ گئی تو مامون سے کہنے لگا کہ میرے بچے بختیشوع کو اپنے ہمراہ روم لیتے چلیے۔ مامون نے بختیشوع کو بُلایا۔ فہم وعقل میں باپ کا ثانی پایا۔ اس کی منزلت میں اضافہ کیا اور ساتھ لے گیا۔ جب موت قریب آگئی تو اپنے بیٹے کے لیے ایک وصیّت لکھ کر مامون کو بھجوادی۔ یہ وصیّت سات کروڑ دینار کے متعلق تھی جو لوٹ کھسوٹ۔ خرچ اخراجات۔ ادائے جُرمانہ وخریدِ جایداد کے بعد بچ رہے تھے۔ یہ وصیّت میخائیل کے ہاتھ بھیجی۔

جبرئیل کو وفات کے بعد دیرِ مارسرجس (مارسرجس۔ مارسرجیوس) میں دفن کیا گیا۔ یہ دیر مدائن[1] میں تھا۔ جب مامون بلادِ روم سے لوٹا۔ تو حسبِ وصیّت تمام

---

[1] مدائن، عراق میں بغداد سے چار فرسنگ کے فاصلے پر دجلہ کے کنارے ایک شہر تھا۔ جو صدیوں تک سلاطین ساسانی کا دارالخلافہ رہا۔ اب یہ شہر مٹ چکا ہے۔ اس کی بنیاد طہمورث پیشدادی نے ڈالی تھی اور نام رکھا تھا گرداباد۔ جمشید نے اسے تکمیل تک پہنچا کر طیسفون نام رکھا۔ سکندر یونانی نے اس شہر کو تباہ کردیا تھا۔ لیکن اردشیر بابک نے دوبارہ آباد کرکے اسے اپنا دارالخلافہ بنا لیا۔ یہ شہر اب ناپید ہوچکا ہے اور کھنڈرات زمین سے نکالے جارہے ہیں۔ (نزہت صد ۲۴۴)

دولت بختیشوع کے حوالے کی۔ بختیشوع نے اس دَیر کو از سرِ نو آباد کر دیا۔ وہاں رہبان رکھے اور ان کے وظائف مقرر کر دیے۔

جبرئیل کی آمدنی جبرئیل کو ہر ماہ دس ہزار درہم تنخواہ ملتی تھی۔ ماہِ محرم میں پچاس ہزار درہم نقد اور دس ہزار درہم کے کپڑے شاہی خزانے سے عطا ہوتے تھے۔ ہارون الرشید سال میں دو دفعہ فصد کھلواتا تھا اور دو دفعہ دوا پیتا تھا۔ ہر موقع پر جبرئیل کو ایک لاکھ درہم بہ طورِ انعام ملتے تھے۔ امرائے رشید کی نوازشات (نقد کپڑے۔ گھوڑے۔ خوش بو وغیرہ شامل) چار لاکھ درہم تک پہنچ جاتی تھیں۔ تفصیل یہ ہے:-

اسمائے بخشندہ	رقم
(۱) عیسیٰ بن جعفر[۱]	۵۰۰۰۰ درہم
(۲) فاطمہ[۲]	۷۰۰۰۰ "
(۳) ابراہیم بن عثمان بن نہیک	۳۰۰۰۰ "
(۴) الفضل بن ربیع	۵۰۰۰۰ "
(۵) شاہی خزانے اور دیگر امراء سے عطا کردہ کپڑوں اور گھوڑوں کی قیمت	۱۰۰۰۰۰ "
(۶) زرعی جائداد (جندیاپور۔ بصرہ۔ سوس وغیرہ میں) سے سالانہ آمدنی	۸۰۰۰۰۰ "
(۷) فالتو مال سے	۷۰۰۰۰۰ "
(۸) یحییٰ بن خالد	۱۰۰۰۰۰ "

[۱] عیسیٰ بن جعفر۔ ہارون الرشید کی زوجہ زبیدہ (والدۂ امین) کا بھائی۔

[۲] فاطمہ۔ جعفر برمکی کی والدہ کا نام تھا۔ بہت شعر فہم و فیاض تھی۔

(۹) جعفر بن یحییٰ وزیر ۱۲۰۰۰۰۰ درہم

(۱۰) الفضل بن یحییٰ ۶۰۰۰۰۰ "

جبرئیل کو یہ تمام دولت ہارون الرشید اور برامکہ سے ملی۔ رشید کی خدمت میں تیئیس برس اور برامکہ کے ہاں تیرہ برس رہا۔ اس عرصے میں جس قدر دولت جمع کی اس کی میزان (اجناس و تحائف وغیرہ خارج) سولہ لاکھ دینار بنتی ہے۔ اس رقم میں سے نو لاکھ دینار خرچ ہوگئے، اور سات لاکھ بختیشوع کے لیے بچ رہے۔

ابراہیم بن المہدی کہتا ہے کہ ایک شام ناسازیٔ طبع کی وجہ سے میں محمد الامین کی مجلس میں نہ جاسکا۔ دوسرے روز صبح سویرے الامین کی طرف سے جبرئیل عیادت کے لیے آیا، نیز خلیفہ کا مجھے سلام پہنچایا۔ پھر کان سے کان لگاکر کہنے لگا کہ آج الامین نے علی بن عیسیٰ بن جراح [1] کو خراسان کی طرف بھیجا ہے کہ مامون کو چاندی کی زنجیروں میں باندھ کر پیش کرے۔ لیکن میں آپ سے عرض کردوں کہ الامین اس مقابلے میں قتل ہوجائے گا۔ اور مامون غالب رہے گا۔

ابراہیم۔ "اس پیش گوئی پر کوئی دلیل؟"

جبرئیل۔ "دلیل یہ ہے کہ گزشتہ رات الامین نے مجھے اور ابو عصمۃ السبیعی (البسیقی و السیتعی) محافظ کو بلایا۔ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ اس کی تلوار، پیٹی اور قبا مجھے پہنادی۔ اور میری ٹوپی۔ زنار اور دیگر کپڑے اُسے پہنادیے۔ مجھے اس کی جگہ اور اس کو میری جگہ دے دی۔ ظاہر ہے کہ جو بادشاہ ایک نصرانی کو اپنا محافظ بناتا ہے، اس کی خیر نہیں۔ نصرانیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر تمھیں کوئی شخص ایک میل

---

[1] علی بن عیسیٰ بن جراح خلیفہ الامین (مامون کا بھائی) کا سپہ سالار تھا جسے امین نے مامون کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ مامون نے ایک فوج طاہر بن حسین الخزاعی کی قیادت میں بھیجی۔ سخت مقابلے کے بعد عیسیٰ قتل ہوگیا۔ سنِ وفات ۱۹۵ھ/۸۱۱ء۔ (قاموس المشاہیر۔ جلد دوم ص ۹۵)

بے گار میں پکڑلے جائے تو تم دو میل چلے جاؤ۔ اگر تیرے ایک گال پر کوئی تھپڑ رسید کرے تو تو دُوسرا بھی آگے کردے۔ جو بادشاہ ایسے مذہب کے پیروؤں کو اپنا محافظ مقرر کرتا ہے، بس سمجھ لو کہ وہ ختم ہوا چاہتا ہے اور اُس کے بُرے دن قریب آگئے ہیں۔

ابو عصمۃ السبیعی علمِ طب سے قطعاً ناواقف ہے۔ اُس غریب کو میری جگہ مقرر کردینا مذاق کی انتہا ہے۔ طبیب محافظِ عمر ہوتا ہے۔ جو شخص ایک اَن پڑھ کو اپنا طبیب یعنی محافظِ عمر مقرر کرتا ہے، سمجھو کہ اُس کی عمر ختم ہونے والی ہے۔"

ابراہیم۔ "جبرئیل کی پیش گوئی لفظ بہ لفظ پُوری ہوئی۔"

واقعہ ایک دن ایک مقام پر دس طبیب جمع ہوگئے جن میں سے ایک جبرئیل بھی تھا۔ موضوعِ بحث یہ تھا کہ آیا جاگنے کے بعد معاً پانی پینا چاہیے یا نہ؟

ابن داؤد بن سرافیون۔ "خواب سے بیدار ہوکر فوراً پانی پینا بہت بڑی حماقت ہے۔"

جبرئیل۔ "اور اس سے بڑی حماقت یہ ہے کہ جگر میں پیاس کی آگ بھڑک رہی ہو اور اُسے بجھانے کا سامان نہ کیا جائے۔"

ابن داؤد۔ "تو گویا تم پانی پینے کی اجازت دیتے ہو۔"

جبرئیل۔ "صرف ان لوگوں کو، جن کا معدہ گرم ہو، یا نمکین کھانا کھا بیٹھے ہوں۔ مرطوب و بلغمی مزاجوں کو نہیں۔"

ابن داؤد۔ "تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی تم جتنی طب جانتا ہو۔ تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ آیا پیاس کی وجہ بلغم ہے یا حرارتِ معدہ۔"

جبرئیل۔ (ہنس کر) "اتنی طب تو ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ رات کو سوتے میں اگر پیاس لگ جائے، تو چادر وغیرہ سے پانو باہر نکال لو۔ اگر پیاس بڑھ جائے تو سمجھو کہ معدے میں حرارت ہے۔ یا نمکین کھانا کھایا تھا۔ اور اگر گھٹ جائے

تو مزاج بلغمی ہے۔"

یوسف بن الحکم کہتا ہے کہ میں گرما کی ایک دوپہر کو جبرئیل کے گھر گیا۔ دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے، اور پلیٹ میں بڑے بڑے پرندے بھنے ہوئے رکھے ہیں ...... مجھے بھی کھانے میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ میں نے عذر کیا کہ یہ گرمیاں اور اس پر یہ جوانی، یہ گرم غذا کیسے کھاؤں۔ جبرئیل پوچھنے لگا، کیا آپ غذا میں کچھ پرہیز کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ غیر موزوں غذائیں نہیں کھایا کرتا۔ اس پر جبرئیل نے کہا،

"نامناسب و مخالفِ طبع غذائیں کھانی ہی پڑتی ہیں۔ کبھی محفلِ احباب میں دیکھا دیکھی اور کبھی اشتہا سے مجبور ہو کر ردّی غذاؤں (پکوڑے۔ چٹنیاں۔ مٹھائیاں۔ تیل کی چیزیں۔ مترجم) سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر پہلے سے عادت نہ ڈالی ہوئی ہو تو آدمی بیمار پڑ جاتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کوئی ردّی چیز کھالیا کرے لیکن چیزیں بدلتا رہے۔ یعنی جو چیز آج کھائی ہے، وہ کل نہ کھائے۔ ایسا نہ ہو کہ معدہ مُعتاد ہو جائے۔ جو لوگ بار بار مسہل لیتے ہیں اُن کا معدہ مسہل سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس لیے مسہل کی عام مقدار کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اہلِ اندلس عموماً مُسہل لیتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اُنھیں سقمونیا کے تین دراہم سے جلاب لگتے ہیں اور ہمیں صرف نصف درہم سے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہر ردّی چیز نظامِ جسم کو آخر نقصان پہنچاتی ہے۔ لیکن بسا اوقات طوعاً یا کرہاً کھانی پڑتی ہیں اس لیے گلہے گاہے کھانی چاہیے تاکہ معدے میں ہضم کرنے کی صلاحیت باقی رہے۔ اور زیادہ نہیں کھانی چاہیے۔ تاکہ انسانی طبیعت کو ردّی اشیا سے جو نفرت ہو وہ مٹ نہ جائے۔"

میں نے یہ تفاصیل جبرئیل کے والد بختیشوع کو سنائیں۔ اُس نے فوراً قلم بند کر لیں۔

جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع بن جبرئیل

جبرئیل کا والد عبید اللہ پہلے کسی ضلع کا حاکم تھا۔ جب المقتدر نے مسندِ خلافت سنبھالی
تو عبید اللہ کو شاہی طبیب مقرر کرلیا۔ کچھ دیر کے بعد عبید اللہ دُنیا سے چل بسا اور دو
بچے پیچھے چھوڑ گیا: ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا۔ لڑکے کا نام جبرئیل تھا۔ جس رات عبید اللہ
کی وفات ہوئی، اُسی رات المقتدر نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ جاؤ اور عبید اللہ کا
تمام سامان ضبط کرلو۔ عبید اللہ کی تدفین سے فارغ ہو کر اُس کی اہلیہ چپکے سے کہیں چلی
گئی۔ یہ ایک حاکم جرشون (حرشون) نامی کی لڑکی تھی۔ المقتدر نے جرشون کو تنگ
کرنا شروع کیا کہ تمھاری لڑکی جو کچھ تمھارے پاس بہ طور امانت رکھتی رہی ہے، وہ ہمارے
حوالے کرو۔ چناں چہ اسے کافی مال و دولت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

عبید اللہ کی اہلیہ بچوں کو ساتھ لیے عکبرا[1] جا پہنچی۔ وہاں ایک طبیب سے نکاح
کرلیا اور کچھ عرصے کے بعد فوت ہوگئی۔ اس حکیم نے اس کا باقی ماندہ سامان ضبط کرلیا
اور جبرئیل کو گھر سے نکال دیا۔ جبرئیل گھومتے گھامتے بغداد آنکلا۔ یہاں ایک طبیب
ہرمزد نامی سے طب پڑھنی شروع کی۔ کچھ ابن الیوسف الواسطی[2] سے سیکھی اور

---

[1] رُجیل کا ایک قریہ جو بغداد سے صرف دس کوس دور ہے۔ (مراصد الاطلاع ص ۲۸۲) یہ قریہ شاپور ذوالاکتاف نے بنایا تھا (نزہت، ص ۲۳)۔ [2] الواسطی: نسبت واسط کی طرف۔ واسط نام کے کئی شہر ہیں۔ جن میں سے مشہور وہ واسط ہے، جسے حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ) نے لب دجلہ بغداد سے پچاس کوس دور ۸۳ھ میں بنایا تھا۔ ایک واسط مکّہ کے نزدیک وادی نخلہ میں ہے۔ جہاں محمد بن ابراہیم و بشیر بن میمون (ہر دو محدّث) پیدا ہوئے تھے۔ ایک اور واسط باب طوس میں واسط الیہود کہلاتا ہے۔ جہاں محمد بن حسین واعظ فرضی پیدا ہوا تھا۔ نیز حلب میں ایک قریہ۔ خابور۔ موصل۔ دجیل و یمن میں بھی اس نام کے دیہات موجود ہیں۔ نیز بنی قشیر کی ایک (بقیہ حاشیہ ص ۲۱۶ پر)

شاہی شفاخانے میں عموماً جاتا۔ الغرض جہاں سے جو کچھ ملتا لے لیتا۔

بغداد میں جبرئیل کے تین ماموں دارالرّوم میں رہا کرتے تھے۔ جبرئیل انھی کے ہاں پناہ گزیں تھا۔ یہ تینوں جبرئیل کو طب سیکھنے پر لعن طعن کرتے۔ اور مزاحاً کہا کرتے۔ "اس لونڈے کو تو دیکھو کہ بختیشوع دجبرئیل بننے کی فکر میں ہے۔ ارے کوئی حرفت سیکھ کر روٹی کمانا سیکھ۔ کس بیہودہ شغل میں پڑا ہوا ہے" لیکن جبرئیل پر ان چیزوں کا بالکل اثر نہ ہوتا۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کرمان سے مُعزّالدولہ کے پاس ایک سفیر آیا جو اپنے ہمراہ دیگر تحائف کے علاوہ ایک افریقی گدھا (زیبرا)۔ ایک سات بالشت اونچا آدمی اور ایک صِرف دو بالشت کا بالشتیا بھی لایا۔ بغداد کے مشرقی محلے جبرئیل کی دُکان کے پاس قصر فرج میں اُترا۔ ہر دو کی آپس میں آشنائی ہوگئی۔ ہر روز ملتے، بیٹھتے اور اِدھر اُدھر کی گپیں ہانکتے۔ ایک دن سفیر نے جبرئیل سے فصد کے متعلق مشورہ لیا۔ اُس نے کہا کہ ہونی چاہیے۔ چناں چہ فصد کھولی گئی۔ جبرئیل دو دن تک ملاحظہ کے لیے جاتا رہا۔ اور اس کے بعد دیلمی رسم کے مطابق سفیر نے ایک طبق میں بہ طور تحفہ چند پگڑیاں۔ ایک طشت۔ ایک کوزہ اور چند دیگر اشیا رکھ کر طبیب کو بھیجیں۔ اور ساتھ ہی درخواست کی کہ اس کے ملازمین کا بھی معائنہ کیا جائے۔

سفیر کے ساتھ ایک خوش شکل کنیز بھی تھی جسے کمیِ خون کی بیماری تھی۔ دیلم کے اطبا نے بہت ہاتھ پاؤں مارے تھے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا تھا۔ جبرئیل نے ایک

(صہ ۲۱۵ کا بقیہ حاشیہ):- منزل اور عُذیبہ و صفرا کے درمیان ایک موضع کا نام ہے۔ اندلس میں بھی ایک واسط ہے۔ جہاں ابوعمرو احمد بن ثابت پیدا ہوا تھا۔ نہرالملک و ہمامہ میں اسی نام کے دیہات ملتے ہیں۔ بنی سمیر کا ایک قلعہ واسط کہلاتا تھا۔ جمرۃ العقبہ کے اسفل میں ایک پہاڑ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ (قاموس۔ و س ط)

معجون تیار کرکے کنیز کو کھلائی۔ چند دنوں میں اس کی رنگت بدل گئی اور تمام شکایت جاتی رہی۔ اس پر سفیر نہایت خوش ہوا۔ طبیب کو ہزار درہم۔ سقلاطون[1] کا ایک چغہ۔ توز[2] کے تیار شدہ پارچے اور طلائی دستار عنایت کی۔ پھر کہا۔ جاؤ اور میرے ملازمین سے بھی اپنا حق وصول کرو۔ کنیز نے ایک ہزار درہم اور مختلف کپڑوں کا ایک ایک جوڑا عطا کیا۔ اس کے بعد ایک گھوڑے پر سوار کرکے ایک حبشی غلام ہمراہ کر دیا۔ جب گھر کے قریب پہنچا اور اس کے خالووں نے بھانجے کی یہ شان و شوکت دیکھی تو دوڑ کر آگے بڑھے۔ اور بڑی عزت و احترام سے گھر لے گئے۔ جبرئیل نے اس موقع پر کہا۔ تم میری عزت نہیں کر رہے بلکہ میرے لباس کے آگے جھک رہے ہو۔

جب یہ سفیر واپس گیا۔ تو فارس و کرمان میں جبرئیل کے کمالات کا خوب چرچا کیا۔ جب جبرئیل تک یہ خبریں پہنچیں تو وہ شیراز کو چل دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عضد الدولہ عروج حاصل کر رہا تھا اور شیراز پر قابض ہو چکا تھا۔ جب یہ طبیب شیراز میں پہنچا۔ تو عضد الدولہ نے اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور آنکھ کے پٹھوں کے متعلق کوئی سوال پوچھا۔ طبیب نے اس قدر عالمانہ جواب دیا کہ عضد الدولہ نے اُسی وقت سے اس کی تنخواہ باندھ دی۔ اور ایک مکان بھی رہائش کے لیے دے دیا۔

کچھ مدت کے بعد عضد الدولہ کا ماموں کوکبین، جو صوبۂ فورفت کا حاکم تھا، بیمار پڑ گیا اور عضد الدولہ سے کوئی قابل طبیب علاج کے لیے مانگا۔ عضد الدولہ نے جبرئیل کو بھیج دیا۔ وہاں طبیب کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ کوکبین جوڑوں کے درد اور ضعفِ احشا (انتڑیوں کی کمزوری) میں مبتلا تھا۔ جبرئیل نے جوارشِ تفاحی

---

[1] سقلاطون، روم کا ایک شہر جہاں کے کپڑے مشہور تھے۔ (قاموس)

[2] توز۔ سمیرا و فید کے درمیان ایک موضع ہے۔ فید عراق سے مکہ جاتے ہوئے راہ میں ایک قلعے کا نام ہے۔ (القاموس)

تیار کر کے پیش کی۔ جس سے کوکبین بالکل تن درست ہو گیا۔ اس نے طبیب کو نعمت و دولت سے مالا مال کر کے شیراز میں واپس بھیج دیا۔ یہ ۳۵۷ھ کا واقعہ ہے۔

جب عضد الدولہ بغداد میں داخل ہوا، تو جبرئیل بھی ہمراہ تھا۔ اسے وہاں کے شفا خانے میں لگا دیا۔ اب سابقہ الاونس کے علاوہ اسے اور دو قسم کی تنخواہیں ملنے لگیں۔ خاص تنخواہ تین سو درہم ماہانہ اور شفا خانے کی ملازمت کے سلسلے میں تین سو درہم ماہانہ۔ یہ ہفتے میں دو دن اور دو رات شفا خانے میں کام کیا کرتا اور باقی اوقات گھر ہی پر گزار دیتا تھا۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ صاحب[1] ابوالقاسم بن عباد کو معدے کی کوئی شکایت ہو گئی۔ عضد الدولہ کو کسی اچھے طبیب کے لیے لکھا۔ عضد الدولہ نے بغداد کے تمام اطبا کو جمع کر کے پوچھا کہ ابوالقاسم کے علاج کے لیے کون سا آدمی موزوں رہے گا۔ بغدادی طبیب جبرئیل سے حسد کرتے تھے۔ اُس سے جان چھڑانے کا ایک زریں موقع مل گیا۔ کہنے لگے۔ حضور والا! اس کام کے لیے موزوں ترین طبیب جبرئیل ہے۔ قابل بھی ہے اور فارسی زبان سے آشنا بھی۔ عضد الدولہ کو یہ بات پسند آئی۔ فوراً تیاری کا حکم دے دیا۔ ایک خچر سامان کے لیے اور ایک گھوڑا سواری کے لیے دے کر رخصت کر دیا۔ جب رے میں پہنچا تو حاکم رے (ابوالقاسم) نے نہایت شان دار استقبال کیا۔ رہائش کے لیے جگہ دی۔ نیز دربان۔ فراش۔ باورچی۔ خزانچی اور وکیل اس کی خدمت پر مقرر کر دیے۔ ایک ہفتے کے بعد دربار میں طلب کیا۔ جہاں چند علما جمع کر رکھے تھے۔ اور رے کے ایک طبیب کو بھی بُلایا ہوا تھا۔ رے کے اس طبیب نے جبرئیل سے نبض کے متعلق کچھ سوالات پوچھے۔ جبرئیل نے اس قدر

---

[1] عضد الدولہ کے عہد کا ایک امیر جس نے ایک زبردست کتب خانہ جمع کر رکھا تھا۔ اور جو بعد میں فخر الدولہ بن رکن الدولہ (۳۶۶ - ۳۸۷ھ) کا وزیر بنا تھا۔

مدلّل و مُبرہن جوابات دیے، اور شکوک کو یوں دُور کیا کہ ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی، اور ابوالقاسم نے خلعت عطا کی۔ اسی مجلس میں صاحب ابوالقاسم نے جبرئیل کو ایک ایسی کتاب لکھنے کا حکم دیا جس میں سر سے پانْو تک کے تمام امراض آجائیں، اور اس میں کوئی اور مسئلہ درج نہ کیا جائے۔ جبرئیل نے حکم کی تعمیل کی۔ جس پر صاحب ابوالقاسم نے کوئی ایسی چیز بہ طور انعام دی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ جبرئیل بعد میں عموماً کہا کرتا تھا کہ میرے دو سو ورق کی قیمت ایک ہزار دینار پڑی۔ جب عضند الدولہ تک یہ خبریں پہنچیں تو بہت خوش ہوا اور جبرئیل سے اور زیادہ محبت کرنے لگا۔

جب جبرئیل بغداد میں نوکروں اور غلاموں وغیرہ کے ہمراہ واپس آیا تو اطبائے بغداد اسے بہ خیریت واپس آنے پر مبارک باد کہنے کے لیے آئے۔ ایک طبیب ابوالحسین[۱] بن کشکرایا (سنان کا شاگرد) کہنے لگا۔ "کھیتی ہم نے بوئی اور کاٹی تم نے۔ ہمارا ارادہ تمھیں یہاں سے نکالنے کا تھا لیکن تم عضند الدولہ کے زیادہ قریبی بن کر واپس آئے۔" جبرئیل ہنس کر کہنے لگا۔ "انسانی امور اللہ کے اختیار میں ہیں۔" جبرئیل بغداد میں تین سال رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دیلم کا بادشاہ خسرو شاہ[۲] بیمار پڑگیا۔ جسم لاغر ہوگیا اور موت کا خوف بڑھ گیا۔ ہر چند اطبا نے علاج کیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر ابوالقاسم حاکم رے کو لکھا کہ میرے لیے کوئی ماہر طبیب تلاش کرو۔ ابوالقاسم نے عضند الدولہ کو لکھا۔ اور چند روز کے بعد جبرئیل دیلم جا پہنچا۔ اس کے علاج سے خسرو شاہ بہت جلد صحت یاب ہوگیا اور اس کو بے شمار دولت بہ طور یہ انعام عطا کی۔

---

[۱] حالات باب الکنیٰ میں ملاحظہ ہوں۔

[۲] خسرو شاہ = عضند الدولہ فنا خسرو شاہنشاہ۔

اس کے بعد خسرو شاہ نے اسے حکم دیا کہ پہلے اس مرض کا پورا حال لکھے اور پھر علاج۔ تعمیل ارشاد میں ایک مقالہ لکھا جس کا نام تھا مقالۃ فی الم الدماغ بمشارکۃ المعدۃ والحجاب۔ حجاب سے مراد وہ پردہ ہے جو سانس اور خوراک کی نالی کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ اور جسے اصطلاح میں ڈیافرغما کہتے ہیں۔

واپسی پر جب ابوالقاسم سے ملاقات ہوئی۔ تو اس نے پوچھا۔ بدن کا بہترین جُز کون سا ہے۔ کہا، خون۔ ابوالقاسم نے کہا کہ اس مسئلے پر ایک مدلل کتاب تیار کرو۔ تعمیل ارشاد میں اس موضوع پر ایک دل چسپ مقالہ لکھا۔ جس میں ہر بات پر زبردست دلائل پیش کیے۔

بغداد میں واپس آکر طب پر ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جس میں اصولِ طب منضبط کرنے کے علاوہ تمام امراض کے علاج درج کیے اور اس کا نام کافی رکھا۔ اس کا ایک نسخہ بغداد کے دارالعلم میں رکھوا دیا۔ اور شفاخانے میں بھی یہی کتاب برتی جانے لگی۔ اس کتاب (یا کناش۔ کتاب الاصول) کی وجہ سے جبرئیل ابوعیسٰی صاحب الکناش کہلانے لگا۔ نیز ایک اور کتاب لکھی جس کا موضوع تھا "انبیا و فلاسفہ میں تطابق پایا جاتا ہے"۔ مذہب پر اس قدر مکمل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ اس نے بے شمار اقوال نقل کر کے ساتھ ساتھ حوالے بھی دیے۔ جبرئیل نے یہود کی تردید پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اس میں حضرت مسیح کی آمد نیز صداقت پر دلائل دینے کے بعد یہودیوں کے انتظار (کسی نبی کا انتظار) کو باطل قرار دیا۔ نیز ثابت کیا ہے کہ شراب و نان ہر دو کی نیاز جائز ہے۔ گو شراب حرام ہے لیکن بہ طورِ نیاز دی جا سکتی ہے۔ اس کتاب میں فلسفۂ حلال و حرام پر بھی بحث کی ہے۔

ایک دفعہ جبرئیل بیت المقدس پہنچا۔ وہاں ایک دن کا روزہ رکھا، اور پھر دمشق کی طرف نکل گیا۔ جب مصر کے فرماں روا عزیز بن المعز العلوی کو معلوم ہوا تو بلا

بھیجا لیکن طبیب غالباً ملنا نہیں چاہتا تھا اس لیے لکھ بھیجا کہ میرا تمام سامان بغداد میں پڑا ہے۔ وہاں جا رہا ہوں۔ سامان وغیرہ کا انتظام کر کے خدمتِ عالی میں حاضر ہوں گا۔

لیکن اس نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

اس کے بعد مُمہد الدولہ[۱] نے جبرئیل کو طلب کیا اور تھوڑی سی خوشامد بھی کی۔ چناں چہ یہ میّا فارقین[۲] کو روانہ ہوگیا۔ (اللہ میّا فارقین کو آبِ باراں سے محروم رکھے۔ اور اس کے موجودہ فرماں روا کو ذلیل و رسوا کرے) وہاں پہنچا تو مُمہد نے بہت تعظیم و تکریم کی۔

ایک دن مُمہد کو مُسہل لینا تھا۔ طبیب نے چند گولیاں دے کر ہدایت کی کہ علی الصباح لی جائیں۔ امیر نے رات کو سونے سے پہلے لے لیں۔ جب صبح کے وقت طبیب آیا اور دوا کے متعلق دریافت کیا۔ تو امیر امتحاناً کہنے لگا۔ تمہاری دوا کا کوئی

---

[۱] ابو علی بن مروان نے ۳۸۰ھ میں دیارِ بکر کے بعض شہروں پر تسلط جمالیا۔ یہ خود تو کچھ خود مختار تھا۔ لیکن اس کے جانشین مُمہد الدولہ نے فاطمیوں کی اطاعت قبول کرلی۔ ان امرا کی تعداد پانچ تھی۔ یعنی ابو علی حسن بن مروان (۳۸۰-۳۸۷ھ)۔ ممہد الدولہ ابو منصور (۳۸۷-۴۰۲ھ) نصر الدولہ ابو نصر احمد (۴۰۲-۴۵۳ھ)۔ نظام الدولہ نصر (۴۵۳-۴۷۲ھ) منصور (۴۷۲-۴۸۹ھ) اس سلسلے کو سلاجقہ نے تباہ کیا۔ شجرۂ نسب ملاحظہ ہو۔

مروان
بو علی | ممہد الدولہ | ابو نصر احمد
ابو نصر احمد ← نصر ← منصور

(طبقات سلاطین اسلام صـ۱۰۷)

[۲] میّا فارقین۔ دیارِ بکر کے شمال مشرق میں ایک مشہور شہر۔

اثر نہیں ہوا۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا کہ نبض تو آپ کو جھٹلا رہی ہے۔ امیر ہنس پڑا اور اصل بات کھول دی۔ امیر نے پھر پوچھا۔ کتنے جُلاّب آئیں گے۔ کہا پندرہ۔ باقی لوگوں کو اس دوا سے کچھ کم یا زیادہ جُلاّب آتے ہیں۔

امیر کے محل سے نکل کر طبیب نے واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ امیر نے وجہ پوچھی، تو کہنے لگا۔ کہ تمام دُنیا میرے کمالات سے آگاہ ہو چکی ہے۔ اور آپ ہیں کہ بہ دستور میرا امتحان لے رہے ہیں۔ آپ کے ہاں رہنا میری بے عزّتی ہے۔ امیر نے منت خوشامد کر کے منا لیا۔ اور ایک خچّر اور کچھ درہم بہ طور انعام دیے۔

اس عرصے میں شاہِ دیلم نے براہِ راست نیز مہذب الدولہ کی معرفت بارہا جبرئیل کو بُلایا۔ لیکن وہ نہ گیا۔ جبرئیل یہاں تین سال رہا۔ جمعہ کے دن ۸ رجب سنہ ۳۹۶ھ کو پچاسی سال کی عمر میں انتقال کیا اور میّا فارقین کے باہر مُصلّی میں دفن ہوا۔

جبرئیل الکحّال

بغداد کا ایک سُرمے ساز تھا۔ مامون کی خدمت پر متعین تھا۔ ماہانہ تنخواہ ایک ہزار درہم تھی۔ جب مامون صبح کی نماز سے فارغ ہوتا تو یہ سب سے پہلے اس کے کمرے میں جاتا۔ اُس کی پلکوں کو دھوتا اور آنکھوں میں سُرمہ لگاتا۔ خوابِ نیم روز کے بعد پھر یہی فرض ادا کرتا۔

ایک دفعہ مامون کا ایک ملازم حُسین بیمار ہو گیا۔ یاسر (مامون کا ایک فرّاش) کو کافی عرصے تک عیادت کی فرصت میسّر نہ آئی۔ ایک دن شاہی محل میں داخل ہو رہا تھا کہ جبرئیل کحّال سے ملاقات ہو گئی۔ پوچھا۔ امیر المومنین کس حال میں ہیں۔ جبرئیل نے کہا۔ سو رہے ہیں۔ یاسر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور حُسین کی عیادت کو چلا گیا۔

واپس آیا تو مامون نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ کہنے لگا کہ جبرئیل نے اطلاع دی تھی کہ جہاں پناہ سو رہے ہیں۔ اس لیے میں حسین کی عیادت کو چلا گیا۔ چوں کہ جبرئیل نے غلط بیانی سے کام لیا تھا اس لیے مامون نے جبرئیل کو بلا کر سخت دھمکایا، اور کہا کہ تمھارا کام میری آنکھیں دھونا ہے۔ نہ کہ میرے متعلق دُنیا کو خبریں بہم پہنچانا۔ محل سے ابھی نکل جاؤ۔ اور آئندہ کبھی منہ نہ دکھاؤ۔ چند روز کے بعد جبرئیل نے مامون کو کہلا بھیجا۔ کہ بھوک سے میرا حال تباہ ہو رہا ہے، توجہ فرمائی جائے۔ مامون نے ایک سو پچاس درہم ماہوار وظیفہ باندھ دیا۔ لیکن ساتھ ہی حکم دے دیا کہ اسے شاہی دربار تک آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ چناں چہ جبرئیل کو تادمِ مرگ خدمتِ مامون کا کوئی اور موقع نہ مل سکا۔

جعفر بن محمد بن عمر ابو معشر البلخی

اسلامی منجم۔ علم التعدیل والاحکام پر کئی کتابیں لکھیں۔ تاریخ ایران وطبقاتِ امم کا ماہر تھا۔ صنعتِ احکام پر اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الطبائع (۲) کتاب الالوف (۳) کتاب المدخل الکبیر (۴) کتاب القرانات (۵) کتاب الدول والملل (۶) کتاب الملاحم (۷) کتاب الاقالیم (۸) کتاب الھیلاج والکدخداہ۔ ابن البازیار کی طرف لکھ کر بھیجی۔ (۹) کتاب المقالات فی المو الید (۱۰) کتاب النکت (۱۱) کتاب تحاویل المو الید وغیر ذالک (۱۲) زیج الکبیر۔ یہ کتاب افلاک ونجوم پر بہت زیادہ روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں ایک نقص ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں جا بہ جا بے دلیل دعوے پائے جاتے ہیں (۱۳) کتاب الزیج الصغیر المعروف بہ زیج القرانات۔

ابو معشر شراب پینے کا عادی تھا۔ اور اس کے اس عیب سے ایک دُنیا آگاہ تھی۔ ہر مہینے جب چاند جوبن پر آتا تو ابو معشر پر مرگی کا حملہ ہو جاتا۔

یہ حکیم ابو جعفر محمد بن سنان البتانی[1] کا معاصر اور المعتمد کے بھائی الموفق[2] کا منجم تھا۔ جب الموفق نے بصرے کی حبشی جماعت کا محاصرہ کیا تو یہ بھی ساتھ تھا۔ علم نجوم میں اس کے مشاہدات مشہور ہیں اور صحیح بھی۔

ابو معشر آغاز میں محدّث تھا۔ اور بابِ خراسان کی مغرب جانب میں رہا کرتا تھا۔ اُن دنوں الکندی کے سخت خلاف تھا۔ ہر جگہ لوگوں کو اس کے خلاف بھڑکاتا رہتا۔ اور اس کے فلسفے کو خلافِ اسلام ثابت کرتا رہتا تھا۔ الکندی سے جب اور کچھ نہ بن سکا تو ایک مہندس کو بُلایا، اور کہا کہ جاؤ اور ابو معشر کی محفل میں شریک ہو کر اس کی توجہ علم الحساب والہندسہ کی طرف منعطف کراؤ۔ یہ چال کامیاب ہو گئی۔ ابو معشر ان علوم کے حصوُل میں لگ گیا اور الکندی کا پیچھا چھوٹ گیا۔ اب کہ وہ خود ان علوم میں اُلجھا ہوا تھا، الکندی کو کس مُنہ سے کافر کہتا۔ ابو معشر نے ان علوم کا مطالعہ تو کیا لیکن کمال پیدا نہ کر سکا۔ رفتہ رفتہ علم الاحکام کی طرف توجہ ہو گئی اور اس شعبے میں کافی شہرت حاصل کی۔

کہتے ہیں کہ اس حکیم نے علم النجوم کا مطالعہ سینتالیس برس کی عمر کے بعد شروع کیا تھا لیکن پھر بھی کمال پیدا کر لیا اس لیے کہ طبیعت اچھی پائی تھی۔ ایک دفعہ اس حکیم کو جوتش کی وجہ سے کسی اہم سیاسی معاملے کا پہلے ہی پتا چل گیا اور اس نے ہر جگہ مشہور کر دیا۔ اس پر المستعین نے اسے کوڑے لگوائے۔ ابو معشر عموماً کہا کرتا تھا

---

[1] محمد بن جابر بن سنان ابو عبداللہ الحرّانی المعروف بالبتانی ابو جعفر (م ۳۱۷ھ) حالات آگے آئیں گے۔ [2] الموفق متوکل کا بیٹا تھا۔ لیکن تختِ خلافت سے محروم رہا۔ اس کا بیٹا معتضد (۲۷۹ - ۲۸۹ھ) معتمد کے بعد فرماں روا بنا۔

"صحیح نتیجے پر پہنچا اور پٹ گیا"۔ اس حکیم نے سو سال سے اوپر عمر پائی۔ اور واسط میں فوت ہوا۔

چند دیگر تصانیف

(۱) کتاب المدخل الصغیر (۲) کتاب زیج الہزارات۔ تقریباً ساٹھ ابواب پر مشتمل (۳) کتاب المواليد الکبیر۔ مکمل نہ کر سکا۔ (۴) کتاب ہیئتہ الفلک (۵) کتاب الاختیارات۔
(۶) کتاب الاختیارات علی منازل القمر (۷) کتاب الطبائع الکبیر۔
(۸) کتاب السہمین واعمار الدول (۹) کتاب اقتران النحسین فی برج السرطان۔
(۱۰) کتاب الصور والحکم علیہا (۱۱) کتاب المزاجات (۱۲) کتاب الانواع۔
(۱۳) کتاب المسائل (۱۴) کتاب اثباتِ علم النجوم (۱۵) کتاب الکامل الشامل (غیر مکمل)
(۱۶) کتاب الجمہرۃ۔ اس کتاب میں اوقاتِ ولادت پر لوگوں کے اقوال جمع کیے گئے ہیں۔ (۱۷) کتاب الاصول۔ اسے ابو العنبس[۱] نے اپنی تصنیف شمار کر لیا تھا۔
(۱۸) کتاب تفسیر المنایات من النجوم (۱۹) کتاب القواطع علی الہیلاجات۔
(۲۰) کتاب المواليد الصغیر مقالتان (۲۱) کتاب زیج القرانات والاحترافات۔
(۲۲) کتاب الاوقات علی اثنی عشریۃ الکواکب۔
(۲۳) کتاب السہام۔ سہام الماکولات والملبوسات۔ (۲۴) کتاب طبائع البلدان
(۲۵) کتاب الامطار والریاح۔

ابن[۲] المکتفی ایک مقام پر لکھتا ہے کہ میں نے ابن[۳] الجہم کی ایک حکایت اس کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی پڑھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دفعہ ابن الجہم نے سند بن علی کی ایک

---

[۱] ابو العنبس الصیمری کتاب المواليد و کتاب المدخل الی النجوم کا مصنف۔ حالات باب الکنیٰ میں۔
[۲] جعفر بن المکتفی باللہ ابو الفضل۔
[۳] محمد بن الجہم کے حالات حرف المیم میں۔

تصنیف کتاب المدخل ابو معشر کو عطا کی۔ اور ابو معشر اس کا مصنف بن بیٹھا۔ ابو معشر نے علم نجوم بڑھاپے میں سیکھا تھا۔ بھلا اُس میں یہ قابلیت کہاں تھی کہ المدخل جیسی کتاب لکھ سکتا۔ مزید براں موالید پر سات مقالے اور قرانات پر دو کتابیں بھی سند بن علی کی تصنیف ہیں۔ جنھیں ابو معشر نے اپنی طرف منسوب کر لیا ہو۔

جعفر بن المکتفی باللہ ابو الفضل

بہت بڑا فاضل، مختلف علومِ اوائل کا استاد اور خلفائے بغداد کی اولاد میں سے تھا۔ بلند نسب پر اعلا تعلیم نے سونے پہ سُہاگے کا کام کیا۔ جعفر نے علومِ قدیمہ پر چند رسائل بہ طرزِ حواشی لکھے ہیں۔ یہ قدیم و جدید حکما اور ان کے علمی مدارج سے پوری طرح آگاہ تھا۔

ہلال بن المحسن کہتا ہو کہ جعفر کی ولادت ۲۹۴ھ اور موت منگل کے دن ۴ صفر ۳۷۷ھ کو واقع ہوئی۔ جعفر ایک عالم۔ عاقل و فاضل انسان تھا۔ جب عضد الدولہ بغداد میں آیا تو اسے جعفر سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ خفیہ پیغام بھیجا۔ جعفر ہلکا سا جوتا پہن اور سر پر ایک بڑی سی چادر اوڑھ کر عضد الدولہ کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ وہاں ملازموں نے ایک تنہا سے کونے میں بٹھا دیا۔ جب عضد الدولہ فارغ ہوا تو اسے اندر بلایا۔ دیر تک پاس بٹھائے رکھا۔ اور بہت تعظیم سے پیش آیا۔ پھر علم جوتش پر گفتگو چل پڑی۔ عضد الدولہ نے واقعاتِ مستقبل کے متعلق چند سوالات کیے، جن کا جعفر نے تقریباً صحیح جواب دیا۔ یعنی وہی کچھ ہوا جو جعفر نے کہا تھا۔

غرس النعمۃ محمد بن الرئیس ہلال بن المحسن الصابئی لکھتا ہو۔

"میں نے جعفر کی ایک تحریر (اُس کے اپنے قلم سے) دُم دار ستاروں

کی تاثیر پر پڑھی۔ چوں کہ جعفر اس فن کا شہرۂ آفاق اُستاد تھا، اس لیے نقل
کرلی۔"

اس کے بعد غرس النعمۃ اس تمام تحریر کو اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے۔ یہاں اس میں سے صرف ایک حصّہ درج کیا جاتا ہے۔ جعفر کہتا ہے:۔

"۲۲۵ھ میں (معتصم کا زمانہ) سورج کے (تقریباً) درمیان کالے رنگ کا ایک دھبّا پیدا ہوگیا۔ یہ منگل ۱۹ رجب ۲۲۵ھ کا واقعہ ہے۔"
روز بعد چند بڑے بڑے حوادث ظاہر ہوئے۔ الکندی لکھتا ہے کہ یہ دھبا اکیس دن تک نظر آتا رہا اور اس کے معاً بعد معتصم کا انتقال ہوگیا۔ معتصم کی وفات سے پہلے دو دُم دار ستارے آسمان پر نمودار ہوئے۔ چند آدمیوں نے ہارون الرشید کی وفات سے پہلے بھی یہ ستارے دیکھے تھے۔ الکندی کہتا ہے کہ یہ دھبا دراصل زُہرہ کا سایہ تھا جو سورج پر پڑ رہا تھا۔ بہرحال اس دھبے کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے کوشش ضروری ہے۔"

اس کے بعد جعفر نے اس تحریر میں اُن دُم دار ستاروں سے بحث کی ہے جو ہر ماہ (ماہ سے مُراد سُریانی ماہ ہے) آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

جعفر القطّاع المعروف بالسدید البغدادی

علم الکلام، منطق، ہندسہ، علوم و مذاہبِ اوائل و فنِ تعمیر کا فاضل تھا۔ اعتقاداً شیعہ تھا۔ کچھ اوپر ستّر برس کی عمر پائی۔ سنیچر کے دن ۱۶ ربیع الاوّل ۶۰۲ھ بغداد میں فوت ہوا۔ اور اپنے گھر (محلّہ قراح ظفر) میں دفن ہوا۔

جرجیس

انطاکیہ کا فلسفی، اپنی سرزمین میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر چلا گیا، اور وہیں متوطن ہو گیا۔ مصر میں ابو الصلت امیۃ المغربی کی اس سے کہیں شناسائی ہو گئی چنانچہ امیہ اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"مصر میں انطاکیہ سے ایک طبیب جرجیس نامی تشریف لائے ہیں جن کا لقب فیلسوف ہے۔ گویا کوّے کو ابو البیضا اور نیش خوردہ کو تن درست کا نام دے دیا گیا ہے۔ یہ صاحب ابو الخیر سلامۃ بن رحمون الیہودی الطبیب المصری کے دوست بھی ہیں۔ اور وجہ بدنامی بھی۔ ان کا سب سے بڑا مشغلہ یہ ہے کہ نہایت غلط و مہمل زبان میں چند ایک فلسفی و طبی مضامین لکھتے۔ اور اِدھر اُدھر فریب خوردہ حواریوں کے ہاں بھیج دیتے ہیں۔ ان حواریوں کی جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو ان سے مشکل الفاظ و فقرات کی تشریح طلب کرتے ہیں۔ یہ بزرگ قلم برداشتہ بے سوچے سمجھے صفحے کے صفحے تفسیر و تشریح میں سیاہ کر ڈالتے ہیں جنھیں پڑھ کر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جاتے۔ آں جناب نے اپنے دوست ابو الخیر سلامۃ کی شان میں چند اشعار ارشاد فرمائے ہیں، وہ بھی سُن لیجیے؛

(۱) ابو الخیر طبیب اتنا بڑا جاہل ہے، کہ عالم ان کے سامنے آنے سے شرماتا ہے۔

(۲) اس کا مریض اُس بدبخت انسان کی طرح ہے، جو ہلاکت کے بے کراں سمندر میں غوطے کھا رہا ہو۔

(۳) آپ جب کہیں تشریف لے جاتے ہیں، تو موت اور غسل دینے والا ہمراہ ہوتا ہے۔"

جورجیس بن بختیشوع الجندیسا بوری ابوبختیشوع

یہ فاضل خلافتِ عباسیہ کے اوائل میں پیدا ہوا۔ کتاب الکناش اس کی مشہور تصنیف ہے۔ ۱۴۸ھ میں، کہ خلافتِ منصور کا آغاز تھا اور بغداد بن رہا تھا، منصور کو ضعفِ معدہ، بدہضمی و قلۃ الجوع کی شکایت ہوگئی۔ اطبا نے ہر چند علاج کیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر الربیع کو حکم دیا کہ تمام اطبا کو بُلا کر ان کے مشورے سے کوئی قابل طبیب تلاش کرے۔ چناں ربیع نے اطبا کو طلب کیا۔ اطبا نے بالاتفاق رائے دی کہ اس زمانے میں جورجیس سے بہتر کہیں کوئی طبیب موجود نہیں۔ منصور نے فوراً عاملِ جندیسا پور کی معرفت اسے طلب کیا۔ پہلے تو جورجیس نے کچھ چوں و چرا سے کام لیا۔ لیکن آخر شاہی حکم تھا، جانا پڑا۔ جاتے وقت اپنے دو شاگردوں ابراہیم و سرجیس کو ساتھ لے لیا اور اپنے بیٹے بختیشوع کو شفا خانے کا نگراں بنا دیا۔ وقتِ رخصت بختیشوع نے اپنے والد سے کہا کہ آپ کی غیر حاضری میں عیسٰی بن شہلا فا مریضوں کو تنگ کرے گا اس لیے اسے ساتھ لیتے جائیے اور سرجیس کو چھوڑ جائیے۔ جورجیس نے ایسا ہی کیا۔

جب جورجیس مدینۃ السلام (بغداد) میں پہنچا اور دربارِ منصور میں طلب ہوا۔ تو اس نے بادشاہ کے لیے پہلے فارسی اور پھر عربی زبان میں دُعا کی۔ بادشاہ اس کی میٹھی گفتگو اور بلند شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ بیٹھنے کا حکم دیا اور چند طبی سوالات پوچھے۔ جن کے جواب سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ "جورجیس! میں ایک نہایت قابل طبیب کی تلاش میں تھا، تمہارے آنے سے وہ آرزو پوری ہوگئی۔"

جورجیس نے خلیفہ کی بیماری پر مفصل روشنی ڈالی۔ کہ کس طرح شروع ہوئی، کس طرح بڑھی، اب کس درجے میں ہے۔ اور خلیفہ کو یقین دلایا کہ اِن شا اللہ بہت

جلد شفائے کامل ہو جائے گی۔ منصور نے فوراً ایک خلعت عطا فرمائی اور ربیع کو حکم دیا کہ طبیب کی رہائش کا تسلی بخش انتظام کرے۔ اور ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائے۔

جب طبیب کے علاج سے خلیفہ تن درست ہو گیا تو خلیفہ بے حد خوش ہوا۔ اور کہا کہ طبیب کی ہر آرزو پوری کی جائے۔ پھر پوچھا "تمھاری خدمت کون کرتا ہے؟" کہا "میرے شاگرد"۔ منصور نے کہا۔ "سنا ہے تم غیر شادی شدہ ہو"۔ کہا "بیوی تو ہے لیکن ضعیفہ کہ وطن کو چھوڑ کر یہاں آنے کے قابل نہیں"۔

اس گفتگو کے بعد جورجیس گرجے میں چلا گیا۔ اور منصور نے اپنے نوکر سالم کو حکم دیا کہ تین خوب صورت لونڈیاں اور تین ہزار دینار طبیب کی قیام گاہ پر پہنچا دیے جائیں۔ جب طبیب گرجا سے واپس آیا اور عیسیٰ بن شہلا نا نے یہ لونڈیاں وغیرہ طبیب کے سامنے پیش کیں تو سخت ناراض ہوا، اور عیسیٰ سے کہنے لگا۔ او شیطان کے چیلے! تو مجھے پلید کرنا چاہتا ہے۔ ان لونڈیوں کو فوراً بادشاہ کے ہاں چھوڑ آ۔ طبیب نے مناسب یہی سمجھا کہ خود ساتھ جائے۔ جب قصرِ خلافت میں پہنچے تو منصور نے پوچھا "ارے یہ کنیزیں تم نے واپس کیوں کر دیں"۔ کہا۔ "عالم پناہ ہم نصرانی ایک بیوی سے زیادہ نہیں رکھ سکتے"۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آگئی۔ اور حکم دے دیا کہ آیندہ طبیب بلا اذن حرم میں آجا سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی شان دوبالا کر دی۔ یہ ہے پاکیزگیٔ اخلاق کا پھل۔

جب ۱۵۲ھ میں جورجیس بیمار پڑ گیا تو منصور ہر روز عیادت کے لیے اپنا خاص آدمی بھیجتا۔ جب بیماری بہت بڑھ گئی تو دار العامہ میں طبیب کی چارپائی منگوائی۔ اور خود چل کر عیادت کے لیے گیا۔ اس موقع پر طبیب نے کہا کہ مجھے وطن میں واپسی کی اجازت دی جائے تاکہ اہل و عیال کو بھی دیکھ لوں۔ اور اگر مر جاؤں تو آبا و اجداد کے قبرستان میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کر سکوں۔ منصور کہنے لگا۔ "اگر تم اس وقت

اسلام قبول کرلو، تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دینے کو تیار ہوں"۔ کہا "میں تو وہاں رہوں گا جہاں میرے آباواجداد ہوں گے۔ خواہ وہ جہنّم میں ہوں یا جنت میں"۔ اس پر منصور خوب ہنسا، اور کہنے لگا "جب سے تم آئے ہو، میرے تمام دُکھ دُور ہو گئے ہیں۔ اب تمہارے بعد کیا ہوگا"۔ کہا "میرا شاگرد عیسیٰ بن شہلوفا میرا جانشین ہوگا۔ یہ اپنے فن کا اُستاد ہے"۔ کہا۔ "تم اپنا بیٹا ہمارے حوالے کیوں نہیں کرتے"؟ جواب دیا "وہ جندیسا پور کے شفاخانے میں طبیبِ اعظم کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اور وہاں اس کی سخت ضرورت ہے"۔ اس پر منصور نے عیسیٰ کو طلب کیا۔ چند سوالات پوچھے۔ اور جواب سُن کر خوش ہوا۔ اس کے بعد جورجیس کو دس ہزار دینار دے کر رخصت کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ اگر راہ میں فوت ہو جائے تو بھی وطن پہنچا دیا جائے۔ لیکن طبیب وطن میں زندہ جا پہنچا۔

جابر بن حیّان الصوفی

کوفے کا رہنے والا، علومِ طبیعیہ کا ماہر، علم الکیمیا کا فاضل اور کافی کتابوں کا مصنف تھا۔ علمِ فلسفہ سے کچھ لگاؤ رکھتا تھا۔ اور علمِ باطن سے بھی آشنا تھا۔ علم الباطن اسلامی صوفیوں کا علم ہے، جس میں چند بزرگوں نے کافی کمال پیدا کیا تھا۔ ان میں سے زیادہ مشہور حارث[1] بن اسد المحاسبی و سہل[2] بن عبداللہ التستری وغیرہ ہیں۔

---

[1] حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کا ہم عصر جس کی وفات بغداد میں ہوئی۔ اپنے عہد کا بہت بڑا صوفی و زاہد تھا۔ شیخ عبداللہ خفیف نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اس زمانے میں چند بزرگ قابلِ اقتدار ہیں۔ حارث محاسبی۔ جنید۔ ابن عطا اور عمرو بن عثمان - (تذکرۃ الاولیا۔ مولٰنا فریدالدین عطارؒ۔ باب ۲۲)

[2] سہل بن عبداللہ تستری۔ ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ) کا مرید تھا۔ ایک دفعہ آلِ لیث کا مشہور فرماں روا عمرو بن لیث (۲۶۵ - ۲۸۷ھ) بیمار ہو گیا۔ تمام اطبا علاج سے عاجز آگئے۔ اور آخر سہل کی دُعا سے شفایاب ہوا۔ (تذکرۃ الاولیا باب ۲۸)

الاندلسی کہتا ہے۔ کہ میں نے مصر میں اصطرلاب پر جابر بن حیان کی ایک تصنیف دیکھی جس میں ایک ہزار مسائل پر بحث تھی۔

حرف الحاء

الحارث بن کلدۃ ابن عمرو بن علاج الثقفی

عرب کا ایک طبیب جو طائف[1] کے ثقیف[2] سے تعلق رکھتا تھا حصولِ طب کے لیے زمانۂ جاہلیت میں ایران گیا اور اطبائے جندیساپور وغیرہ سے استفادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد حلقہ بگوشِ اسلام بن گیا۔ ایران میں تکمیلِ طب کے بعد مدت تک علاج و معالجے میں مصروف رہا۔ وہاں ہر سو اس کی شہرت پھیل گئی۔ ایک دفعہ ایک ایرانی امیر نے علاج کے لیے بلایا۔ اور صحت یاب ہونے کے بعد کافی دولت اور ایک لونڈی بطورِ انعام دی جس کا نام حارث نے سُمیّہ رکھا۔ اس کے بعد حارث عرب میں واپس چلا آیا۔ اور یہاں بھی کافی مشہور ہو گیا۔

---

[1] طائف، مکّے سے دس میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام۔ کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح میں یہ گاؤں پانی پر تیرتا رہا، اس لیے طائف کے نام سے مشہور ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بستی پہلے شام میں تھی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کی دُعا سے عرب میں چلی آئی۔ اور اس لیے طائف (گھومنے والی) کے نام سے مشہور ہوئی (قاموس)

[2] ثقیف کے لغوی معنی ہیں۔ مردِ زیرک و چالاک۔ پدرِ قبیلہ از ہوازن جس کا نام قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن تھا۔ ثقفی اسی لفظ کا اسم منسوب ہے۔ حضرت ابو عبیدہ ثقفی (جنھیں حضرت عمرؓ نے مثنیٰ بن حارث کی امداد کے لیے سرحدِ ایران پر روانہ کیا تھا) اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

سُمیہ کے بطن سے زیادؔ[۱] پیدا ہوا۔ جسے معاویہؓ نے اپنا رشتے دار بنالیا۔ وہ اس طرح کہ بہ قولِ معاویہؓ ایک دفعہ ابو سفیانؔ[۲] نے طائف میں اس لونڈی کے ساتھ زنا کیا اور یہ حاملہ ہوگئی۔ اس سے دو بچے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ ابوبکرہ و نافع۔ یہ ہر دو بڑے بڑے ہو کر بہ جائے سفیان کے حارث کی طرف منسوب ہو گئے۔ اور اب کی دفعہ زیاد پیدا ہوا۔

حارث آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کرلیا۔ آنحضرت صلعم بیماروں کو فرمایا کرتے تھے کہ حارث سے علاج کراؤ۔

سعدؔ[۳] کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ گو اس وقت سخت بخار تھا لیکن آنحضرت کے مَس سے دِل کو ایک ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی۔ پھر فرمایا۔ تمھارے جگر میں گرمی ہے۔ ثقیف کے بھائی حارث کے پاس جاؤ۔ اور اسے کہو کہ وہ سات کھجوریں گٹھلیوں سمیت کوٹ کر تمھیں کھلادے۔ یہ حدیث صدقۃ المروزی نے ابن عُیینہ[۴] سے

---

[۱] زیاد (م ۵۳ھ) کو حضرت علیؓ نے فارس کا حاکم اور معاویہؓ نے عاملِ بصرہ مقرر کیا۔ اسی کا بیٹا عبداللہ بن زیاد حاکم بصرہ تھا جس نے امام حسینؓ کا محاصرہ کرکے انھیں شمر کے ہاتھ سے شہید کرایا تھا۔

[۲] ابوسفیان کئی ہیں۔ مثلاً (۱) ابوسفیان، مغیرہ بن الحارث بن عبدالمطلب آنحضرت صلعم کا چچیرا بھائی (۲) ابوسفیان طلحہ بن نافع۔ تابعی (۳) ابوسفیان بن وکیع (۴) ابوسفیان بن حرب بن اُمیّہ۔ پدرِ معاویہ۔ یہاں یہ آخری ابوسفیان مُراد ہے۔ [۳] کئی آدمیوں کا نام سعد تھا۔ مثلاً سعد بن خولہ۔ سعد بن خثیمہ۔ سعد بن الربیع۔ سعد بن عبادہ۔ سعد بن عبید۔ سعد بن عمیر۔ سعد بن مالک۔ سعد بن محیصہ۔ سعد بن معاذ۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعد بن وسیم۔ یہاں مُراد غالباً سعد بن ابی وقاص ہے۔ [۴] سفیان بن عُیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی ابو محمد الکوفی مکّہ میں پیدا ہوا۔ محدثین کا اتنا بڑا امام تھا کہ (بقیہ حاشیہ صہ ۲۳۴ پر)

روایت کی ہے۔

محمد بن اسحاق الندیم، اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ حجۃ الوداع میں سعد بیمار ہو گیا۔ جب آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے، تو کہنے لگا: "یا حضرت میں زندگی سے مایوس ہو گیا ہوں۔" آنحضرت نے فرمایا۔ "مجھے امید ہے کہ تم شفا پاؤ گے۔ تم سے ایک قوم فائدہ اور دوسری نقصان اُٹھائے گی۔" پھر آنحضرت صلعم نے حارث کو سعد کے علاج کا حکم دیا۔ حارث نے بھی اُمیدِ شفا ظاہر کی اور حاضرین سے پوچھنے لگا "کیا آپ میں سے کسی کے پاس موٹی کھجوریں ہیں۔" ایک نے کہا "ہیں" چند کھجوریں لے کر ان میں پہلے میتھی شامل کی اور اوپر مکھن لگا دیا۔ جب سعد نے یہ غذا کھائی، تو اُس جوان گھوڑے کی طرح، جس کے پاؤں سے رسّی نکال لی گئی ہو، طرارے بھرنے لگا۔

عبدالرحمٰن[1] بن ابی بکرہ حارث کا یہ قول نقل کرتا ہے۔ "جو شخص ایک پُر راحت زندگی چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ سویرے جاگے، قرض سے بچے اور عورتوں کی مجلس سے دُور رہے۔"

ابو عمرو[2] کا خیال یہ ہے کہ حارث اسلام لانے سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ اس سلسلے

(ص ۲۳۳ کا بقیہ حاشیہ):۔ امام شافعی۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے اساتذہ حدیث اس سے حدیثیں روایت کرتے تھے۔ سنہ ۱۶۳ھ میں مکّے سے کوفے میں آیا، اور یہیں سنہ ۱۹۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی)

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ بن الحارث الثقفی بصرے کا پہلا مُسلم مولود تھا۔ اس نے حدیث میں وہ مہارت پیدا کی کہ ائمۂ حدیث میں شمار ہونے لگا۔ اس کی وفات سنہ ۹۶ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی)

[2] ابو عمرو سے مراد ابو عمر (زبّان) بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی ہے۔ جس نے علمِ قرأت میں کافی کمال پیدا کیا تھا۔ اور فقہ اللغۃ العربیہ کا واضع بھی تھا۔ اس کی (بقیہ حاشیہ ص ۲۳۵ پر)

میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم بیمار ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاص کی معرفت حارث کو بلایا اور اس سے مرض کے متعلق مشورہ لیا۔ اس حکایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کفار سے بھی مشورہ لے سکتے ہیں۔

حارث سارنگی بھی بجا سکتا تھا۔ اور یہ ہنر ایران و یمن سے سیکھ آیا تھا۔ حارث حضرت معاویہ رضؓ کے زمانے تک باقی رہا۔ ایک دن معاویہ رضؓ نے پوچھا "حارث! طب کیا چیز ہے؟" (چوں کہ طب کا مقصد قیامِ صحت ہے۔ اس لیے اس سوال میں طب سے مراد کامل تن درستی ہے۔ مترجم)۔ کہا۔ "بھوک لگنا"۔

الحارث

منجم۔ حسن[۱] بن سہل کا شاگرد اور کئی کتابوں کا مصنّف تھا۔ ابو معشر نے اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے۔

الحسن بن احمد (ایک نسخے میں محمد بن احمد) بن یعقوب ابو محمد (ایک نسخے میں ابو احمد) الہمدانی

یہ حکیم قبیلہ ہمدان[۲] سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب الاکلیل ہے۔

(صد ۲۳۴ کا بقیہ حاشیہ):۔ پیدائش سنہ ھ کو مکہ میں ہوئی اور مدتوں بصرے میں رہا۔ جہاں عیسٰی بن عمرو الثقفی اور سیبویہ سے ملاقات کی۔ ابو عمرو سے اصمعی دس برس تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ قرآنِ حکیم کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ فرزدق کے دیوان میں ایک شعر ابو عمرو کی تعریف میں موجود ہے۔ آپ کی وفات مقامِ کوفہ سنہ ۱۵۴ھ میں ہوئی۔ (دائرۃ المعارف صد ۳۸۴)۔ [۱] حسن بن سہل بن نوبخت۔ حالات آگے آئیں گے۔ (حاشیہ [۲] صد ۲۳۶ پر دیکھیے)

جس میں شاہانِ حمیر[1] کے حالات، شجرۂ نسب بھی دیا ہوا ہے۔ کل دس فنون پر بحث کی گئی ہے۔ ستاروں کے ملاپ۔ طبعیات۔ نجوم۔ قدم و حدوثِ عالم، انقلاباتِ دہر پر متقدمین کی آرا اور انسانی نسل و عمر پر بھی دل چسپ بحثیں موجود ہیں۔ اس کی چند اور کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب سرائر الحکمۃ۔ اس میں علم الافلاک، حرکاتِ کواکب، احکام نجوم وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

(۲) کتاب القوی۔ (۳) کتاب الیعسوب فی القسّی والرّمی والسہام والنضال۔

(۴) ایک تقویم، جو اہلِ یمن کا ماخذ ہے۔ یہ شخص یمن کا سب سے بڑا عالِم ہو گزرا ہے۔ میں نے اس حکیم کے کچھ حالات کتاب النحاۃ میں بھی درج کیے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک بہت بڑا ادیب بھی تھا۔ ملاحظہ ہو اس کا قصیدہ دامغہ جو شرح سمیت ایک ضخیم جلد ہے۔ الہمدانی کی وفات ۳۳۴ھ کو جیل خانے میں ہوئی۔

(صـ۲۳۵ کا ۲ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔ عرب کا ایک قبیلہ جس کا مرکز ہمدان ہے۔ ہمدان شہر کا نام بھی ہے اور قبیلے کا بھی۔ یہ شہر یمن میں صنعا سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اس قبیلے کا جدّ اول ہمدان بن مالک بن زید بن ربیعہ بن اوثلہ بن الخیار بن زید بن قحطان تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

[1] شاہانِ حمیر تیسری صدی کے آغاز سے پانچویں صدی کے اختتام تک جنوبی عرب کے اُس حصّے پر جو سبا و سمندر کے درمیان واقع ہے، حکومت کرتے رہے۔ ان کا جدِّ امجد حمیر بن یارب بن قحطان تھا۔ اس خاندان کے فرماں روا تبّا کے لقب سے مشہور تھے۔ پہلا تبّا حارث تھا۔ دوسرا ذوالقرنین۔ تیسرا بلقیس (مشہور ملکۂ سبا جس نے حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ہدہد کی وساطت سے کلام کیا تھا)۔ چوتھا اسعد (اسد) کامل۔ پانچواں حسّان۔ چھٹا عمر۔ آخری ذوالنواس جسے ملکِ حبشہ (نجاشی) نے شکست دے کر ملک پر قبضہ جما لیا تھا۔ (تاریخ ادبِ عربی نیکلسن)

الحسن بن مصباح المنجم

اسے حساب وعلم النجوم سے کافی دل چسپی تھی۔ اس نے ایک تقویم تیار کی جس میں کواکب پر بحث کرتے ہوئے سندھ ہند[1] کے نظریوں کو باطل ثابت کیا ہے۔ حرکاتِ کواکب وغیرہ کی بنیاد بطلیموسی انکشافات پر رکھی ہے۔ اور آفتابی گردشوں کی تعیین میں رصدگاہوں سے مدد لی ہے۔

الحسن بن عبیداللہ بن سلیمان بن وہب

بیت الریاستہ سے تعلق رکھتا تھا۔ علم ہندسہ میں کمال پیدا کیا ہوا تھا۔ اس کی مشہور کتاب یہ ہے:-

کتاب شرح المشکل من کتاب اقلیدس فی النسبتہ۔ ایک مقالہ۔

الحسن بن سوار بن بابا بن بہرام (ایک نسخے میں بہنام) ابوالخیر

المعروف بہ ابن الخمّار بغدادی

منطق کا فاضل یحییٰ بن عدی کا شاگرد۔ نہایت ذہین وذکی اور مختلف علوم کا طالب العلم تھا۔ پیدائش، ربیع الاوّل ۳۳۱ھ۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:-

(۱) کتاب الہیولیٰ۔ ایک مقالہ۔ (۲) کتاب الوفاق بین الفلاسفۃ والنصارا۔ تین مقالے

[1] سندہند کے حالات اوراقِ آیندہ میں۔

(۳) کتاب تفسیر الیاغوجی مفصّل ۔ (۴) کتاب تفسیر الیساغوجی مختصر۔
(۵) کتاب الصدیق والصداقۃ - ایک مقالہ۔
(۶) کتاب سیرۃ الفیلسوف - ایک مقالہ۔
(۷) کتاب الآثار المختلفۃ فی الجوّ الحادثۃ عن النجار
(۸) کتاب الآثار العلویہ (سُریانی سے عربی میں ترجمہ)
(۹) کتاب ابلس فی الکتب الاربعۃ فی المنطق الموجود۔ اس کتاب میں ثاؤفرسطس کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔
(۱۰) مقالۃ فی الاخلاق۔

الحسن بن الخصیب (ایک نسخے میں الخفیب، دوسرے میں الخطیب)

فارسی النسل، علم النجوم میں ماہر۔ جس کی کئی تصنیف علم الافلاک پر موجود ہیں۔ چوں کہ اس کی جنم پتری میں سہم الغیب (ستارہ) موجود نہ تھا۔ اس لیے اس کی پیش گوئیاں غلط ہوتی تھیں۔ اس نے احکام النجوم پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا کارِ مہتر۔ اس کتاب میں جس قدر پیش گوئیاں درج ہیں، سب کی سب غلط نکلیں۔ مثلاً ایک مقام پر درج ہے کہ جب زحل بُرج جوزا کے پہلے درجے میں داخل ہوگا تو شاہِ مصر کی وفات ہو جائے گی۔ میری زندگی میں یہ بات دو دفعہ ہو چکی ہے اور ملکِ مصر بہ دستور زندہ ہے۔ اس کی چند دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المدخل اِلیٰ علم الہیئۃ (۲) کتاب تحویل سنی العالم (۳) کتاب الموالید (۴) کتاب تحویلِ سنی الموالید۔ (۵) کتاب النشور، جو یحییٰ[۱] بن خالد کے لیے لکھی تھی۔

---

[۱] یحییٰ بن خالد بن برمک۔

(۶) کتاب قضیب الذہب (۷) کتاب النکت۔

الحسن ابن الحسن بن الہیثم ابو علی المہندس البصری نزیل مصر

علم ہندسہ کے غوامض و اسرار کا عالم۔ علوم اوائل کا فاضل اور کئی تصانیف کا مصنف تھا۔ شاگردوں کی ایک خاصی جماعت پیدا کی۔

اُس زمانے میں مصر کا فرماں روا حاکم تھا، جو علوم حکمیہ میں کافی دل چسپی لیتا تھا۔ جب حسن کا آوازۂ علم و فضل سُنا، تو شوقِ ملاقات پیدا ہو گیا۔ حسن نے کسی وقت کہا تھا کہ:۔

"اگر میں مصر میں ہوتا، تو دریائے نیل کی طاقت کو کسی مفید کام پر لگاتا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ دریا بلندی سے پستی کی طرف جاتا ہے اور مصر سے گزرتا ہے"۔

جب شاہِ مصر کو الحسن کے ان ارادوں کا علم ہوا تو اشتیاقِ ملاقات اور بڑھ گیا۔ چناں چہ ایک قاصد کافی مال و دولت کے ساتھ اس کی طرف بھیجا۔ الحسن چل پڑا۔ اور جب مصر کے قریب پہنچا، تو بادشاہ نے باب القاہرہ کے پاس ایک گانو خندق پر اس کا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ جب حسن کی تھکان اُتر گئی تو بادشاہ نے اسے دریائے نیل کی اسکیم یاد دلائی۔ حسن چند کاری گروں کو ہمراہ لے کر چل پڑا۔ آگے جا کر گزشتہ اقوام کے کھنڈرات نظر پڑے جن پر ستاروں کی تصاویر کھچی ہوئی تھیں اور ہندسہ کی کئی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ نیز یہ عمارات ازبس پائدار و مضبوط معلوم ہوتی تھیں۔ حسن کو یقین ہو گیا کہ وہ لوگ بھی علم ہندسہ کے ماہر تھے۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ اگر وہ تو میں علم ہندسہ میں ماہر ہونے کے باوجود

دریائے نیل سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکیں تو میں کیا بنا سکوں گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ حوصلہ پست ہو گیا لیکن چلتا گیا۔ آخر شہر اسوان[1] کے جنوب میں موضع جنادل میں جا پہنچا۔ اس بلند مقام کے دونوں طرف سے دریا گزر رہا تھا۔ معاینہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ کچھ نہیں بن سکتا۔ بہت شرمندہ ہوا، اور شاہِ مصر کے پاس جا کر معذرت کی۔ بادشاہ نے معذرت قبول کر لی اور اسے ایک دفتر کا ناظم بنا دیا حسن نے اس عہدے کو بادلِ ناخواستہ قبول کر لیا۔ چند روز کے بعد اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ ازبس عجلت پسند واقع ہوا ہے اور ذرا سی لغزش پہ موت کی سزا دے دیتا ہے۔ حسن ڈر گیا۔ اور یہاں سے نکلنے کی کوئی تجویز سوچنے لگا۔ اور کچھ نہ سوجھا تو دیوانہ بن بیٹھا۔ بادشاہ نے اس کا مال ضبط کر لیا۔ اسے ایک مقام میں قید کر دیا۔ اور چند آدمی اس کی نگرانی پر مقرر کر دیے۔

جب حاکم کی وفات ہو گئی تو جھٹ پٹ فرزانہ بن گیا۔ اور محبس سے باہر آ کر جامع ازہر کے بڑے دروازے پر ایک قبے میں رہنے لگ گیا۔ اب اس کا کام زہد و قناعت تھا۔ چند روز کے بعد ضبط شدہ مال واپس مل گیا۔ اب کچھ تصنیف و تدریس کا شغل بھی ہونے لگا۔ اس کا خط نہایت عمدہ تھا۔ یوسف الناشی (ایک نسخے میں الفاسی) الاسرائیلی الحکیم نزیلِ حلب کہتا ہے کہ حسن ہر سال اقلیدس۔ المجسطی والمتوسطات کا ایک ایک نسخہ لکھتا۔ اور یہ نسخے ڈیڑھ سو دینار پر آغازِ کتابت ہی میں بک جاتے۔ اس طرح حسن اُمرا کی خوشامد اور ان کے جھوٹے وعدوں کی کلفت سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر کرتا رہا اور ۴۳۵ھ کے قریب اس دُنیا سے چل بسا۔ میرے پاس ہندسہ پر حسن کی ایک چھوٹی سی کتاب موجود ہے۔

---

[1] اسوان جنوبی مصر میں سوڈان کی سرحد سے تقریباً ایک سو پچیس میل شمال میں ایک بھاری شہر جو آج کل ریلوے اسٹیشن ہے۔

جو ۴۳۲ھ میں لکھی گئی تھی۔

تصانیف (۱) تہذیب المجسطی (۲) المناظر (۳) مصادرات اقلیدس۔
(۴) الشکوک علی اقلیدس (۵) مساحۃ المجسم المتکافی (۶) الاشکال الہلالیہ۔
(۷) صورۃ الکسوف (۸) العدد والمجسم۔
(۹) قسمۃ الخط الذی استعملہ ارشمیدس فی الکرۃ (۱۰) اختلاف منظر القمر۔
(۱۱) استخراج مسئلۃ عددیۃ (۱۲) مقادمۃ ضلع المسبّع (۱۳) رؤیۃ الکواکب۔
(۱۴) التنبیہ علی مافی الرصد من الغلط (۱۵) تربیع الدائرۃ۔ (۱۶) اصول المساحۃ۔
(۱۷) اعداد الوفق (۱۸) مسئلہ فی المساحۃ (۱۹) اعمدۃ (ایک نسخے میں اعملۃ) المثلثات
(۲۰) عمل المسبّع فی الدائرۃ (۲۱) حل شکٍ من المجسم (۲۲) حلُّ شکٍ من اقلیدس۔
(۲۳) حرکۃ القمر (۲۴) استخراج اضلع المکعب (۲۵) عللُ الحساب الہندی۔
(۲۶) مایُری من السماءِ اعظم من نصفہا (۲۷) خطوط السّاعات۔
(۲۸) الکرۃ اوسع الاشکال المجسمۃ (۲۹) خطُّ نصف النّہار۔
(۳۰) الکرّۃ المُحرقۃ (۳۱) ہیئۃ العالم (۳۲) الجزءُ الذی لا یتجزّاء۔
(۳۳) مساحۃ الکُرۃ (۳۴) کیفیۃ الارصاد (۳۵) حساب المعاملات۔
(۳۶) الہالۃ وقوس قزح (۳۷) المجرّۃ (۳۸) ماہیئۃ المجرّۃ۔
(۳۹) جوابٌ من خالفَ فی المجرّۃ (۴۰) مسئلۃ ہندسیۃ۔
(۴۱) شرحُ قانون اقلیدس (۴۲) استخراج خطّ نصف النہار بظلٍّ واحدٍ۔
(۴۳) اصول الکواکب (۴۴) برکار الدوائر العظام (۴۵) جمع الاجزاءِ۔
(۴۶) قِسمۃ المقدارین (۴۷) التحلیل والترکیب (۴۸) حساب الخطائن۔
(۴۹) شکل بنی موسیٰ (۵۰) المرایا المحرقۃ (۵۱) استخراج اربعۃ خطوطٍ۔
(۵۲) حرکۃ الالتفات (۵۳) حلّ شکوک الالتفات (۵۴) الشکوک علی بطلیموس۔

(۵۵) حل شکوک المجسطی (۵۶) اختلاف المناظر (۵۷) ضوءُ القمر۔ (۵۸) المکان۔
(۵۹) الاخلاق (۶۰) السمت (۶۱) سمت القبلۃ بالحساب (۶۲) ارتفاع القطر۔
(۶۳) ارتفاعات الکواکب (۶۴) کیفیۃ الاظلال (۶۵) الرخامات الاُفقیۃ۔
(۶۶) عمل البنکام (۶۷) مقالۃ فی الاثر الذی فی القمر (۶۸) تعلیق فی الجبر۔
(۶۹) کتابُ البرہان علی مایراہُ الفلکیُّون فی احکام النجوم۔

الحسن ابن الامیر ابوعلی بن نظام الملک

اپنے دادا، نظام الملک[1] کی وجہ سے بغداد میں خوب بنی رہی۔ خود بھی علومِ فلسفہ و نجوم کا فاضل تھا۔ سنیچر کے دن ۸ صفر ۶۱۳ھ کو فوت ہوا۔

الحسن بن محمد بن ابی نعیم ابوعلی الطبیب

اپنے عہد کا مشہور طبیب تھا۔ بیت المقدس میں رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ تمیمی تریانی و مقدسی مشائخ میں سب سے بڑا عالم تھا۔ فنِ طب میں دُنیا نے اس سے کافی استفادہ کیا۔

---

[1] نظام الملک سلاطینِ سلجوق کا مشہور و معروف وزیر تھا۔ جو پچپن سال تک اس عہدے پر فائز رہا۔ سیاست نامہ اس کی مشہور تصنیف ہے جس میں حکومت کے ہر شعبے پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ وفات ۴۸۵ھ۔ (تاریخ الخلفاء ۵۸۱)

الحسین بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید الکاتب ابوالحسن بن ابی الحسین ۔ ابو احمد المعروف بہ ابنِ کرنیب

بغداد کے متکلمین[1] میں سے تھا ۔ اور فلسفۂ طبیعی کی طرف زیادہ مائل تھا ۔ اس کا بھائی ابوالعلا علم ہندسہ کا فاضل تھا ۔ (اس کا ذکر آگے آئے گا) اور ابو احمد حسین قدیم علوم طبیعیہ میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا ۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) کتاب الرد علی ثابت بن قرۃ فی نقضہ وجود سکونِ بین کل حرکتین متضادین ۔

(۲) کتاب فی الاجناس والانواع ۔

(۳) کتاب کیف یعلم مامضیٰ من النہار من ساعۃ من قبل الارتفاع ۔

---

[1] اسلامی متکلمین عہد اُمیہ کی پیداوار ہیں ۔ یہ اپنے عقائد کو معقولات کے پیرائے میں پیش کرتے تھے ۔ اور یونانی فلسفے کے مسلمات اِن کے استدلال کی بنیاد تھے ۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہو کہ یونانی فلسفہ و مذہب میں توافق و تطابق پیدا کیا جائے ۔ اس کوشش نے تین قسم کے فرقے پیدا کردیئے ۔ اوّل وہ جو مذہب کو اصل الاصول سمجھ کر فلسفے میں تائیدی دلائل تلاش کرتے تھے ۔ ان کو اسلامی علم الکلام کا بانی کہنا چاہیے ۔ اور ان میں معتزلہ کو ہر اعتبار سے شرف حاصل ہے ۔ دوم وہ جنھوں نے مذہب کو نظر انداز کرکے معقولات کو سب کچھ سمجھ لیا ۔ ان کو فلسفی کہنا زیادہ موزوں ہوگا ۔ سوم جنھوں نے فلسفے سے یک گونہ استفادہ کرکے شجرِ اسلامی میں نئی نئی شگوفہ کاریاں کیں ۔ ان میں باطنیہ و متصوفہ شامل ہیں ۔
(مذہب اور باطنی تعلیم مصنفہ مرزا محمد سعید ام ۔ اے مطبوعہ اُردو مرکز لاہور صہ ۱۳۴)

المجوموس (المجونیوس)

بہ قولِ اسحاق بن حُنین یہ اُن فلسفیوں میں سے تھا۔ جو جالی نوس کے بعد ہوئے ہیں۔ اس نے ارسطو کی چند کتابوں کی تفسیر لکھی ہے۔ جن کا ذکر حالاتِ ارسطو میں ہو چکا ہے۔ اس کی بعض دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب شرح مذہب ارسطوطالیس فی الصناع۔

(۲) کتاب فی اغراض ارسطوطالیس فی کتبہ۔

(۳) کتاب بحثہ ارسطوطالیس فی التوحید۔

حبش الحاسب المروزی[۱] الاصل

لقب حبش۔ اصل نام احمد بن عبداللہ۔ اصلی وطن کو چھوڑ کر بغداد میں رہائش پزیر ہو گیا تھا۔ مامون اور معتصم کا زمانہ دیکھا تھا۔ مشاہدۂ کواکب میں لاثانی تھا۔ اس کی کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) زیج۔ یہ تقویم السندہند کے اصولوں پر مرتّب کی تھی۔ اور آغاز میں یہ السندہند ہی کو قابلِ اعتماد سمجھتا تھا۔ اس تقویم میں محمد بن ابراہیم الفزاری[۲] و الخوارزمی[۳] کی مخالفت کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (نصف فقرہ سمجھ میں نہیں آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)

---

[۱] مروزی، مروِ شاہ جہاں کی طرف منسوب، جو خراسان میں ایک مشہور شہر ہے۔ نیز بغداد میں ایک محلّے کا نام المراوزۃ ہے۔ ہر دو کا اسم منسوب المروزی ہے۔ (لب اللباب ص۲۴۲)

[۲] الفزاری کے حالات حرف المیم میں۔

[۳] محمد بن موسیٰ الخوارزمی کے حالات حرف المیم میں۔

(۲) نتیج المعروف بالمحن۔ یہ تقویم رصد کی مدد سے تیار کی۔ اور مشاہدے کے بعد حرکاتِ کواکب کا اندراج کیا۔

(۳) الزیج الصغیر المعروف بالشاہ (۴) کتاب فی العمل بالاصطرلاب۔

(۵) کتاب الزیج الدمشقی (۶) کتاب الزیج المامونی۔

(۷) کتاب الابعاد والاجرام (۸) کتاب الرخائم والمقاییس۔

(۹) کتاب الدوائر المتماسۃ وکیفیۃ الاتصال الیٰ عمل السطوح المتوسطۃ والقائمۃ والمائلۃ والمنحرفۃ۔

حبش تقریباً سو سال کی عمر میں فوت ہوا۔

حُنین بن اسحاق الطبیب النصرانی ابوزید العبادی

یوحنّا بن ماسویہ ابوزکریا کا شاگرد، فنِ طب و علاج میں ماہر اور سرمہ سازی میں لاثانی تھا۔ اس نے بہت سی یونانی کتابوں کو سُریانی و عربی میں منتقل کیا۔ یونانی و عربی ہر دو زبانوں میں ایک فصیح البیان شاعر و خطیب تھا۔ بغداد کو چھوڑ کر ایران کی طرف چلا گیا اور بصرے میں خلیل[1] بن احمد کے ساتھ رہ کر عربی زبان میں اور زیادہ

---

[1] عربی زبان کے نحویوں کے بڑے بڑے مرکز دو تھے۔ اول بصرہ، دوم کوفہ۔ اول الذکر کا بانی ابوالاسود الدؤلی تھا۔ جسے زیاد حاکم بصرہ (عہدِ معاویہؓ) نے اصولِ نحو مرتب کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابوالاسود نے چند اصولِ نحو حضرت علیؓ سے سیکھے تھے۔ اس مرکز میں یہ چھ بڑے بڑے نحوی پیدا ہوئے۔ (۱) عمر بن العلاء (۲) خلیل بن احمد (۳) سیبویہ (۴) مُبرّد (۵) السکاری (۶) ابن زرید۔ خلیل بن احمد عروض کا موجد ہے۔ اس نے عربی کی ایک لغت کتاب العین لکھنی شروع کی تھی جس کی تکمیل میں موت حائل ہوئی۔ سنِ وفات ۱۷۵ھ = ۷۹۲ء۔

کمال پیدا کیا۔ جب بغداد میں واپس آیا تو المتوکل نے اسے کتابوں کا ترجمہ کرنے کی خدمت پر مقرر کر دیا۔ اور ساتھ چند مشہور علما (اصطفن بن بسیل۔ موسیٰ بن خالد الترجمانی یحییٰ بن ہارون وغیرہ) ترجمہ وکتابت کے لیے لگا دیے۔ یہ علما جب کام کر کے لاتے تو حُنین ناقدانہ نظر سے تمام تفاصیل کو دیکھتا۔ الغرض، تراجم پیدا کرنے میں یہ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔

حُنین نے جالی نوس و بقراط کی بعض تصانیف کی شرح کی۔ ان کی مشکلات حل کیں، اور بعض کا نہایت عمدہ اختصار تیار کیا۔ علمائے اسکندریہ کی طرح جالی نوس کی بعض تصانیف کو مکالمے کی صورت میں تبدیل کیا۔ منطق پر ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی۔ رو بہ صحت مریضوں، مُسہل دواؤں اور صحت بخش غذاؤں پر لاجواب تحریرات چھوڑیں۔ اور کتابِ بولس کا ملخص تیار کیا۔

حُنین کے دو لڑکے تھے:۔ داؤد و اسحاق۔ داؤد طبابت کا کام کرتا تھا۔ اسحاق تراجم پہ لگ گیا۔ اور اس فن میں کمال پیدا کر لیا۔ ارسطو کی تصنیف کتاب النفس کی اس تفسیر کا ترجمہ کیا، جو ثامس طینوس نے تیار کی تھی۔ اسحاق کا میلان فلسفے کی طرف زیادہ تھا۔

حُنین کی موت

ایک دن متوکل مستی کی حالت میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں دھوپ آگئی۔ الطّیفوری النصرانی الکاتب[1] کہنے لگا۔ "جہاں پناہ! خمار کی حالت میں دھوپ نقصان پہنچاتی ہے"۔ حُنین پاس سے بول اٹھا۔ "یہ غلط ہے۔ کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ خمار ایک عارضی حالت ہے"۔ اس پر متوکل کہنے لگا۔

[1] طیفوری سے مراد وہی طیفوری ہے، جو ہارون الرشید کی والدہ طیفور مولی الخیزران کا طبیب خاص تھا۔ اصل نام عبداللہ تھا۔ اور فتح بن خاقان کے طبیب اسرائیل بن زکریا الطیفوری کا دادا تھا۔ (تاریخ الحکما۔ باب الطاء)

"حُنین قابلیت میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔"

اس پر طیفوری حسد سے جل کر کوئلہ ہوگیا۔

چند روز کے بعد حنین ایک کتاب نکال لایا۔ جس میں حضرت مسیح کی حالتِ صلب کی تصویر تھی۔ اور ارد گرد چند آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ طیفوری پوچھنے لگا "کیا ان لوگوں نے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھایا تھا۔" حُنین کہنے لگا "ہاں ان کے مُنہ پر تھوکو۔" طیفوری کہنے لگا۔ "یہ خود سولی دینے والے نہیں ہیں۔ بلکہ صرف تصویریں ہیں۔" طیفوری نے بات کو ذرا موڑ کر متوکل سے جا کہا، کہ آج حُنین نے تصویرِ مسیح کی سخت بے عزتی کی ہے۔ مجھے تھوکنے کو کہتا تھا۔ بہتر ہے کہ اس کے متعلق پادریوں سے فتوا لیا جائے۔ چناں چہ چند پادری بُلائے گئے۔ طیفوری نے شہادت دی۔ پادریوں نے اس کا زُنّار کاٹ دیا، اور لوگوں کے سامنے ستّر بار لعنت بھیجی۔ ساتھ ہی متوکل نے حکم دے دیا کہ آیندہ حُنین کی کوئی دوا میرے ہاں نہ آئے، جب تک کہ طیفوری کی موجودگی و نگرانی میں تیار نہ ہو۔

حُنین چُپکے سے اُٹھ کر گھر کو چل دیا۔ اور دوسری صبح چارپائی پر مُردہ پایا گیا۔ اس کی موت غالباً اس سخت دماغی صدمے سے واقع ہوئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ زہر کھا لیا تھا۔ واللہ اعلم۔

حنین جماعتِ عباد کی طرف منسوب تھا اور اس لیے عبادی کہلاتا تھا۔ عباد نصارا کی ایک جماعت تھی جس نے باقی لوگوں سے الگ حیرہ[1] کے ایک میدان میں

---

[1] تیسری صدی عیسوی میں چند عربی قبائل نے عراق پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا اور وہیں مقیم ہوگئے۔ رفتہ رفتہ چند گانو اور شہر تیار ہوگئے جن میں سے اہم حیرہ تھا۔ اس میں تین قسم کے لوگ رہتے تھے (۱) تنوق، جو اونٹنیوں کی کھال والے خیموں میں رہتے تھے۔ دوم۔ عباد جو عموماً تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ ان کا آپس میں رشتۂ قرابت تھا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۸ پر دیکھیے)

اپنے مکان بنائے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے "چوں کہ عباد کی نسبت صرف اللہ ہی کی طرف ہو سکتی ہے۔ مثلاً ہم عباد اللہ کہا کرتے ہیں، عباد الملک وغیرہ نہیں کہتے، اس لیے ہم نے اپنے لیے عباد کا نام تجویز کیا ہے"۔ عدی[۵] بن زید اس جماعت کا مشہور فرد تھا۔

(ص ۲۴۷ کا بقیہ حاشیہ):۔ اور عرب بدّو انھیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔ سوم۔ احلاف جو تنوق و عباد کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ یہ شہر کوفہ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر واقع تھا۔ لیکن اب تباہ ہو چکا ہے۔ (نکلسن کی تاریخ ادب عربی)

تاریخ الخلفاء ص۶ پر مرقوم ہے "حیرہ ایک چھوٹا سا ملک عراق سے مغرب کی طرف صحرائے شام کے کنارے پر واقع ہے"۔

[۵] حیرہ کے بادشاہ تعداد میں بیس تھے۔ اوّل، عمر بن عاد تھا۔ جس نے زبّہ (بنتِ عمر بن ضریب جو شام کے کچھ حصّے اور عراق پر فرماں روا تھا۔ اس کے والد کو جزیمہ نے مار ڈالا تھا۔ زبّہ نے جزیمہ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ جب جزیمہ شہر کے قریب پہنچا۔ تو اسے زبّہ نے قتل کر ڈالا۔ اس پر جزیمہ کا وزیر عمر بن عاد (قصیر) نے ایک چال چلی کہ اپنی ناک کاٹ ڈالی۔ اور روتا چلا تا زبّہ کے ہاں آگیا۔ کہ میری ناک جزیمہ کے وارثوں نے کاٹ ڈالی ہے۔ زبّہ نے اسے پناہ دی۔ جب اعتماد حاصل کر چکا۔ تو ایک دن دو سو اونٹوں پر صندوق لادے جن میں دو دو مسلح آدمی چھپے ہوئے تھے۔ اور یہ اونٹ زبّہ کے محل (اور بہ قول بعض قلعے میں) میں کسی بہلنے سے لے آیا۔ وہاں یہ آدمی باہر نکلے۔ اور زبّہ کو مع اس کے سپاہیوں کے موت کی گھاٹ اتار دیا، سے جزیمہ کا انتقام لیا تھا۔

اس خاندان کے چند دیگر مشہور بادشاہوں کے نام یہ ہیں:۔

نعمانِ اوّل۔ (قلعہ خوارنق کا بانی۔ جس نے اس قلعے کے معماروں کو اس لیے ہلاک کرا دیا تھا کہ ایسا قلعہ کہیں اور نہ بناتے پھریں)

منذرِ اوّل۔ ایرانی بادشاہوں کا غلام۔ جسے حکومتِ ایران نے حیرہ کا فرماں روا بنا دیا تھا۔

منذرِ سوم۔ اسے کندا (ایک قبیلہ، جس میں امرا القیس جیسا مشہور شاعر پیدا ہوا) کے ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹ پر)

جس کا ایک قصہ نعمان بن المنذر کے متعلق کافی شہرت حاصل کرچکا ہے۔

حُنین بلادِ روم سے یونانی زبان سیکھنے اور کتبِ حکمت پڑھنے کے بعد موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں کے ہاں آیا۔ یہی وہ حضرات ہیں جنھوں نے حُنین کو تراجم کی ترغیب

(صتہ ۲۴۸ کا بقیہ حاشیہ):۔ امیر حارث بن عمر نے کچھ عرصے کے لیے عراق سے نکال دیا تھا۔ ایک دفعہ اس نے شراب کے نشے میں اپنے دو قریبی مصاحبوں کو زندہ دفن کرنے کا حکم دے دیا۔ ہوش میں آنے کے بعد سخت نادم ہوا۔ چناں چہ ان کی قبروں پر مینار بنائے اور سال میں دو مرتبہ ان کی زیارت کے لیے جاتا۔ ان میں سے وہ ایک دن کو اچھا اور دوسرے کو برا سمجھتا۔ اچھے دن میں جو شخص پہلے آگے سے ملتا، اُسے سَو اُونٹ انعام دیتا۔ اور برُے دن پر پہلے ملنے والے کو فوراً قتل کردیتا۔

عمرو بن ہند ۔ یہ عمرو بن کلثوم کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ سبع معلقات میں ایک معلقہ اسی واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔

منذرِ چہارم۔ پھر قابوس اور پھر نعمان ابو قابوس بن منذر (۵۸۰ - ۶۲۰ء)

قصّہ عدی بن زید | عربی و فارسی کا ماہر اور انوشیرواں کا سکرٹری۔ جسے نوشیرواں نے کسی کام پر قسطنطنیہ بھیجا۔ واپسی پر حیرہ میں نعمان بن منذر کے ہاں فروکش ہوا۔ اور اس کی لڑکی پہ فریفتہ ہوگیا۔ نعمان نے اسے قتل کرڈالا۔

اس کے لڑکے کا نام زید بن عدی تھا۔ جو خسرو پرویز کے دربار میں سکرٹری کے عہدے پر فائز تھا۔ زید نے والد کا انتقام لینے کی ٹھان لی۔ ایک دن خسرو پرویز زید سے کہنے لگا کہ مجھے نہایت خوب صورت لڑکیاں کہیں سے لا دو۔ زید نے کہا۔ حضور نعمان کے پاس بے شمار ہیں۔ کہا۔ اچھا تو جاؤ اور چند ایک لے آؤ۔ جب زید نعمان کے پاس پہنچا اور مقصدِ سفر بیان کیا تو اُس نے کہا "کیا ایران کے غزال خسرو کے لیے کافی نہیں ہیں"۔ زید سے اُس کے ہمراہیوں میں سے ایک نے پوچھا۔ "غزال کسے کہتے ہیں؟" کہا "گائے کو"۔ واپسی پر اس ہمراہی نے تمام قصّہ (بقیہ حاشیہ صتہ ۲۵۰ پر)

دی تھی۔ حنین جب تک زندہ رہا، دُنیا کا محبوب و محترم رہا۔ آخر وفات کا وقت آپہنچا۔ اور یہ اولوالعزم انسان منگل کے دن ۶ صفر ۲۶۰ھ (مطابق یکم دسمبر ۸۷۳ء سال سکندری ۱) کو دُنیا سے چل بسا۔

تراجم کے علاوہ باقی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب احکام الاعراب علی مذہب الیونانیین۔ دو مقالے۔

(۲) کتاب المسائل فی الطب للمتعلمین۔ اس کتاب میں جیش الاعسم نے بھی کچھ اضافہ کیا ہے۔

(۳) کتاب الحمام۔ ایک مقالہ۔ (۴) کتاب اللبن۔ ایک مقالہ۔

(۵) کتاب الاغذیہ۔ تین مقالے (۶) کتاب تقاسیم علل العین۔ ایک مقالہ۔

(۷) کتاب اختیار ادویۃ علل العین۔ ایک مقالہ۔

(۸) کتاب مداواۃ امراض العین بالحدید۔ ایک مقالہ۔

(۹) کتاب آلات الغذاء۔ تین مقالے (۱۰) کتاب الاسنان واللثۃ۔ ایک مقالہ۔

(۱۱) کتاب الباہ۔ ایک مقالہ (۱۲) کتاب معرفۃ اوجاع المعدۃ وعلاجہا۔ دو مقالے۔

(۱۳) کتاب تدبیر الناقہین۔ ایک مقالہ (۱۴) کتاب المد والجزر۔ ایک مقالہ۔

(۱۵) کتاب السبب الذی صارت لہ میاہ البحر مالحۃ۔ (۱۶) کتاب الالوان مقالہ

(۱۷) کتاب المولودین لستۃ اشہر۔ ایک مقالہ۔ یہ کتاب متوکل کی والدہ کے لیے لکھی تھی۔

(۱۸) کتاب فی البول (سوال وجواب) تین مقالے۔

(۱۹) کتاب قاطیغوریاس علی رأی ثامسطیوس۔ ایک مقالہ۔ (۲۰) کتاب فرص الورد۔

(۲۱) کتاب القزح وتولدہ۔ ایک مقالہ (۲۲) کتاب الآجال۔ ایک مقالہ۔

(۲۳) کتاب تولد الحصاۃ (۲۴) کتاب تولد النار بین الحجرین۔ ایک مقالہ

(صفحہ ۲۴۹ کا بقیہ حاشیہ) :۔ خسرو پرویز کو سنا دیا۔ جس پر پرویز بھڑک اٹھا۔ اور نعمان کو ہاتھیوں کے پاؤں میں ڈال دیا۔

(۲۵) کتاب اختیار الادویۃ المحرقۃ ۔ ایک مقالہ ۔

(۲۶) کتاب استخراج کمیۃ کتب جالی نوس ۔ ابن المنجم کے لیے لکھی ۔

حُنین کا والد اسحاق مملکتِ حیرہ کے ایک شہر صیدلان[1] کا باشندہ اور جماعتِ عباد کا ایک فرد تھا۔ جب حُنین جوان ہوگیا۔ تو حصولِ علم کے لیے بغداد میں یوحنا بن ماسویہ کے یہاں پہنچا۔ حُنین کی عادت تھی کہ دورانِ درس میں بہت سوال پوچھتا تھا اور یوحنا کو اس چیز سے نفرت تھی۔ ایک دن کسی سوال پر یوحنا بھڑک اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ "تم حیرہ والوں کو طب سے کیا تعلق، جاؤ اور بازار میں کوڑیاں بیچا کرو۔" حُنین دل شکستہ ہوکر چلا گیا اور مدتوں غائب رہا۔

دراصل یہ جندیساپور کے اطبا اپنی اولاد و احباب کے علاوہ کسی اور شخص کو طب کا اہل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ اور غالباً حُنین کو بھی اسی وجہ سے نکال دیا گیا تھا۔

یوسف[2] طبیب ابوالحسن بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں اسحاق بن الحسین کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی پر نظر پڑی۔ جس کے لمبے بال منہ پر پڑے ہوئے تھے۔ اور اومیرس (یونانی شاعر مترجم) کے اشعار پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔ آواز کچھ مانوس سی معلوم ہوئی اور خیال گزرا کہ کہیں حُنین ہی نہ ہو۔ چناں چہ اُسے بُلایا۔ اور میرا قیاس درست نکلا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد حُنین کہنے لگا کہ یوحنا بن الفاعلہ[3]

۱؎ صیدلان، عراق کا ایک شہر جہاں محمد بن داؤد (مشہور فقیہہ) پیدا ہوا تھا۔ (قاموس)

۲؎ شیخ ابوالحسن یوسف طبیب، مامون کا درباری طبیب اور جبرئیل بن بختیشوع و یوحنا ابن ماسویہ کا ہم عصر تھا۔ اُس قصّے سے جو یوحنا بن ماسویہ کے حالات (حرف الیا) میں درج ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۲۱۵ھ میں زندہ تھا۔ ۳؎ یوحنا بن الفاعلہ۔ یہاں مصنف نے غلطی کھائی ہے حُنین کا اُستاد یوحنا بن ماسویہ تھا نہ کہ ابن الفاعلہ۔ اسی ابن ماسویہ نے کہا تھا۔ "تم حیرہ کے عبادیوں کو طب سے کیا تعلق۔ جاؤ بازار میں کوڑیاں بیچا کرو۔"

کی رائے یہ ہے کہ کوئی عبادی علم الطب نہیں سیکھ سکتا۔ لیکن میں عہد کر چکا ہوں کہ پہلے یونانی زبان میں کمال پیدا کروں گا۔ اور پھر علم الطب میں۔ فی الحال تم سے میری التجا یہ ہے کہ میرے ارادوں کو پردۂ راز میں رکھو۔

اس واقعے کے بعد تین سال گزر گئے۔ اور حُنین کی صورت پھر نظر نہ آئی۔ ایک دن میں جبرئیل بن بختی شوع کے ہاں گیا۔ تو حُنین کو وہاں موجود پایا۔ جبرئیل اس سے نہایت شریفانہ سلوک کر رہا تھا۔ بعد از دریافت معلوم ہوا کہ حُنین تراجم کے کام پر لگا ہوا ہے۔ اور جالی نوس کی ایک تصنیف کتاب التشریح کا ترجمہ کر چکا ہے۔ میں یہ دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ جبرئیل کہنے لگا:۔

"اللہ کی قسم اگر حُنین کو لمبی زندگی عطا ہوئی۔ تو یہ سرجیس[1] کو بھی مات کر جائے گا۔"

وہاں سے میں نکلا۔ تو باہر حُنین کو منتظر پایا۔ کہنے لگا۔ "آج سے چند سال پہلے میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ میری کوششوں کو صیغۂ راز میں رکھنا۔ اور آج یہ التجا کرتا ہوں کہ تم نے جو کچھ میرے متعلق ابو عیسیٰ (جبرئیل) سے سُنا ہے، اُس کی خوب تشہیر کرو۔" میں نے کہا "بہت اچھا۔ میں تمھارے اُستاد یوحنّا سے بھی ذکر کروں گا۔ اس کے بعد حُنین نے بغل سے ایک کتاب نکال (بحوالہ ہدایت) میرے حوالے کی کہ یہ یوحنّا کو دے دینا۔ اور کہنا کہ یہ اس شخص کی کوشش کا نتیجہ ہے، جسے تم نے درس سے نکال دیا تھا۔"

حُنین سے علاحدہ ہو کر میں سیدھا یوحنّا کے ہاں پہنچا اور کتاب حوالے کی۔ کتاب کا نام الجوامع تھا۔ پڑھ کر سخت متعجب ہوا۔ اور کہنے لگا:۔

---

[1] سرجیس، جورجیس بن بختی شوع کا شاگرد۔ راس العین کا رہنے والا۔ جس نے یونانی کتابوں کی ایک کثیر تعداد سُریانی میں منتقل کی تھی۔

" دیکھتے ہو یوسف! یہ کتاب انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ الہام ہر الہام۔ روح القدس کی امداد کے بغیر ایسی چیز پیدا کرنا ناممکن ہر۔"

مَیں نے عرض کیا۔ یہ کوئی الہام وغیرہ نہیں، بلکہ اُس غریب حُنین کی تصنیف ہر جسے تم نے محفلِ درس سے نکال کر کہا تھا کہ جاؤ اور بازار میں کوڑیاں بیچا کرو۔ معاً میں نے جبرئیل کے تعریفی کلمات کا ذکر بھی کر دیا۔ یوحنا حیران بھی ہوا، اور نادم بھی۔ اور مجھ سے درخواست کی کہ لِللہ میرے اور حُنین کے تعلّقات دُرست کر جاؤ۔ چناں چہ میری کوشش سے ہر دو کے تعلقات خوش گوار ہو گئے۔

حُنین منازلِ علمی کو طے کرتا ہوا اس درجے پر جا پہنچا کہ علوم و فنون کا سرچشمہ اور فضائل کی کان متصوّر ہونے لگا۔ جب اس کی شہرت امیر المومنین تک پہنچی، تو دربار میں بُلایا، خلعتیں عطا کیں۔ اور تنخواہ باندھ دی۔ چوں کہ شہنشاہِ روم اور خلفائے بغداد کے تعلقات از بس کشیدہ تھے۔ اور اُن دنوں اجنبی پر جاسوسی کا شبہ ہو سکتا تھا، اس لیے خلیفہ حُنین کے ہاتھ سے کوئی دوا نہ پیتا۔ ایک دن امیر المومنین کو خیال آیا کہ حُنین کے متعلّق تحقیق کی جائے کہ کہیں قیصر کا آدمی تو نہیں۔ چناں چہ طبیب کو طلب کر کے ایک خلعت عطا کی اور پچاس ہزار درہم کے لیے ایک حُکم نافذ فرمایا۔ طبیب نے اس نوازش کا شکریہ ادا کیا۔ پھر خلیفہ نے کہا۔ " مَیں نے تمھیں ایک خاص کام کے لیے طلب کیا ہر۔ اور وہ یہ کہ مَیں اپنے ایک دشمن کو چُپکے سے موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتا ہوں، اور اس مقصد کے لیے تم کوئی سَم قاتل تیار کرو۔"

حُنین۔ " عالم پناہ! مَیں صرف مفید ادویہ سے آگاہ ہوں۔ اور سمومِ قاتلہ سے قطعاً ناآشنا ہوں۔ اگر امیر المومنین پسند فرمائیں تو مَیں کہیں سے یہ چیزیں بھی سیکھ آتا ہوں۔"

خلیفہ کو یقین نہ آیا۔ چنانچہ کافی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد جیل میں ڈلوا دیا۔ اور خفیہ آدمی مقرر کر دیے کہ طبیب کی حرکات و سکنات کے متعلق روزانہ مفصل رپوٹ دربار میں بھیجیں۔ جیل میں پہنچ کر حنین تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گیا۔ اور کسی طرح کی پریشانی کا اظہار نہ کیا۔ جب ایک سال گزر گیا۔ تو بادشاہ نے دربار میں کافی دولت، ایک تلوار، ایک چرمی گدّی (وقتِ قتل مجرموں کے سر کے نیچے رکھی جاتی تھی) اور چند دیگر آلاتِ عقوبت منگوائے۔ اور پھر حنین کو طلب کر کے کہا:۔

"میں نے تم کو سوچنے کے لیے پورا ایک سال دیا تھا۔ اُمید ہے کہ تم کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہو گے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے۔ تو یہ دولت صلے میں پاؤ گے۔ ورنہ یہ تلوار ہو گی اور تمھارا سر۔"

حنین کہنے لگا۔ "میرے آقا۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس ادویۂ نافعہ کے سوا اور کچھ نہیں۔" خلیفہ کہنے لگا۔ "بہت اچھا، تو مرنے کے لیے تیار ہو جا۔" کہا۔ "میرا بھی ایک رب موجود ہے۔ جو قیامت کے دن میرا اور آپ کا فیصلہ کرے گا۔" اگر امیر المومنین اُس دربار میں بہ حیثیتِ مجرم پیش ہونے کو تیار ہیں تو مجھے سر دینے میں کوئی اعتراض نہیں۔" خلیفہ ہنس دیا اور کہنے لگا۔ میں صرف تمھیں آزما رہا تھا، اب مجھے تمھاری صداقت و شرافت پر یقین آ گیا ہے۔ جاؤ اور آرام و راحت سے زندگی بسر کرو۔ حنین نے زمینِ خدمت چومی اور امیر المومنین کا شکریہ ادا کیا۔ پھر امیر المومنین نے پوچھا۔ "میں نے تمھیں لالچ بھی دلایا اور موت سے بھی ڈرایا لیکن تم قابو میں نہ آئے، آخر معاملہ کیا ہے؟" کہا۔ "حضور! میری راہ میں تین رکاوٹیں تھیں:۔

اوّل۔ مذہب جو دشمنوں کے ساتھ خیر و احسان کا حکم دیتا ہے۔ دوم۔ فنِ طب جس کا مقصد انسانوں کو موت سے بچانا ہے نہ کہ موت کے منہ میں دھکیلنا۔

سوم۔ ہر طبیب سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ کبھی کسی کو زہر نہیں دے گا۔ یہ وہ اصول تھے، جن کی وجہ سے میں آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکتا تھا۔ اور جن کا توڑنا میرے لیے موت سے زیادہ ناخوش گوار تھا۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ طاعت الہٰی میں جان دے دوں کہ میری یہ قربانی ضائع نہیں جائے گی۔

یہ سن کر بادشاہ کہنے لگا۔ حقیقتاً یہ بہت شان دار اصول ہیں۔ اس کے بعد نئی خلعت پہنائی، اور بے شمار مال دولت دے کر رخصت کر دیا۔

غور کرو کہ علم و مذہب کا پھل کس قدر شیریں و خوش گوار ہوتا ہے۔

حُبیش ابن الحسن الاعسم النصرانی

حُنین کا ایک شاگرد جس نے کئی یونانی و سُریانی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا حُنین اس کے تراجم کو بہت پسند کرتا تھا۔ اور باقی مترجمین پر اسے فوقیت دیتا تھا حُبیش و حُنین کی دوستی حُنین کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئی۔ وہ اس طرح کہ حُبیش کے اکثر تراجم حُنین کی طرف منسوب ہو گئے۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ حُبیش قدرے گم نام مصنف تھا۔ جب جاہل تاریخ نگاروں کے سامنے ایسی کتابیں آئیں، جن پر حُبیش کا نام درج تھا، تو انھوں نے سمجھا کہ یہ حُنین کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ چناں چہ ان لوگوں نے حُبیش کاٹ کر حُنین لکھ دیا۔

تراجم کے علاوہ حُبیش کی ایک کتاب کا نام کتاب الزیادۃ فی المسائل التی لحُنین ہے۔

حسنون¹ (ایک نسخے میں حسون) النصرانی الرہاوی الطبیب

اطبائے رُہا¹ سے فنِ طب حاصل کیا۔ پھر دیارِ بکر² میں چلا گیا اور وہاں آمد ومیافارقین کے حکما سے ملاقات کی۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک تو لوگوں کا علاج و معالجہ کرتا رہا۔ پھر قلیج³ ارسلان بن مسعود بن قلیج ارسلان بن سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق کی بادشاہت میں چلا گیا، جہاں امرائے دولت کی خدمت

۱؎ دیارِ بکر کا ایک شہر جو اب تباہ ہو چکا ہے۔ زید رُہاوی بن ابی انیسہ۔ یزید رُہاوی بن سنان اور حافظ عبدالقادر رُہاوی اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ (قاموس و نزہت ص۱۰۲)

۲؎ دیارِ بکر، ایک علاقہ جو شام کے شمال میں موجودہ سلطنت ترکی کے اندر جھیل وان کے جنوب کی طرف واقع ہے۔

۳؎ قلیج ارسلان بن مسعود بن سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق:۔

یہ نام غلط دیا ہوا ہے۔ اور اس شجرے میں کئی اغلاط ہیں۔ اوّل۔ قلیج ارسلانِ ثانی ملک شاہ ثانی کا بیٹا نہ کہ مسعود کا۔ مسعود اور ملک شاہ ثانی بھائی تھے۔ دوم۔ مسعود اور ملک شاہ کے والد کا نام قلیج ارسلان داؤد ہے نہ کہ قتلمش۔ سوم۔ قتلمش ارسلان بیغو کا بیٹا ہے۔ نہ کہ اسرائیل کا۔ اس کا صحیح نسبی نام یوں ہونا چاہیے۔ قلیج ارسلان بن ملک شاہِ ثانی۔ بن قلیج ارسلان داؤد بن سلیمانِ اوّل بن قتلمش بن ارسلان بیغو بن سلجوق۔

سلجوقی ترکوں کا آغاز ۴۲۹ھ سے شروع ہوتا ہے۔ جب پہلی مرتبہ مرو میں جعفری بیگ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تھا، رفتہ رفتہ سلجوقیوں کی سلطنت سرحدِ کابل سے ایشیائے کوچک تک پھیل گئی۔ اور خلفائے بغداد میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ان کے اعمال و افعال پر کسی طرح کی نگرانی رکھ سکتے۔

سلجوقیوں کے پانچ طبقے تھے۔ تفصیل جدولِ ذیل میں ملاحظہ ہو۔ (بقیہ حاشیہ ص۲۵۷ پر)

کرتا رہا۔ پھر دیارِ بکر میں واپس آگیا۔ اور خاندانِ شاہِ ارمنی[۵]، اس کے بعد ہزار دیناری

(صفحہ ۲۵۶ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):-

طبقاتِ سلاجقہ	عہدِ حکومت	پہلا بادشاہ	آخری بادشاہ	تعدادِ سلاطین	کس نے ختم کیا
سلاجقۂ بزرگ	۴۲۹ - ۵۵۲ھ	طغرل بیگ	سنجر	۸	خوارزم شاہی
سلاجقۂ کرمان	۴۳۳ - ۵۸۳ھ	عماد الدین قرا ارسلان قاورد بیگ	محمد شاہ ثانی	۱۱	غُز (ترک)
سلاجقۂ شام	۴۸۷ - ۵۱۱ھ	تلتش	سلطان شاہ	۴	آتابکان بوری و امرائے ارتقی
سلاجقۂ عراق و کردستان	۵۱۱ - ۵۹۰ھ	مغیث الدین محمود	طغرل ثانی	۹	خوارزم شاہی
سلاجقۂ روم	۴۸۰ - ۷۰۰ھ	سلیمان اوّل بن قتلمش	علا الدین کیقبادِ ثانی	۱۹	مغل اور عثمانی ترک

قلیج ارسلان سلاجقۂ روم کا چھٹا بادشاہ تھا۔ اس نے ۵۵۱ھ سے ۵۸۴ھ تک حکومت کی۔
(طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص ۱۳۳- ۱۳۹)

۵ خاندانِ ارمنی کا بانی سُکمان (سُقمان) تھا۔ جو اپنے آقا قطب الدین اسماعیل (جو سلجوقیوں کی طرف سے آذربائیجان کے ایک شہر مرند پر حکمراں تھا) کی خدمت کی وجہ سے قطبی کہلاتا تھا۔ ۴۹۳ھ میں سقمان نے بنو مروان (جن کے پانچ حکمراں ۳۸۰ھ سے ۴۸۹ھ تک دیارِ بکر پر حکمراں رہے۔ اور پہلے فاطمین مصر اور پھر آلِ بویہ کی اطاعت کرتے رہے) سے ارمینیہ کا ایک شہر خلاط چھین لیا۔ اور یہیں سے ان کی حکومت شروع ہوگئی۔ جو ۶۰۴ھ تک جاری رہی۔ اسے ایوبیوں نے ختم کیا۔

فرماں رواؤں کے نام یہ ہیں:-

سالِ جلوس	نام
۴۹۳	سُکمان القطبی
۵۰۶	ظہیر الدین ابراہیم شاہ ارمن
۵۲۱	احمد
۵۲۲	ناصر الدین سقمان ثانی
۵۷۹	سیف الدین بگمتر
۵۸۹	بدر الدین آق سنقر
۵۹۴	محمد المنصور
۶۰۳ - ۴	عز الدین بلبان

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص ۱۵۲)

اور پھر خاندانِ ایوبی[1] کی ملازمت میں رہا۔ اس کے بعد رُہا میں واپس آگیا۔ یہاں سے حلب چلا گیا۔ اور یہیں ۶۱۵ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

---

[1] ایوبی:- صلاح الدین بن ایوب ایک کُرد تھا۔ جسے نورالدین محمود بن زنگی (از اتابکانِ شام ۵۴۱ - ۵۶۹ھ) نے حکومتِ شام پہ مقرر کیا۔ کچھ عرصے بعد مصر میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور نورالدین نے صلاح الدین کو اس کے چچا شیرکوہ کے ساتھ فاطمیوں کی مدد کے لیے مصر بھیج دیا۔ جہاں صلاح الدین نے کافی رسوخ پیدا کرلیا۔ اور جب ۵۶۴ھ میں شیرکوہ فوت ہوگیا تو صلاح الدین سلطنت کا آمرِ مطلق بن گیا۔ اور تین برس بعد جب آخری فاطمی خلیفہ فوت ہوگیا۔ تو صلاح الدین نے تختِ مصر پر قبضہ جماکر خلیفۂ عباسی کی اطاعت کا اعلان کردیا۔

جب ۵۶۹ھ میں نورالدین زنگی کی وفات ہوگئی۔ تو صلاح الدین نے سارے شام پر قبضہ جمالیا۔ ۵۸۳ھ میں عسائیوں سے بیت المقدس چھین لیا۔ بیت المقدس کا جانا تھا کہ تمام یورپ میں ہیجان پیدا ہوگیا اور مشہور صلیبی لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ صلاح الدین کی وفات (۵۸۹ھ) کے بعد اس کی سلطنت اس کے بیٹے بھائیوں اور بھتیجوں میں بٹ گئی۔ اور اس طرح ایوبیوں کے کئی طبقے بن گئے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:-

نام	عہدِ سلطنت	تعدادِ سلاطین	پہلا بادشاہ	آخری بادشاہ
(۱) ایوبیانِ مصر	۵۶۴ - ۶۵۰ھ	۸	صلاح الدین یوسف ناصر	موسیٰ اشرف
(۲) ایوبیانِ دمشق	۵۸۲ - ۶۵۸ھ	۱۳	نورالدین علی افضل	صلاح الدین یوسف (سلطانِ حلب)
(۳) ایوبیانِ حلب	۵۸۲ - ۶۵۸ھ	۳	غیاث الدین	صلاح الدین یوسف (ایوبیانِ دمشق)
(۴) ایوبیانِ الجزیرہ	۵۹۷ - ۶۴۳ھ	۳	نجم الدین ایوب	مظفر غازی
(۵) ایوبیانِ حماہ	۵۷۴ - ۶۹۸ھ	۶	تقی الدین عمر مظفر اول	محمود مظفر ثالث
(۶) ایوبیانِ حمص	۵۷۴ - ۶۶۱ھ	۴	محمد بن شیرکوہ	مظفرالدین موسیٰ اشرف
(۷) ایوبیانِ عرب	۵۶۹ - ۶۲۶ھ	۶	توران شاہ بن ایوب معظم	صلاح الدین یوسف مسعود

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص ۶۴ - ۶۹)

الحقیر النافع

الحاکم کے زمانے میں یہ مصر کا ایک یہودی جرّاح تھا جس کا گزر اوقات زخموں کے علاج پر تھا۔ یہ شخص نہایت گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کر رہا تھا کہ الحاکم ایک پھوڑے کی وجہ سے بیمار ہوگیا۔ ابن المقشّر[1] اور الخطّی جیسے اطبّا نے علاج کیا۔ لیکن بے فائدہ۔ مجبوراً اس یہودی کو طلب کیا۔ اس نے پھوڑے پر ایک ایسی دوا چھڑکی جس سے پھوڑا خشک سا ہوگیا۔ اور تین دن میں بالکل صحت ہوگئی۔ الحاکم نے ایک ہزار دینار اور خلعت عطا کرنے کے بعد طبیبِ خاص بنا لیا۔ اور اس کا نام رکھا الحقیر النافع۔

الحکم بن ابی الحکم الدمشقی

یہ طبیب دولتِ عبّاسیہ کے آغاز میں ہو گزرا ہے۔ اس نے بہت لمبی عمر پائی تھی۔ اس کا والد بھی آغازِ اسلام میں طبیب تھا۔ جب معاویہ بن ابی سُفیان نے یزید کو امیر الحج بنا کر مکّے میں بھیجا تو ابو الحکم کو بہ طورِ طبیب ساتھ کر دیا تھا۔ حکم ایک مقام پر لکھتا ہے:۔

"میرا والد یزید کے ہمراہ مکّے گیا تھا۔ اور میں عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عبّاس کے ساتھ۔"

یزید اور عبدالصمد کی وفات میں تقریباً ایک سو بیس سال کا فرق ہے۔

حکم کا بیٹا عیسیٰ بن حکم مشہور طبیب ہو گزرا ہے۔

---

[1] منصور بن مقشّر مصری کے حالات حرف المیم میں۔

حکم کی وفات ۲۱۰ھ میں دمشق کے شہر میں ہوئی۔ اُس روز عبداللہ[1] بن طاہر بھی دمشق میں موجود تھا۔ جب شاہی دسترخوان پر کھانا چُنا گیا اور خاص طبیبوں کو طلب کیا گیا، تو ایک بھی نہ ملا۔ جب کچھ وقفے کے بعد رئیس الاطبا ایوّب حاضر ہوا تو عبداللہ بن طاہر سخت ناراض ہوا کہ کھانے کے وقت طبیب کی غیر موجودگی شاہی زندگی کے لیے کس قدر خطرناک ہے۔ ایوّب نے کہا کہ آج الحکم کا انتقال ہو گیا تھا، ہم سب اس کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے گئے تھے۔ نیز کہا کہ الحکم بہت لمبی عمر لے کر مرا ہے۔ اور لطف یہ کہ اس کے حواس میں آخر تک کوئی فرق نہ آیا تھا۔ عبداللہ نے پُوچھا "کتنی عمر پائی تھی؟" کہا "تقریباً ایک سو پانچ سال"۔ فرمایا "الحکم کی عمر نصف[2] زمانۂ تاریخ کے برابر تھی"۔

---

[1] مامون نے اپنے سردار طاہر ذوالیمین (ایرانی النسل غلام) کو ۲۰۵ھ میں خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہیں سے سلسلۂ طاہریہ چل پڑا۔ جو ہمیشہ خلیفہ کے ماتحت رہا۔ دارالخلافہ خراسان تھا حکمرانوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) طاہر ذوالیمین (۲۰۵ - ۲۰۷ھ) مامون کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا۔ اسی نے بغداد فتح کیا تھا۔

(۲) طلحہ بن طاہر (۲۰۷ - ۲۱۳ھ) خوارج سے لڑا، اور شہید ہوا۔

(۳) عبداللہ بن طاہر (۲۱۳ - ۲۳۰ھ) (۴) طاہر بن عبداللہ بن طاہر (۲۳۰ - ۲۴۸ھ)

(۵) محمد بن طاہر بن عبداللہ (۲۴۸ - ۲۵۹ھ) صفاریوں کے پہلے فرماں روا یعقوب بن لیث کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ اور اس طرح یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

[2] مطلب یہ کہ تقریباً ہر دو سو سال کے بعد تاریخ کا نیا دَور شروع ہوتا ہے۔ پُرانی قومیں۔ رواج۔ تہذیب۔ زبانیں۔ رہایش کے طریقے و امیال و عواطف تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور نئے مورّخ، نئے واقعات قلم بند کرتے ہیں۔ الحکم ۱۰۵ سال زندہ رہا۔ بہ دیگر الفاظ وہ اقوام و مِلل کی نصف تاریخ اپنی آنکھوں سے دیکھ گیا تھا۔ ھذا ما ظھر لی۔

عیسیٰ بن الحکم مندرجۂ ذیل حکایت کا راوی ہے۔ کہتا ہے کہ:۔
" ایک دن میں اپنے والد حکم کے ہمراہ دمشق میں ایک جرّاح کی دُکان سے گزر رہا تھا کہ ایک ہجوم پہ نظر پڑی۔ لوگوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا اور چلّانے لگے۔ راہ چھوڑ دو کہ الحکم اپنے بیٹے کے ہمراہ آرہا ہے۔ ہم دیکھتے کیا ہیں کہ جرّاح نے ایک آدمی کی فصد کھول رکھی ہے۔ کئی رگیں کٹی ہوئی ہیں۔ اور خون ہے کہ تھمنے میں نہیں آتا۔ مکڑی کے جالے لید اور نمدے کے ٹکڑے وغیرہ سب استعمال کر رہا ہے لیکن بے نتیجہ۔ میں نے والد سے کہا کہ آپ ہی اس غریب کی کچھ مدد کریں۔ میرے والد نے بھنا ہوا پستہ منگایا۔ چھلکا اُتار لیا اور مغز پھینک دیا۔ آدھا چھلکا زخم پہ رکھ کر ایک مضبوط پٹی سے کس کر یوں باندھا کہ مریض کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر اُسے ایک ٹھنڈی نہر پہ لے گئے۔ وہاں مریض کو کنارے پہ لٹا دیا اور اس کا بازو زخم تک پانی میں ڈلوا دیا۔ نگرانی کے لیے اپنے دو شاگرد مقرر کر دیے۔ اور انھیں ہدایت کی کہ نماز کے وقت کے بغیر اس کا ہاتھ پانی سے نہ نکالا جائے۔ ہاں اگر موت کا خطرہ پیدا ہو جائے تو صرف چند لمحات کے لیے ہاتھ باہر نکالا جائے وبس۔

شام تک تو وہ نہر پہ رہا۔ اس کے بعد مریض کو اُٹھوا کر اس کے مکان پہ پہنچا دیا، اور ہدایت کر دی کہ پانچ دن تک یہ پٹی بندھی رہے۔

چوتھے دن جب بازو بہت سوج گیا اور تکلیف بڑھ گئی تو پٹی کو ذرا ڈھیلا کر دیا۔ اور ساتھ ہی کہا " موت ورم سے زیادہ بُری

چیز ہے۔" پانچویں روز پٹی کھولی گئی۔ وہ چھلکا جائے زخم پہ چپکا ہوا ہوا تھا۔ الحکم کہنے لگا " تم اس چھلکے کی بہ دولت موت سے بچے ہو۔ اور یاد رکھو کہ جب تک یہ چھلکا خود نہ جھڑ جائے، اسے اُتارنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔" ساتویں دن چھلکا جھڑ گیا۔ اور نیچے چھلکے کے سانچے میں ڈھلا ہوا خشک خون نظر آیا۔ الحکم نے پھر تنبیہ کی کہ اس خون کو چھیڑنے یا کھرچنے کا نتیجہ موت ہوگا۔

الغرض چالیس دن کے بعد یہ خون گوشت میں تبدیل ہوگیا اور مریض بالکل اچھا ہوگیا۔"

حرف الخا

الخاقانی المنجّم

علمِ نجوم۔ حلِ تقاویم اور واقعاتِ مستقبل کے بتلانے میں مشہور تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے پہلے ثُلث میں چل بسا۔

حرف الدال

دیاقراطیس

بہ قولِ یحییٰ بن عدی یونان کا ایک الٰہی[1] فلسفی اور الٰہیات پر کئی کتابوں کا مصنّف تھا۔ اس کی ایک کتاب کا نام فی اثبات الصانع ہے جو اس نے دیمقراطیس

---

[1] حکیمِ الٰہی۔ الٰہیات پہ بحث کرنے والا فلسفی۔

کے لیے لکھی تھی۔

دیمقراطیس

یونان کا ایک قدیم فلسفی وطبیب جو اپنے عہد میں کافی مشہور رہا ہے۔ اس نے ایک ایسا شربت تیار کیا تھا، جو ضعفِ جگر۔ ضعفِ معدہ۔ بلغمی مزاج اور بڑھی ہوئی تلّی کے لیے ازبس مفید تھا۔ شابور نے قرابادینِ اخلاط میں اس شربت کا ذِکر کیا ہے۔

داؤد المُنجّم

خاندانِ بویہہ کے عہد میں یہ حکیم عراق میں تھا۔ علمِ نجوم۔ حلِّ تقاویم اور پیشین گوئیاں کرنے میں یدِطولیٰ رکھتا تھا۔ سلاطینِ بویہہ اس کی قدر کرتے تھے۔ اس کی وفات تقریباً ۳۰۰ھ میں ہوئی۔

حرف الذال

ذومقراطیس

اپنے عہد کا ایک عظیم المرتبہ یونانی فلسفی، جس نے فلسفے پر ایک مقالہ بھی سپردِ قلم کیا تھا۔ اس کے تبحرِ علمی سے حکما نے کافی فائدہ اٹھایا۔ اس کی بعض کتابیں مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مترجمین نے اس کا بارہا ذِکر کیا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ

تھا کہ تمام اجسام ناقابلِ تقسیم اجزا میں تحلیل ہو سکتے ہیں۔ اس موضوع پر اس کی چند تصانیف کا عربی و سُریانی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کے رسائل کافی اونچے درجے کے ہیں۔ یہ سقراط کا ہم عصر اور نسل کے لحاظ سے رُومی و اغریقی تھا۔ ابنِ جلجل کا بیان بھی ہے۔

ذیوجانس الکلابی (دیوجانس)

یُونان کا ایک مشہور فلسفی، جس کا تعلق فلسفیوں کی اُن سات جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ تھا، جن کا ذکر افلاطون کے حالات میں ہو چکا ہے۔ یہ حکیم ایک انوکھا فلسفی تھا، جو تمام قواعدِ مدنی کے مخالف تھا۔ یہاں تک کہ اسے سب کے سامنے حاجت پھرنے میں کوئی عار محسوس نہ ہوتی تھی، اور نہ علی الاعلان جماع کرنے میں کوئی شرم۔ برسرِ بازار حسین عورتوں کو چُوم لیتا تھا۔ اور دلیل یہ دیا کرتا تھا کہ جو چیز اچھی ہے، وہ خلوت و جلوت ہر دو میں اچھی ہونی چاہیے۔ اور جو بُری ہے، وہ ہر مقام پر بُری ہونی چاہیے۔ یہ خلوت و جلوت و زوجہ و غیر زوجہ کا امتیاز خلافِ عقل ہے۔ گو عوام ان چیزوں کا خیال رکھتے ہیں لیکن میں ان تکلفات کا پابند نہیں ہوں۔

یہ لوگ اپنوں سے محبت اور بیگانوں سے نفرت کرتے تھے۔ چوں کہ یہ تمام عادات صرف کتّوں میں مل سکتی ہیں، اس لیے اسے دیوجانس الکلابی کہا جاتا تھا۔

آج اس زمانے میں بھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے، جو کلابیہ کی طرح تکلفاتِ شرعی و تمدّنی کا پابند نہیں، اور یہ اصحاب الملامہ کے نام سے مشہور ہے۔

دیوجانس کا فلسفہ خام و بے بنیاد ہے۔

PERSIAN

ذیاسقوریذوس العین الزربی

شام کے ایک شہر عین زربہ[1] کا رہنے والا فاضل حکیم تھا۔ یونانی فلسفے میں ماہر اور علم نباتات کا عالم تھا۔ بقراط کے بعد گزرا، اور اس کی چند تصانیف کی تفسیر قلم بند کی۔ فن طب میں کافی مشہور اور ادویۂ مفردہ کا علامہ تھا۔ اس نے ادویہ کی اجناس و انواع پہ تو بحث کی ہے لیکن درجات کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب الحشائش (پانچ مقالوں میں) کے متعلق جالی نوس لکھتا ہے:۔

"میں نے ادویۂ مفردہ پر مختلف علما کی چودہ کتابیں پڑھیں۔ ان سب میں بہترین ذیاسقوریذوس کی کتاب تھی۔"

اس کتاب سے اطبائے مابعد نے خوب فائدہ اٹھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی تصریحات غیر فانی ہیں۔

ذیاسقوریذوس ایک یونانی لفظ ہے جس کے لغوی معنی یہ ہیں:

ذیاسقو۔ نباتات کا عالم۔ یعنی نباتی ۔ ریذوس - اللہ -

یعنی اللہ کا نباتی ۔ یہ حکیم کہا کرتا تھا کہ میرا علم اشجار و نباتات کے متعلق الہامی ہے۔ اس نے گرم ہوا پر بھی دو مقالے لکھے ہیں، جو علمی دنیا میں کافی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ سیاحت کا بہت شوقین تھا۔ یحییٰ نحوی اس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"دوسروں کو بچانے والا، پاکیزہ فطرت، دکھ اٹھا کر دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا، سیاحت کا شوقین، دریاؤں، جنگلوں اور جزیروں سے مفرد دوائیں تلاش کر کے ان کے فائدے سے آگاہ کرنے والا۔"

---

[1] عین زربہ۔ شام کی سرحد پر مصیصہ کے قریب ایک شہر ہے۔ جو وصیف (معتصم عباسی کا ملازم) نے بنوایا تھا۔ (نزہت ص۲۵۱ والقاموس)

کہتے ہیں کہ کتاب الخائش میں دراصل تین مقالے تھے، دو بعد کا اضافہ ہیں۔

ذروشیوس

روم کا ریاضی داں و ہئیت داں، جس کی مشہور تصنیف کتاب الخمسۃ ہے۔
یہ کتاب دراصل کئی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً:۔

(۱) کتاب فی الموالید (۲) کتاب فی التواریخ والادوار۔

(۳) کتاب فی الھیلاج والکدخداہ (۴) فی تحویل سنی الموالید۔

(۵) فی ابتداء الاعمال۔ (۶ و ۷) فی المسائل والموالید۔ وغیرہ۔

عمر بن الفرخان الطبری[۱] نے ان کتب کی تفسیر لکھی ہے۔

ذیوفنطس

اسکندریہ کا رہنے والا مشہور یونانی (یعنی فلسفۂ یونان کا ماہر) فلسفی جس کی تصنیف کتاب صناعۃ الجبر بہت فاضلانہ رنگ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کا ترجمہ عربی زبان میں ہو چکا ہے۔

فلیسقوریذس

"سب سے پہلا اثر ے ساز"، بختی شوع کی تاریخ میں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہے۔

---

[۱] عمر بن الفرخان ابو حفص الطبری کے حالات حرف العین میں۔

ذوالنون بن ابراہیم الاخمیمی المصری

یہ فلسفیوں کی اس جماعت سے تعلق رکھتا تھا، جس کی طرف جابر بن حیّان الصوفی منسوب تھا۔ یہ جماعت صنعتِ کیمیا، علم باطن و دیگر شعبہ ہائے فلسفہ میں کافی شہرت رکھتی تھی۔ یہ حکیم عموماً اخمیم[۱] کے ہیکل میں رہتا تھا۔ اس ہیکل کو ایک بیت الحکمت تصور کیجیے۔ اس لیے کہ اس میں نہایت عمدہ تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اور ہر طرف اقوال و نصائح درج تھے، جنھیں پڑھ کر مومن کا ایمان اور گمراہ کا کفر بڑھتا تھا۔

کہتے ہیں کہ ذوالنون کو علم بہ ذریعۂ ولایت حاصل ہوا تھا۔ اس کی چند کرامات بھی مشہور ہیں۔

حرف الرا

روفس

ایک طبیعی حکیم، فنِ طب کا ماہر اور اپنے زمانے میں علومِ طبیّہ کا معلّم رہا ہے۔ اس نے طب پر چند تصانیف لکھی ہیں جن کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ شہر افس کا رہنے والا تھا۔ اور جالی نوس سے پہلے گزرا ہے۔ اس نے اپنی تصانیف میں کچھ رطب و یابس بھر دیا تھا جس کی بنا پر ارسطو و جالی نوس نے اس کی تردید کی۔ اور روشن دلائل سے اس کی غلطیاں واضح کیں۔ ان غلطیوں کی وجہ غالباً یہ تھی کہ روفس کے زمانے میں طب ابتدائی مدارج میں تھی۔ اس لیے طبّی تصانیف میں چند

---

[۱] اخمیم شہرے است بہ مصر (منتہی الارب خ م)

غلط نظریوں وغیر صحیح قاعدوں کا آجانا لازمی تھا۔

رؤشم (روسم) المصری

مصر کا رہنے والا، علمِ کیمیا کا ماہر، اور چند مشہور کتابوں (کیمیا پر) کا مصنّف تھا۔ اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ لوگ اس کی تصانیف کو شوق سے پڑھتے ہیں۔

رزق اللہ المنجم النحاس المصری

بہ قولِ ابوالصلت اُمیہّ، یہ حکیم علم النجوم میں کافی دسترس رکھتا تھا، اور مصر کے اکثر ساحروں و ہیئت دانوں کا استاد تھا۔ مصر کی ادبی تواریخ میں اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا گیا ہے۔ طبیعت میں مسخرا پن بہت زیادہ تھا۔ چناں چہ اپنے متعلق ایک حکایت یوُں سُناتا ہے:۔

"ایک مصری عورت میرے ہاں آئی۔ اور اپنے مستقبل کے متعلق کچھ پوُچھنے لگی۔ مَیں نے فوراً پہلے سوُرج کا ارتفاع لیا۔ پھر اس کے اپنے ستارے کا درجہ متعین کیا۔ اور اس کے بعد بارہ گھروں والا زائچہ کھینچ کر عورت کو ہر درجے کا حال سُنایا۔ اِدھر مَیں تو فصاحت و بلاغت کے دریا بہا رہا تھا۔ اور اُدھر وہ عورت سنگِ میل کی طرح بالکل ساکن و صامت بیٹھی تھی۔ مجھے اس کی بے حسی پر غصّہ تو آیا لیکن پی گیا۔ اس اثنا میں عورت نے ایک درہم میری طرف پھینکا۔ مَیں نے اٹھا لیا۔ اور پھر زائچہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جب مال و دولت کے خانے

پر پہنچا تو کہا کہ تیرا مال والا ستارہ گردش میں ہے۔ اور آج کل تجھے کچھ مالی نقصان پہنچنے والا ہے۔ عورت بول پڑی۔ "تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے پوچھا۔ کیا آج کل واقعی تمھارا کوئی نقصان ہوا ہے؟ کہا۔ "کیوں نہیں، ابھی چند لمحے گزرے ہیں کہ ایک درہم تم پہ ضائع کر چکی ہوں۔" یہ کہا اور اُٹھ کر چلتی بنی۔

ربن

طبرستان[۱] کا رہنے والا ایک یہودی طبیب۔ منجم۔ مہندس و ریاضی داں۔ جس نے فلسفے کی کئی کتابیں ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیں۔ یہ اپنی شریعت کا ماہر تھا۔

ربن۔ ربین و راب ائمۂ یہود کے نام تھے۔ اس کا بیٹا علی بھی ایک مشہور طبیب ہو گزرا ہے۔ جو وطن کو چھوڑ کر عراق چلا گیا تھا۔ اور وہاں ایک شہر سُرّ من رأیٰ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

ابو معشر سے کسی نے مطارحِ[۲] شعاع کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ فرمایا کہ المجسطی میں مطارحِ شعاع کا ذکر موجود ہے۔ لیکن تمام مترجمین ترجمے میں اس بحث کو نظر انداز کر گئے ہیں۔ صرف ربن ایک ایسا مترجم ہے جس کے ترجمے (المجسطی) میں یہ بحث ملتی ہے۔

۱؎ طبرستان ایران کے شمال اور بحیرۂ خزر کے جنوبی ساحل کے پاس ایک علاقہ جس میں استر آباد مشہور شہر ہے۔ ۲؎ مطارح۔ واحد مطرح۔ پھینکنے کی جگہ۔ مطارحِ شعاع سے غالباً وہ مقامات مراد ہیں۔ جن پر کوئی شعاع پڑ رہی ہو۔ (واللہ اعلم)

حرف الزّا

زکریا الطیفوری

اس کا والد اسرائیل، فتح[1] بن خاقان کا ملازم تھا اور یہ خود افشین[2] کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اس نے احمد بن موسیٰ منجّم کی مندرجۂ ذیل حکایت درج کی ہے۔ احمد کہتا ہے کہ:

"ایک دفعہ میرے چند دوستوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن قطربُل[3] کے باغ میں گزارا جائے۔ اور خوب کھایا پیا جائے۔ یہ سب باغ میں بیٹھے کھا پی رہے تھے کہ اوپر سے اُن کا ایک بغدادی دوست آگیا۔ بیٹھتے ہی شراب کے دو چار جام چڑھا گیا۔ اور چند دقیقوں کے اندر اندر مر گیا۔ سب حیران ہو گئے کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک زہریلے سانپ پہ نظر پڑی جو خُمِ شراب کے اِرد گِرد طواف کر رہا تھا۔ ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ سانپ مٹکے میں پھونک مار گیا تھا۔ فوراً شراب گرا دی، کھانا پھینک دیا اور خود بھی مرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ جب دو تین گھنٹے گزر گئے۔ اور کسی کو کچھ بھی نہ ہوا۔ تو پھر سوچنے لگے کہ مسموم شراب تو سب نے پی ہے، آخر وجہ کیا ہے کہ ایک مر چکا ہے اور باقی زندہ ہیں۔ سوچتے سوچتے یاد آگیا کہ صبح باغ میں داخل ہوتے

---

[1] متوکل کا ایک مدبّر و ہوشیار مشیر جس نے خلیفہ کو بے دست و پا بنا رکھا تھا۔ اس کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر لوگوں نے اسے سنہ ۲۴۷ھ میں مار ڈالا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

[2] افشین۔ حیدر بن کاؤس کا خطاب جو مامون و معتصم کا ترکی النسل سپہ سالار تھا۔ دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھنے کے الزام پر سنہ ۲۲۶ھ میں قتل ہوا۔ اس نے دربارِ خلافت میں بطورِ غلام پرورش پائی تھی (قاموس المشاہیر)

[3] قطربُل، عراق کا ایک موضع جہاں نہایت عمدہ شراب تیار ہوتی ہے۔ (قاموس)

ہی ان سب نے بے شمار خشک سیب کھائے تھے۔ اور اسی وجہ سے محفوظ رہے۔ جب یہ حکایت جہار بخت کے شاگرد یوحنا تک پہنچی تو اس نے کہا۔

میرے استاد عموماً فرمایا کرتے ہیں کہ خراسان کے علاقے میں سانپ کٹے کا علاج سیب سے کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ سیبوں کے موسم میں سیبوں کو خشک کرکے گائے کے گھی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور یہ چیز تریاق جتنی مفید ہوتی ہے۔ ایک اور شہر عسکر مکرم[1] میں بچھو کاٹے کا علاج اسی سے کیا جاتا ہے۔ اور اب عراق میں یہ دوا عام ہوگئی ہے۔ لبوس اپنی کتاب فی خواص الحیوان میں لکھتا ہے کہ جب کوئی اونٹ سانپ کھا بیٹھتا ہے تو اثر زہر سے بچنے کے لیے سیب کے درخت کی طرف بھاگتا ہے۔ اگر سیب مل جائیں تو بچ جاتا ہے۔"

زکریا الطیفوری کہتا ہے کہ جب افشین بابک[2] کے خلاف جنگ کر رہا تھا۔ تو محاذِ جنگ

---

[1] عسکر مکرم، خوزستان کا ایک شہر جو لشکر بن طہمورث نے بنایا تھا۔ اس کی آب و ہوا اچھی ہے۔ لیکن یہاں بچھو بہت ہوتے ہیں۔ (نزہت ص ۱۱۲)

[2] بابک۔ ایک مدعیِ نبوت جس نے ۲۰۱ھ میں نبوت کا اعلان کیا۔ خلیفہ مامون نے حیدر بن کاؤس افشین کو اس کے استیصال کے لیے بھیجا۔ ۲۱۹ھ میں آذربائیجان کے قریب جنگ ہوئی۔ جس میں بابک کے ساٹھ ہزار پیرو قتل ہوگئے اور وہ خود جان بچا کر نکل گیا۔ دوسرے سال پھر ایک جنگ میں اس کے ایک لاکھ پیرو کام آئے اور وہ خود دوبارہ بچ کر نکل گیا۔ ۲۲۲ھ میں افشین نے اس کو وعدۂ معافی دے کر ہتھیار ڈالنے پہ مجبور کر دیا۔ لیکن بعد میں اُسے ہلاک کر ڈالا۔

(قاموس المشاہیر ص ۱۱۹)

بریتی بھی اس کے ہمراہ تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ چھاؤنی کی تمام دُکانوں اور دُکان داروں کی ایک فہرست تیار کرو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب فہرست پیش کی، اور افشین نے چند صیدلانی دُکان داروں کے نام پڑھے، تو کہنے لگا۔ زکریا! ان لوگوں کی خاص نگرانی کرو، اور معلوم کرو کہ ان میں سے کون دیانت دار مخلص ہے اور کون بددیانت و منافق۔ اس موقع پر بریتی نے مندرجۂ ذیل کہانی سُنائی:۔

"یوسف لقوۃ الصیدلانی مامون کے ہاں عموماً جایا کرتا تھا، اور اسے کیمیاگری کا خبط تھا۔ ایک دن مامون نے کہا۔ یوسف! میرا تو خیال یہ ہے کہ کیمیاگری میں کوئی فائدہ نہیں۔ کہا۔ حضور! ہم صیدلانی ہیں اور صیدلانیوں کی یہ عادت ہے کہ چیز پاس ہو یا نہ ہو، کہتے یہی ہیں کہ ہے۔ مامون نے پوچھا۔ تمہارا مطلب کیا ہے؟ کہا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کسی صیدلانی دُکان دار سے کوئی ایسی چیز طلب کریں جس کے نام و ماہئیت تک سے وہ ناواقف ہو، تب بھی کچھ نہ کچھ دُکان سے اُٹھا کر دے ہی دے گا۔

اس پر مامون نے چند آدمیوں کو صیدلانیوں کی دُکانوں پر بھیجا۔ اور کہا کہ اُن سے شفطیثا (بغداد کے پاس ایک گانو کا نام) خرید لاؤ۔ جب یہ بازار میں پہنچے اور شفطیثا طلب کیا تو سب نے کہا جی ہاں یہ چیز موجود ہے اور کوئی نہ کوئی چیز اٹھا کر دے دی۔ جب یہ لوگ واپس آئے۔ تو کسی کے پاس کنکر، کسی کے پاس لوہے کی میخ اور بعض کے پاس کچھ بیج وغیرہ تھے۔ اس پر مامون خوب ہنسا اور یوسف کے جواب کو پسند کیا۔"

پھر عرض کیا کہ اگر مامون کی طرح آپ بھی ان لوگوں کا امتحان لینا چاہتے ہوں تو

کر دیکھے۔ افشین نے اجنبی زبان کی ایک کتاب لے کر اس میں سے بیس ناموس الفاظ انتخاب کرکے چند نوکروں کو کہا کہ جاؤ۔ صیدلانیوں سے یہ دوائیں لے آؤ۔ وہ گیا۔ بعض نے تو ان ادویہ سے محض لاعلمی ظاہر کی۔ اور بعض نے کچھ نہ کچھ اٹھا کر دے دیا۔ اس پر افشین نے سب صیدلانیوں کو جمع کرکے اِن اجنبی الفاظ کے متعلق سوالات پوچھے۔ جس نے لاعلمی ظاہر کی۔ اُسے تو چھاؤنی میں رہنے دیا اور جس نے اپنے علم کا رعب گسنا چاہا۔ اسے بہ یک بینی و دو گوش باہر نکال دیا۔ اور تمام چھاؤنی میں اس قصے کو بہ ذریعۂ منادی شہرت دی۔

اس کے بعد افشین نے المامون کو لکھا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو چند دیانت دار صیدلانی اطبا کو آپ کے ہاں بھیج دوں۔ مامون نے اس تجویز کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور دیانت دار صیدلانیوں کو اپنے ہاں منگوالیا۔

حرف السین

سُلیمان بن حسّان الاندلسی المعروف بہ ابنِ جُلجل

فنِ طب، علومِ اوائل و تواریخِ سلف کا فاضل تھا۔ اس کی ایک چھوٹی سی کتاب کا نام تاریخ الحکما ہے۔ یہ کتاب اس قدر مختصر ہے کہ تشفی نہیں ہوتی۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ اندازِ بیان خوب ہے۔

سِنان بن الفتح الحرّانی

فنِ حساب و اعداد میں کافی شہرت حاصل کی اور اس فن پر چند کتابیں

بھی لکھیں۔

سِنان بن ثابت بن قرۃ الحرانی ابو سعید

اپنے والد کی طرح ایک مشہور طبیب تھا۔ پہلے المقتدر باللہ اور پھر القاہر کا معالجِ خاص رہا۔ القاہر کا اس پر بہت زیادہ اعتماد تھا اور اس سے محبت بھی کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ اسے اسلام لانے پر مجبور کیا۔ جب یہ نہ مانا تو دھمکایا۔ اور سنان ڈر سے مسلمان ہو گیا۔

القاہر کی یہ عادت تھی کہ ہر حکم کے ساتھ سخت دھمکی بھی دیا کرتا تھا۔ اس عادتِ بد سے تنگ آکر سنان خراسان کی طرف چلا گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد واپس آگیا اور ۳۳۱ھ کو بغداد ہی میں فوت ہوا۔ سنان کے کمالات المقتدر کے زمانے میں ظاہر ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا رسوخ اس قدر بڑھ گیا کہ رئیس الاطبا مقرر ہوا۔

۳۱۹ھ میں المقتدر کو شکایت پہنچی کہ ایک نیم حکیم نے ایک چنگا بھلا آدمی مار ڈالا ہے تو اس نے محتسب شہر ابو بطیحہ کو حکم دیا کہ کسی طبیب کو علاج معالجے کی اجازت نہ دی جائے۔ جب تک کہ سنان بن ثابت کی دستخطی تحریر اس کے پاس موجود نہ ہو۔ دوسری طرف سنان کو حکم دیا کہ ہر طبیب کا امتحان لیا جائے، اور صرف ایسے شخص کو علاج و معالجے کی اجازت دی جائے جو صحیح معنوں میں قابل ہو۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان طبیبوں (اطباے غلام و اطباے شاہی مستثنیٰ) کی تعداد صرف بغداد کے دو حصوں میں تقریباً آٹھ سو ساٹھ تک جا پہنچی۔

ایک دن ایک ملیح الصورت۔ باوقار و متین شخص سنان کے سامنے پیش ہوا۔

سنان دیر تک اس کے مُنہ کو تکتا رہا، لیکن جب اس کے مُنہ سے کوئی کلمہ نہ نکلا تو سنان بولا۔

"میں جنابِ والا سے فنِ طب کے متعلق کچھ سُننے کا آرزومند ہوں"۔

اس پر اس نے جیب سے بیس دینار نکال کر سنان کے آگے رکھ دیے۔ اور کہا:۔

"حضور۔ میں نہ تو لکھ سکتا ہوں، نہ پڑھ سکتا ہوں، اور نہ علمِ طب کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔ میری گزارش تو صرف اتنی ہے کہ یہ حقیر سی رقم منظور فرمائیے اور مجھے علاج و معالجے کی اجازت دیجیے کہ میرے اہل و عیال کا وسیلۂ معاش یہی ہے"۔

سنان۔ ہاں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم فصد و مُسہل کے متعلق کوئی مشورہ نہیں دو گے۔ اور نہ کسی ایسے مرض کا علاج کرو گے جس کے متعلق تم کچھ نہیں جانتے۔

وہ شخص۔ جنابِ والا! میں تو ان شرائط کا پہلے ہی سے پابند ہوں۔ سکنجبین اور جلاّب کے بغیر میرے پاس اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔

دوسرے دن ایک حسین نوجوان پیش ہوا۔ سنان نے پوچھا "تم نے کس سے طب پڑھی ہے؟" کہا۔ "اپنے والد سے، وہی سکنجبین والا جس نے کل آپ سے طبابت کی سند حاصل کی تھی"۔

سنان۔ ہاں یاد آگیا، ٹھیک ہے لیکن باپ کے مبلغِ علم سے آگے پانو نہ مارنا"۔

کہتے ہیں کہ جب الرّاضی فوت ہوگیا۔ تو بحکم[1] نے سنان کو واسط میں آنے کی دعوت دی۔ وہاں پہنچا تو بحکم کافی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ کو تمہارے علم و فضل و دیانت و مروّت پر پورا اعتماد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری

---

[1] بحکم ۳۲۹ھ میں واسط کا فرماں روا تھا۔ وہی واسط جسے حجاج نے بنوایا تھا۔

صحت کی نگرانی کرو۔ اور ایک امر پر خاص توجہ دو۔ اور وہ یہ کہ میں مغلوب الغضب انسان ہوں، تندی غیض میں جب کسی کو ضرب و قتل کی سزا دے بیٹھتا ہوں، تو سکون کی حالت میں سخت پچھتاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس نقص کو دور کرنے کے لیے تم کوئی تدبیر نکالو۔

اس پر سنان نے کہا:۔

"جہاں پناہ! آپ ایک سلطنت کے فرماں روا ہیں، اللہ کے بغیر کوئی اور آپ سے زیادہ طاقت ور نہیں۔ انسانوں میں یہ کہاں طاقت کہ غیض و غضب کی حالت میں آپ کو روک سکیں۔ جنابِ والا کو معلوم ہے کہ غصہ اور شراب فاتر العقل بنا دیتے ہیں۔ اس حالت میں آدمی جو کچھ کہتا یا کرتا ہے، اس پر ہوش آنے کے بعد سخت نادم ہوتا ہے۔ اس لیے حضور والا کے لیے بہترین طریق کار یہ ہے کہ غصے میں کوئی سزا نہ دیجیے، بلکہ حالتِ سکون تک مؤخر کر دیجیے۔ اگر حالتِ سکون میں ملزم مجرم ثابت ہو، تو اُسے سزا دیجیے ورنہ معاف کر دیجیے۔ دانا کہتے ہیں کہ اگر غصہ دلانے والا شخص تمہارے حلقۂ گرفت کے اندر ہو، تو اسے سزا دینے سے پہلے بہت سوچ۔ مثل مشہور ہے کہ غصے کے بعد جب تک ایک رات نہ گزر جائے، عقل واپس نہیں آتی۔

ہر انسان الٰہی عفو و رحمت کا محتاج ہے۔ اور جلد بازی سے اللہ عموماً ناراض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں وارد ہے۔

جہاں تک ممکن ہو، عفو و درگزر سے کام لو۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ بھی تمہارے معاملے میں عفو و درگزر سے کام لے؟

ایک اور مقام پر وارد ہے۔

"عفو بہت بڑی نیکی ہے۔

اگر غصّہ فرو ہونے کے بعد آپ ملزم کو گنہ گار ہی سمجھتے ہیں، تو سزا و عقوبت میں حد سے نہ گزریے۔ ورنہ بدنامی ہوگی۔ دو چار بار اس طرح کرنے سے طبیعت میں اعتماد پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ خوبی عادت بن جائے گی۔"

بحکم نے اس مشورے کو بہت پسند کیا، اور اس پر عمل شروع کر دیا، یہاں تک کہ وہ نقص بالکل دور ہو گیا۔ ساتھ ہی خیرات، دفعِ ظلم و قیامِ عدل میں مشہور ہو گیا۔ واسط میں ایک دار الضیافت جاری کیا۔ جہاں مسافروں، بھوکوں اور غریبوں کو مفت کھانا دیا جاتا تھا۔ بغداد میں شفاخانہ بنوایا، اور رعیت کو عدل سے نہال کر دیا۔ عموماً کہا کرتا تھا کہ عدل بادشاہ کے لیے از بس منفعت بخش ہے۔

بحکم کے دربار میں سنان بہت اونچے مرتبے تک پہنچا۔ بحکم اس کے ساتھ نہایت تعظیم سے پیش آتا اور امرائے دربار بھی بہت عزت کرتے۔

ایک دفعہ ملک میں کافی وبائیں پھیل گئیں تو وزیر علی بن عیسیٰ نے سنان کی طرف مندرجۂ ذیل احکام جاری کیے:۔

(الف) "چند روز سے قیدیوں کی صحتِ جسمانی کا مسئلہ میرے ہاں زیرِ غور ہے۔ یہ بے چارے ہر قسم کی رفاہیتوں سے محروم، بھیڑوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کمروں میں قید ہوتے ہیں۔ جب یہ بیمار پڑ جاتے ہیں تو کوئی انھیں پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہر جیل میں ہر روز چند ایک طبیب دواؤں سمیت بھیجا کریں۔ جو وہاں معائنے کے بعد مریضوں کا علاج کریں۔